

آثار اکبری یعنی تاریخ فتح پور سیکری

جس میں

فتحپور اور سیکری اور دیگر مقامات ملحقہ قصبہ روپ بائیس۔ خانوآں۔ چڑیاری۔ ڈھاکر
وغیرہ کی مفصل تاریخ اور وہاں کی قدیم عمارات کی تفصیل و احوالات اور پیمائش کے علاوہ
ضمیمہ میں

حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم خشتیؒ اور نواب اسلام خاں خشتی۔ نواب قطب الدین خاں کوکلتا
نواب محتشم خاں۔ نواب مکرم خاں۔ نواب ابراہیم خاں وغیرہ کے حالات بھی مندرج ہیں
مؤلفہ

خاکسار محمد سعید احمد رابرہ رونی مؤلفہ حیات خسرو و امراء ہنود و آثار خیر وغیرہ

CHECKED

Date

۱۳۲۴ ہجری نبوی صلعم

مطبع اکبری آگرہ میں چھپی

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U3979

Maulana Azad Library, Aligh Muslim University

خطبہ قدس است بہ ملک قدیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویسا چہ

سید سید مرخداے پاک را
بعد ازین گوئیم نعت مصطفیٰ
آنکہ ایساں داؤشت خاک را
آنکہ عالم یافت از نورش صفا
ہر دم از ما صد درود و صد سلام
بر رسول دآل و اصحابش تمام

فتحپور کوہندوستان کے اُس شہنشاہ اعظم نے آباد کیا تھا۔ جس کا عظمت
عہد ہندوستان کی اسلامی سلطنت کا بہترین زمانہ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ کون؟
حضرت عرش آشیانی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی جس نے نہ صرف
خاندان مغلیہ کی بنیاد سلطنت کو انتہائے بلندی تک پہنچا دیا۔ بلکہ اُسے ایسا استوار
کیا کہ صدیوں تک جنبش نہ ہوئی۔ اس مبارک عہد میں ۲۵-۳۰ برس کے قریب
اس نوآباد شہر کو دارالخلافہ کا فخر اور دربار دربار اکبری کا اعزاز حاصل رہا۔ اب
اگرچہ تین سو برس سے یہ ویران پڑا ہے مگر اب بھی اُس میں گزشتہ عظمت کی ایسی
یادگاریں باقی ہیں کہ ہندوستان کی کسی گزشتہ دارالحکومت میں اُس کی نظیر ملنا
مشکل ہے۔

شمالی ہندوستان میں کسی جگہ اتنا بڑا مجموعہ ایسی نفیس۔ صیح و سالم۔ اور
عظیم الشان عمارات اور محلات کا موجود نہیں ہے۔ جیسا فتحپور میں ہے۔ اور یہ بات

خاص دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی کوئی جگہ ایسی نہیں بتائی جاسکتی کہ جہاں ایک فرماں روا کے نصف عہد کی اس قدر کثیر عمارتیں موجود ہوں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جہانزیدہ سیاح اور وسیع النظر مورخ جب ان عمارتوں کو دیکھتے ہیں۔ تو اس خیال میں محو حیرت رہ جاتے ہیں کہ اس قلیل مدت میں فتنچور جیسے پہاڑی مقام پر کس طرح ایسی نفیس اور عالی شان عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔ اسی عالم خیال میں اکبر اعظم کی اولوالعظمیٰ اور اُس کا جادہ و جلال زندہ اور مجسم ہو کر اُن کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ اور اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ایک بڑے مبصر کا قول ہے کہ فتنچور کو گزشتہ زمانہ کی سنگتراشی کا عجائب خانہ اور نقش و نگار کا طلسم خانہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ بالکمال سنگتراشوں اور عالی و ماخ نقاشوں نے مختلف عمارات کو عجیب و غریب نقش و نگار اور انواع و اقسام کی زیبائشوں سے مزین اور مرتع کیا ہے۔ پتھر کی مضبوطی اور نفاست کا تو کیا کہنا۔ بلکہ جس گارے یا چوڑے سے پتھروں کو وصل کیا ہے وہ بھی فولاد کو شرماتا اور شہت و شہرت کو مات کرتا ہے۔ بڑے بڑے انجینیر اور کیمسٹ آج تک اُس کے اجزا علیحدہ کرنے سے معذور ہیں۔ اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گارا کس ترکیب اور کن اجزاء سے بنایا گیا تھا۔

افسوس کہ اب نہ وہ مبارک زمانہ واپس آسکتا ہے نہ اکبر اعظم جس نے فتنچور کو آباد کر کے ایسی نفیس عمارتوں سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا پھر زندہ ہو سکتا ہے۔ نہ یہاں پہلی سی رونق ہو سکتی ہے۔ مگر چند مدت سے ہمارے گزشتہ و السر لے جناب لارڈ کرزن صاحب بہادر کی توجہ خاص سے گورنمنٹ ہند کا سحاب کرم ان قدیم عمارات کو آپ حیات سے سیراب کر رہا ہے۔ اور جس شاہانہ اولوالعظمیٰ سے ان پرانی یادگاروں کی مرمت اور گزشتہ خط و خال کے دکھانے کی کوشش ہو رہی ہے اُس کی نظیر اکبر کے کسی خاص جانشین یعنی سلاطین مغلیہ کے عہد میں بھی نہیں ملتی۔ اس خاص عنایت کے معاوضہ میں گورنمنٹ ہند اور لارڈ موصوف کا جس قدر

شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔

مجھے آثارِ قدیمہ سے خاص دلچسپی اور ذوق ہے۔ فتحپور کی عمارات کی نسبت گورنمنٹ کی اس خاص توجہ کو دیکھ کر ایک دن خیال پیدا ہوا کہ ہماری ملکی زبان اردو میں آج تک فتحپور کی کوئی تاریخ نہیں لکھی گئی۔ انگریزی میں اگرچہ متعدد تاریخیں موجود ہیں مگر ان میں اول تو تفصیلی حالات درج نہیں۔ دوسرے اردو داں حضرات ان سے مستفید نہیں ہو سکتے پس اگر فتحپور کی تاریخ اردو زبان میں لکھ جائے تو اردو زبان میں ایک تاریخی اضافہ ہو کر آثارِ قدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے خدا پر بھروسہ کر کے اس کام کو شروع کر دیا۔ فتحپور جا کر کل عمارتوں۔ کھنڈوں۔ ٹیلوں کو نظر غور سے دیکھا ہر ایک عمارت کی خود پیمائش کی۔ قرب و جوار کے لوگوں سے ملکر ہر قسم کی تحقیق و تفتیش کی۔ غرض کہ دو تین مہینے کی شبانہ روز محنت کے بعد خدا کے فضل و کرم سے یہ کتاب اختتام کو پہنچی اور آثارِ اکبری کے نام سے موسوم ہوئی۔

کتاب کو مکمل اور دلچسپ بنانے کی خاطر قرب و جوار کے دیگر تاریخی مقامات کی بھی تحقیق و تفتیش کی گئی اور جہاں تک ان کے حالات دستیاب ہو سکے وہ قلمبند کئے گئے۔ چنانچہ سیکری اور روپ بالٹس اور خالواں وغیرہ کی تاریخی اور مشہور روایات اور شاہی عمارات کے حالات کتاب کے اخیر بابوں میں شامل ہیں اور ضمیمہ میں حضرت شیخ سلیم حسینی رح اور ان کے خاندان کے دیگر ائمہ کے حالات بھی تحریر کئے گئے ہیں جنہیں اُمید ہے کہ ناظرین خاص دلچسپی سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

کتاب میں جس بات کی کمی رہ گئی وہ فوٹو کے نقشے ہیں۔ میرا دلی ارادہ تھا کہ کتاب میں اس قسم کے نقشے دئے جائیں مگر اس میں اس قدر خرچ آتا تھا جسے میں برداشت کر سکتا تھا نہ ملک اور قوم میں اس وقت تک اتنا مذاق ہے کہ قدر دانی کی امید پر اتنا زور کثیر صرف کیا جاتا۔ مجبوراً چند ضروری اور خاص خاص نقشے

تیار کر اے گئے کہ وہ بھی اگر وہ میں نہایت وقت اور صرف سے تیار ہو سکے۔
 اب میں اپنے معزز دوست منشی عابد علی صاحب امینٹھوی اور منشی
 عزیز الدین صاحب پیرزادہ فچپوری کا جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں ہر قسم
 کی امداد فرمائی محض اس غرض سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی خالص اور بے غرض
 دوستی کی ایک دیر پایا دگار قائم رہے۔ ان کے علاوہ مکرئی شیخ بجل حسین
 صاحب پیرزادہ اور منشی ولی الدین صاحب اور شیخ عظیم الدین صاحب پیرزادہ
 اور اپنے جملہ فچپوری احباب کا بھی جنہوں نے مجھے امید سے زیادہ امداد دی خاص
 طور سے مشکور ہوں۔

خاتمہ پر معزز ناظرین سے بعد عجز اس قدر اؤز التماس ہے۔ کہ میں فن عمارت
 سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ لہذا اگر کسی عمارتی اصطلاح یا محاورہ میں کوئی غلطی ہوئی
 ہو تو معذرت تصور فرمائیں۔ اور عبارت بے ربط پر خیال نہ فرما کر چشم ہنریں سے
 خاص مضمون پر نظر رکھیں اَلْحَدَّثُ عِنْدَ كَرَامِ النَّاسِ مَقْبُولٌ

خاکسار

مقام اگرہ ۱۷۔ شوال ۱۳۲۳ ہجری نبوی
 مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۰۵ء یوم جمعہ
 محمد سعید احمد مؤلف حیات خسرو و حیات صلاح
 و اُمراء ہنود و آثار خیر۔ ساکن قصبہ مارہرہ



فہرست مضامین کتاب آثار اکبری

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۸	درگاہ شریف	۱۵	باب اول	
۱۹	درگاہ شریف کی کجائی ہیئت	۱۶	فتحپور سیکری	
	کے دروں اور حجروں کی	۱۷	آبادی - ترقی - منزل	
۲۰	تفصیل اور تعداد	۲	اکبری پیدائش	۱
۲۰	کی گزریاں	۳	اکبری تخت نشینی	۲
۲۱	بلند دروازہ	۴	فتحپور کی آبادی کی ابتدا ..	۳
۲۲	کتبہ بیرونی بلند دروازہ	۵	پیدائش جہانگیر و شاہزادہ مراد	۴
۲۵	کتبہ اندرونی بلند دروازہ	۶	فتحپور کا آباد ہونا	۵
۲۶	بلند دروازہ کی بلندی	۹	مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد	۶
۲۹	بادشاہی دروازہ	۱۰	جشن اکبری	۷
۳۰	زناتہ روضہ	۱۲	فتحپور کی نسبت فیضی کی تحریر	۸
۳۲	جامع مسجد	۱۳	اکبری وفات	۹
۳۴	اکبر کا خطبہ پڑھنا	۱۴	فتحپور کی حالت جہانگیر کے عہد میں	۱۰
۳۹	کتبہ پیش طاق مسجد	۱۴	جشن جہانگیری	۱۱
۴۳	روضہ عالی حضرت شیخ سلیم	۱۵	فتحپور کی آبادی کا زوال	۱۲
۵۲	محبوبی بی زینب	۱۶	فتحپور کی گذشتہ اور موجودہ آبادی کا مقابلہ	۱۳
۵۲	مقبرہ نواب اسلام خان	۱۶	پختہ تفصیل اور دروازے	۱۴
۵۴	غزار نواب مکرم خان	۳۱	باب دوم	
۵۴	مزار نواب مختار خان	۳۲	درگاہ شریف مع عمارات ملحقہ	۱۸
۵۵	محبوبی بی زینب	۳۳	بالا لے کوہ	

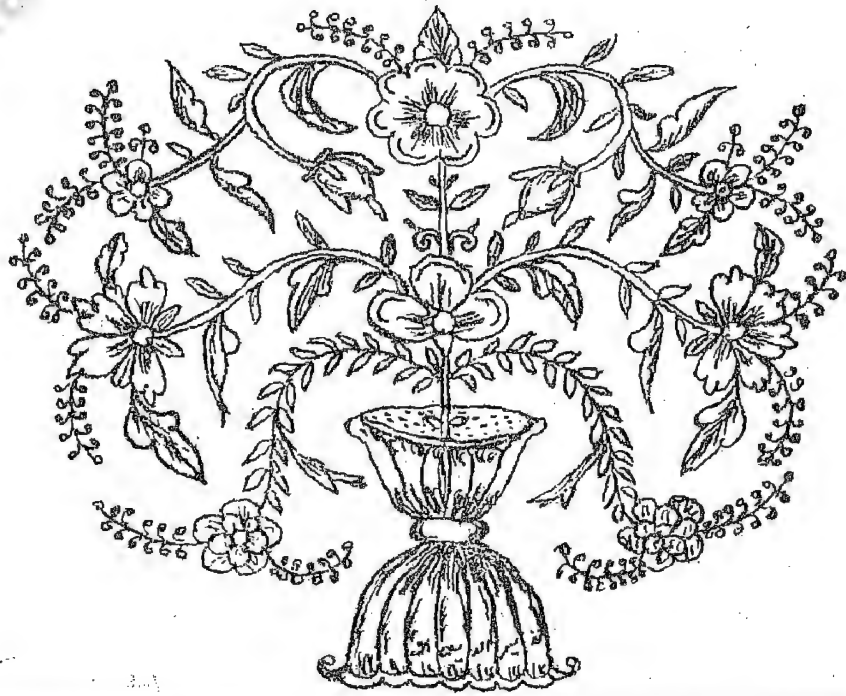
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۷۹	برج محل	۵۵	مزار شیخ فضل الدین بن بجاہ	۳۴
۷۹	عوبلی شیخ فیروز (جہاز محل)	۵۷	یاران چوتراہ	۳۵
۸۰	مسجد نواب ابراہیم خاں	۵۸	برکھ	۳۶
	باب سوم	۵۸	انتظام درگاہ شریف	۳۷
	محلات شاہی مع عمارات ملحقہ	۶۱	جھارہ	۳۸
	بالا کے کوہ	۶۲	حمام نواب اسلام خاں	۳۹
۸۱	دولت خانہ خاص یا محل خاص	۶۳	لنگر خانہ	۴۰
۸۲	خوابگاہ زیرین	۶۳	سہ دری شیخ ابراہیم معصوم	۴۱
۸۲	کمرہ جھروکہ درشن	۶۴	مزار بابائے میاں	۴۲
۸۳	شہ نشین	۶۵	مکان شیخ فیضی و ابوالفضل	۴۳
۸۴	خوابگاہ خاص	۶۵	فیضی	۴۴
۸۸	زنانہ راستہ	۶۶	ابوالفضل	۴۵
۸۸	حوض کلاں (انوپ تلاء)	۶۶	شفاف خانہ فیضی	۴۶
۹۰	انوپ تلاء کی خیرات	۶۷	سموسہ محل	۴۷
۹۱	مکان ترکی سلطانہ	۶۷	جوگی پورہ	۴۸
۹۱	سلیمہ سلطانہ بیگم	۶۷	نوحہ	۴۹
۹۳	مدرسہ نسواں	۶۸	مسجد قدیم یا مسجد سنگتراش	۵۰
۹۴	شاہی حمام	۶۹	مکان حضرت شیخ سلیم چشتی	۵۱
۹۵	فرش پچی	۷۰	رنگ محل	۵۲
۹۶	نشستگاہ رتال	۷۱	شاہزادہ سلیم اور شاہزادہ مراد	۵۳
۹۷	آٹکھ چولی	۷۲	پیدا ہونا	۵۴
۹۷	اکبر کی تقسیم اوقات	۷۳	چوک نواب اسلام خاں	۵۴

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱۲۹	مکتب خانہ (دفتر ترجمہ)	۹۶	دیوان خاص	۷۲
۱۲۹	سکھ تال	۹۷	دیوان عام	۷۵
۱۳۰	حکیم کا مکان	۹۸	تیج محلہ	۷۶
۱۳۰	میر فتح اللہ شیرازی	۹۹	محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرا مکان	۷۷
۱۳۲	حمام	۱۰۰	مریم الزمانی بیگم	۷۸
۱۳۳	جوہری بازار	۱۰۱	مصویران و نگاری	۷۹
۱۳۳	خزانہ	۱۰۲	مریم کا چمن یا زنانه باغ	۸۰
۱۳۴	لکسال	۱۰۳	مجھی تال و حوض	۸۱
۱۳۵	سکوں کے نمونے	۱۰۴	شفا خانہ	۸۲
۱۳۵	نوبت خانہ یا نقار خانہ	۱۰۵	نگینہ مسجد	۸۳
۱۳۶	بارہ درسی متصل نقار خانہ مع آثار ملحقہ	۱۰۶	محل جودہ بانی یا جہانگیری محل	۸۴
۱۳۶	حویلی خانخانان	۱۰۷	جودہ بانی	۸۵
۱۳۷	حمام محمد باقر	۱۰۸	مسند	۸۶
۱۳۸	حوض شیرین یا سکھ تال شمالی	۱۰۹	ہوا محل	۸۷
۱۳۹	فیل خانہ	۱۱۰	زنانه راستہ	۸۸
۱۳۹	لنگر خانہ اہل اسلام	۱۱۱	بینا بازار	۸۹
۱۴۰	لنگر خانہ اہل ہندو	۱۱۲	بیربل کا مکان	۹۰
۱۴۰	کبوتر خانہ	۱۱۳	ہمیش داس راج بیربل	۹۱
۱۴۱	سنگین برج	۱۱۴	اصطبل اسپان	۹۲
۱۴۱	دار و عہد کا مکان	۱۱۵	شتر خانہ	۹۳
۱۴۱	مٹمن برج	۱۱۶	عبادت خانہ یا چار ایوان	۹۴
۱۴۲	ہاتھی پول (ہتیا پول)	۱۱۷	دفتر خانہ	۹۵

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۶	مقبرہ بہاؤ الدین	۱۳۶	باب چہارم
۱۴۶	پاب ششم	۱۳۷	عمارت جانب شمال
۱۴۷	عمارات قرب و جوار	۱۳۸	بارہ درمی متصل آبادی سیکری
۱۴۸	عید گاہ	۱۳۹	کارخانہ آبرسانی (شمالی)
۱۴۹	قبرستان قدیم	۱۴۰	گیروانل
۱۵۰	مزار بی بی عائشہ و بی بی زیبا مع	۱۴۱	کارواں سرائے
۱۵۱	گنبد ناسے طحہ	۱۴۲	حرم مینار (ہرن مینار)
۱۵۲	مقبرہ نواب ابراہیم خاں	۱۴۳	میدان چوگاں
۱۵۳	مزار آدم شہید	۱۴۴	اندازہ والی باؤلی (باؤلی باب شاہ)
۱۵۴	مزارات موضع چڑیاری	۱۴۵	قوشخانہ
۱۵۵	مزار تھریار اور ایک خاص	۱۴۶	بارہ درمی متصل اجمیر دروازہ
۱۵۶	صنعت کاکتہ	۱۴۷	باب پنجم
۱۵۷	بون چکی	۱۴۸	عمارات جانب جنوب
۱۵۸	گونگا محل (گنگ محل)	۱۴۹	حکیموں کے محل (مقام حکیم ابو الفتح گیلانی)
۱۵۹	بستان سرائے	۱۵۰	حکیم ابو الفتح گیلانی
۱۶۰	مسجد ٹڈھاکر	۱۵۱	جنوبی کارخانہ آبرسانی
۱۶۱	باب ہفتم	۱۵۲	مزار فتح خاں و نور خاں شہید
۱۶۲	سیکری اور اُس کی عمارتیں	۱۵۳	مسجد شاہ قلی
۱۶۳	قصبہ سیکری	۱۵۴	مسجد خلیل
۱۶۴	گڈھی راجہ بلرام	۱۵۵	بارہ درمی راجہ ٹوڈرل
۱۶۵	مندرو باؤلی قدیم	۱۵۶	راجہ ٹوڈرل
۱۶۶	میوا تپوں کی مسجد	۱۵۷	مسجد بہاؤ الدین

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۹۷	رانا ساگیا اور بابر کی لڑائی	۱۸۵	مسجد مست علی
۱۹۹	آثار قدیمہ	۱۸۶	مسجد فتح محمد
۱۹۹	۹۷۷ھ کا ایک مزار	۱۸۶	جامع مسجد
۲۰۰	خانواں کی عمارتیں	۱۸۷	قاضی کی حویلی اور زنانی مسجد
۲۰۰	ہرن منارہ	۱۸۸	نظر باغ
	ضمیمہ	۱۸۸	مسجد انبیا
۲۰۱	حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی قدس سرہ	۱۸۹	مقبرہ محمد دوم صاحب
۲۰۴	خلفائے شیخ	۱۹۰	مسجد
۲۰۷	اولاد	۱۹۱	موسیٰ گنبد
۲۰۷	بی بی زیبا		باب ہشتم
۲۰۸ شیخ احمد		روپ بالنس اور وہاں کی عمارتیں
۲۰۸ نواب معظم خاں	۱۹۲	قصبہ روپ بالنس
۲۰۹ شیخ بدر الدین	۱۹۳	شکار گاہ
۲۰۹	اعتقاد الدولہ نواب اسلام خان چشتی فاروقی	۱۹۴	سرخ پتھر کی کات
۲۱۲ شیخ معظم	۱۹۴ تالاب پختہ
۲۱۲ نواب محمد شمس خاں	۱۹۴ محلات شاہی
۲۱۳	سجادہ نشینی کا سلسلہ	۱۹۵	بارہ کھما چمن و حمام دربارہ
۲۱۳	نواب مکرم خان	۱۹۶ شاہی مسجد
۲۱۴	نواب اکرام خاں	۱۹۶ قرولوں کی مسجد
۲۱۵	نواب قطب الدین کوکلتاش	۱۹۶ نقارخانہ
۲۱۷	نواب کشور خاں		باب نہم
۲۱۷	نواب اخلاص خاں		خانواں

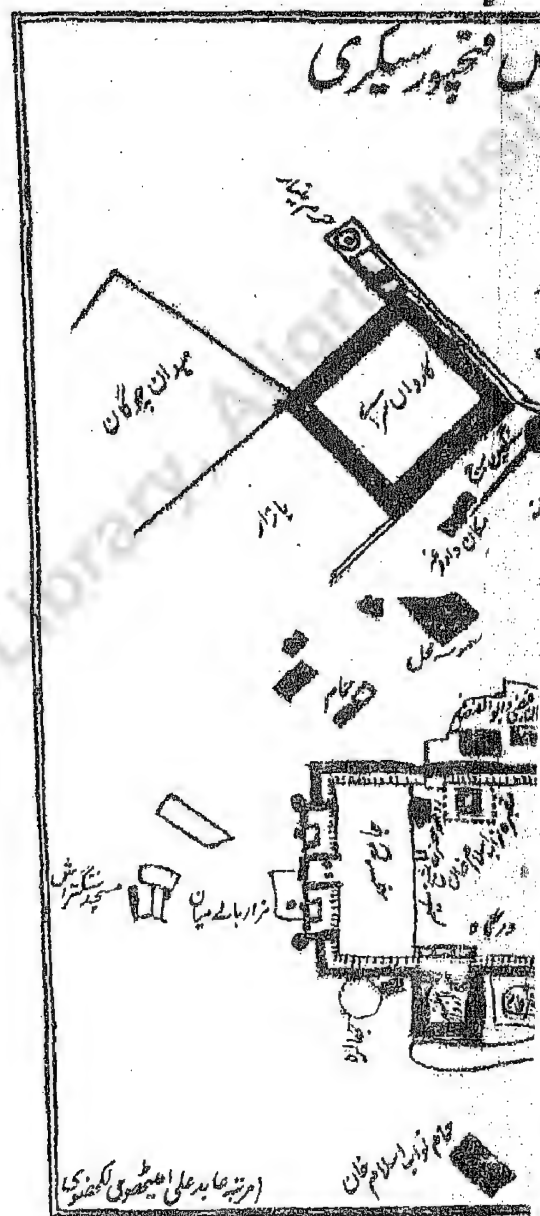
صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
	نقشہ روضہ حضرت شیخ الاسلام	۷	نواب احتشام خاں	۱۹۲
۴۴	شیخ سلیم چشتی رحمہ	۲۱۷	شیخ نظام	۱۹۳
۵۲	نقشہ مقبرہ نواب اسلام خان	۲۱۷	نواب ابراہیم خاں	۱۵۴
۸۱	نقشہ محل خاص فتحپور سیکری	۹	فہرست نقشہ جات	
۹۶	نقشہ نشتگاہ رمال	۱۰	نقشہ پلان عمارات فتحپور سیکری	۱
۹۸	نقشہ دیوان خاص	۱۱	نقشہ مجموعی مکتبہ شیخ فتحپور سیکری	۲
۹۹	نقشہ درمیانی ستون دیوان خاص	۱۲	نقشہ پلان حسین فصیل اور دروازہ	۳
۱۰۲	نقشہ تاج محلا	۱۳	دکھائے پین	
۱۰۴	نقشہ محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرا مکان	۱۴	نقشہ بلند دروازہ	۴
۱۲۰	نقشہ مکان راجہ بیربل	۲۱	نقل طغری واقع بلند دروازہ	۵
۱۴۸	نقشہ حرم مینار	۲۶	نقشہ جامع مسجد اندرون درگاہ	۶
		۱۶		

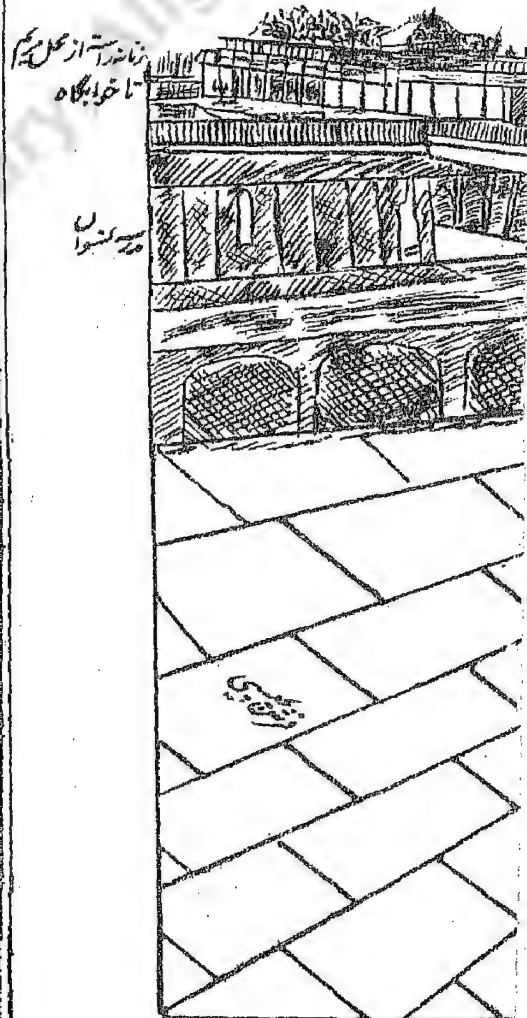


تاج



س فحشہ کی





نشانہ از محل
ماخوابگاہ

میں کنوئیں

نشانہ از محل

پیر سے لیا گیا ہے

www.azadlibrary.org

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

آثار اکبری
یعنی
تاریخ فتحپور سیکری

جل جلالہ



مردہ آنست که متعلقان می باشند

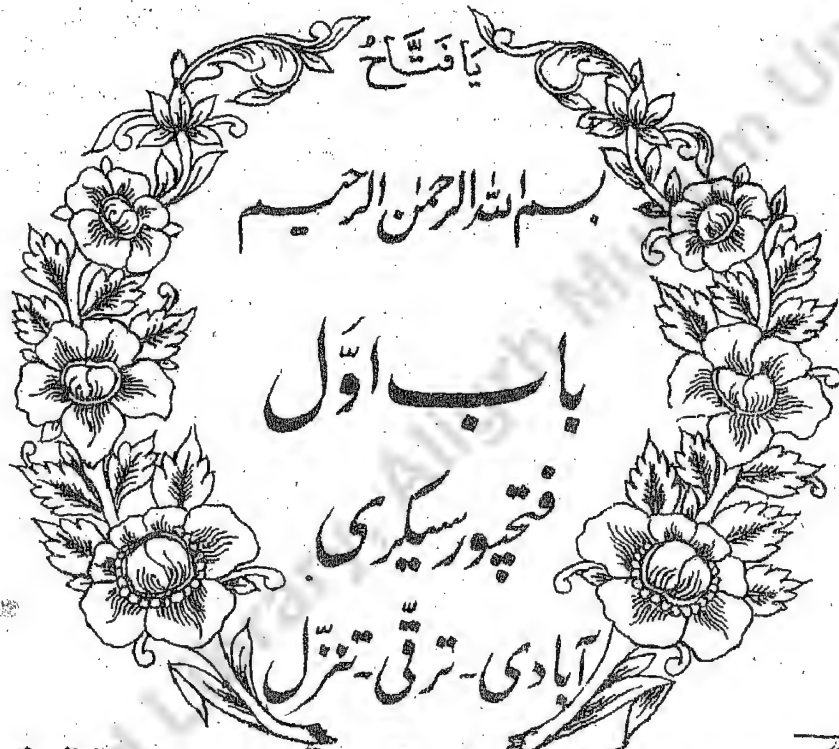
سعدی نام در کتب و دستاویز

سلطان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

مؤلفہ

محمد سعید احمد مارہروی
مطبع اکبری آگرہ

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University



فتحپور اگرہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے۔ یہ بہت پرانا قصبہ نہیں ہے بلکہ آج سے قریباً ساڑھے تین سو برس پیشتر اس کی بنیاد قائم ہوئی تھی۔ اس سے پانچ چھ فرلانگ کے فاصلہ پر جو موضع سیکری آباد ہے۔ یہ عہد سلف میں ایک مشہور قصبہ تھا جو سرکارِ بیانہ (۱) کے متعلق تھا۔ اسی کے رقبہ میں فتحپور آباد ہے۔

۱۳۔ جمادی الثانی ۹۳۳ھ کو جب اسی سیکری کے قریب میواڑ کا مشہور فرماں روا سنگھ رام جو رانا ساٹنگا کے نام سے مشہور اور نہایت شجاع اور بلند حوصلہ راجپوت سردار تھا ۸۰ ہزار سوار۔ سات راجہ مہاراجہ۔ نوراؤ۔ ۱۰۴ راول اور راونٹ۔ ۵۰۰ ہاتھی۔ کل دو لاکھ ایک ہزار سپاہ کے ساتھ اس غزم سے کہ آریا ورت (ہندوستان) کو پلچھوں سے پاک کر کے ہندوستان کا سب سے بڑا چکرورتی راجہ ہو۔ شہنشاہِ یابر سے جس کے پاس اُس وقت دس بارہ ہزار سے زیادہ فوج نہ تھی برسرِ پیکار تھا۔ اور عین حالت جنگ میں جبکہ یابر اور اُس کے اہل فوج کی جانوں پر بنی ہوئی تھی اور کسی کو بچنے کی امید نہ تھی محمد شریف بھجومی نے یہ منحوس پیشیں گولی کر کے

(۱) اب یہ مقام ریاست بھرت پور میں ہے ۱۲

کہ مریخ غروب میں ہے اس طرف سے جو لڑیگا۔ شکست ہوگی تمام سپاہ میں اور بھی ہراس اور ترزلزل پیدا کر دیا تھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ بابر کی فتح ہوگی (۱) اور اُس کا بااقتبال پوتا ہندوستان کا سب سے بڑا اور نیک نام بادشاہ ہو کر اسی جگہ اپنے جاہ و جلال کی ایک ایسی یادگار چھوڑیگا جس کے طلسماتی آثار اور خوش نما نقش و نگار صدیوں تک قائم رہ کر نہ صرف گزشتہ صتا عان کا ملین کے قادرانہ کمال کی یادگار ثابت ہونگے بلکہ آئندہ نسلوں کے واسطے مسلمانوں کی گزشتہ عظمت و شان کی زندہ تاریخ کا کام دیکر ہمیشہ بانی کی یاد کو تروتازہ رکھیں گے۔

اکبر کی پیدائش

اسی طرح جب شیرشاہی اقبال سے ہمایوں کو دم لینے کی بھی فرصت نہ تھی اور وہ نہایت بے سرو سامانی کے ساتھ کبھی پنجاب کبھی سندھ اور کبھی بیکانیر۔ جیسلمیر کے ریگستانوں میں مارا مارا پھرتا تھا شب یکشنبہ ۵۔ رجب ۹۴۹ھ کو امرکوٹ کے مقام پر اقبال کا تار اطلوع ہوا (یعنی اکبر پیدا ہوا) (۲) ہمایوں کی اس وقت کی حالت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب تروی بیگ نام ایک سوار نے اُس کو یہ خوش خبری آ کر سنائی تو اُس کے پاس کچھ دینے کو نہ تھا۔ ترکوں میں یہ رسم ہے کہ جب کوئی ایسی خوش خبری لاتا ہے تو اُسے حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ ضرور دیا جاتا ہے۔ ہمایوں نے وائیں بایں دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ پھر یاد آیا کہ کمر میں ایک مشک نافہ ہے۔ اُسی کو فوراً نکال کر توڑا اور ذرا ذرا سا مشک سب حاضرین میں تقسیم کر دیا کہ شگون خالی نہ جائے۔ اُس وقت کسی کے خیال میں بھی نہ ہو گا کہ یہ ہی بچہ امیر تیمور کے نام کو روشن کرے گا اور اس کی شہیم اقبال اسی مشک کی طرح تمام عالم میں پھیلے گی اب بھائیوں کی نا اتفاقی کیے یا شیرشاہ کا اقبال سمجھے کہ ہندوستان کا کل ملک ہمایوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور جب اُس نے کابل میں بھی گزارہ نہ دیکھا تو ایران کا رخ کیا۔ اُس وقت وہاں شاہ طہماسپ صفوی فرماں روا تھا۔ جس دن سے ہمایوں نے سرحد ایران میں قدم رکھا شاہ موصوف نے کوئی دقیقہ مہمان نوازی کا اٹھانہ رکھا۔ تمام قلعہ و ایران میں حکم پہنچ گیا تھا

(۱) بارہے اس فتح کے بعد سیکری کو شیکری کے نام سے موسوم کیا تھا (اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۸۲)

(۲) اکبر کی ولادت کی تاریخ یہ ہے ع شب یکشنبہ و پنج رجب است

کہ کسی کی زبان پر شکست کا لفظ نہ آنے پائے کہ مہمان عزیز کا دل آزر دہ ہو۔ ہر مقام پر ایرانی
اُمرا اور ملازم نہایت دھوم دھام سے ہمایوں کی دعوتیں کرتے اور نذرین دیتے تھے۔ ہرات
میں شاہ کا بیٹا فرماں روا تھا۔ اُس نے نہایت تکلف سے دعوت کی۔ باغ میں جشن سلطانی
منعقد ہوا۔ موسیقی کے ماہر جادوگری کر رہے تھے۔ ایک صاحب کمال نے غزل گانا شروع کی

نہارک منز لے۔ کاں خانہ راما ہے چنیں باشد | ہمایوں کشورے۔ تہاں عرصہ راشیا ہے چنیں باشد

ساری مجلس اچھل پڑی۔ مگر جب اُس نے یہ دوسرا شعر گایا

زرنج و راحت گیتی۔ مشو غمگیں۔ مرنجاں دل | کہ آئیں جہاں گا ہے چناں گا ہے چنیں باشد

اس پر ہمایوں کے آنسو نکل پڑے اور سب دم بخود رہ گئے۔

قصہ بہت طول طویل ہے۔ مختصر طور سے یہ سمجھ لیجئے کہ شاہ ایران کی امدادی فوج سے
ہمایوں نے کابل کو فتح کیا۔ اس کے بعد ۹۵۴ھ میں جب کامراں پھر باغی ہوا تو وہ کابل کے اندر
اور ہمایوں باہر گھیرے پڑا تھا۔ اکبر کامراں کے قبضہ میں تھا۔ جس مورچہ پر گولوں کا بہت زور
تھا۔ کجنت نے پونے پانچ برس کے معصوم بھتیجے کو وہاں بٹھا دیا۔ اکبر کی اتنا ماہم بیگم نے دوڑ کر
گود میں دبکالیا۔ اور اُدھر سے پیٹھ کر کے بیٹھ گئی کہ اگر گولا لگے تو بلا سے پہلے میں پیچھے بچے۔
ہمایوں کے لشکر میں کسی کو اس حال کی خبر بھی نہ تھی۔ اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ یکایک توپ
چلتے چلتے بند ہو گئی۔ کبھی مہتابی دکھائی تو رنجک چاٹ گئی۔ کبھی گولا اُگل دیا۔ سنبھل خاں
میر آتش بڑا تیز نظر تھا اُس نے غور سے دیکھا تو سامنے آدمی بیٹھا معلوم ہوا۔ پھر دریافت
سے حقیقت حال معلوم ہوئی۔

جب ۹۶۱ھ میں ہمایوں نے ہندوستان کی طرف فتح کا نشان کھولا تو باقبال بیٹا
ساتھ تھا۔ ۱۲ برس ۸ مہینے کی عمر تھی باوجود غور و سالی کے معرکہ سرہند میں ہمت و جرأت کے
خوب خوب نشان دکھائے آخر یہ معرکہ اُسی کے نام پر فتح ہوا اور دہلی اور آگرہ پر ہمایوں کا قبضہ
ہو گیا۔ لیکن اس فتح کو چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ وہ کتب خانہ کے زینہ سے گر کر جاں بحق ہوا
ہمایوں بادشاہ ازبام اُفتاد۔ تاریخ ہوئی۔

۹۶۳ھ کو کلا نور (گورداسپور کے علاقہ میں ہے) کے نماز جمعہ کے بعد ۲۔ ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو کلا نور (گورداسپور کے علاقہ میں ہے) کے

اکبر کی تخت نشینی

باغ میں جلال الدین محمد اکبر نے تاج تیموری سر پر رکھ کر تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اس وقت اُس کی عمر شمسی حساب سے ۱۳ برس ۹ مہینے اور قمری حساب سے ۳۱ برس کچھ مہینے کی تھی۔ خانخانان بیرم خاں اتالیق۔ سپہ سالار۔ وکیل مطلق جو کچھ بھی سمجھو وہی تھے۔ تقریباً چار برس تک کل سلطنت کے سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ اکبر صرف شاہ شطرنج کی طرح مسند پر بیٹھا رہتا تھا خانخانان جس چال چاہتا اُسی چال چلتا تھا۔ اکبر کو بھی کچھ پرواہ نہ تھی وہ نیزہ بازی جوگان بازی کرتا تھا۔ ہاتھی لڑاتا اور بازباشے اڑاتا اور شکار سے دل بہلاتا تھا۔ ۹۹۶ھ ۱۵۵۹ء کے آخر میں خانخانان کا فیصلہ ہوا اور ۹۹۷ھ سے اکبر نے خود مختاری کے ساتھ ملک کے کاروبار سنبھالے۔

ناظرین خیال کریں گے کہ فتحپور کی تاریخ شروع کر کے اکبر کی تاریخ لکھنے لگا۔ لیکن فتحپور کی تاریخ کو جو اکبر سے تعلق ہے اس لحاظ سے بغیر اس تہید کے فراہم نہیں آتا تھا۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم	چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طو
-----------------------------	----------------------------------

لیجئے اب اصل مطلب کی طرف رجوع ہوتا ہوا۔ اسی سیکری یا شیکری میں ایک بزرگ حضرت شیخ سلیم حشتی (۱) قدس سرہ رہتے تھے۔ آپ ابتدا سے حال میں سیکری کے پہاڑ کے اوپر جو کوہ اربلی کی ایک شاخ ہے اور اب جس کے اوپر درواہن میں فتحپور آباد ہے ایک بڑے غار میں بیٹھ کر جو اب بھی مسجد سنگتراش کے اندر موجود ہے عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ ۹۹۲ھ میں جب آپ اول مرتبہ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو اسی غار کے قریب آپ نے سکونت اختیار کی۔ اور چند خلفاء اور معتقدین کے مکان بھی قرب و جوار میں تعمیر ہوئے ۹۹۵ھ میں شیر شاہ کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا بیٹا عادل خاں اپنے بھائی سلیم شاہ سے تخت نشینی کے معاملہ میں گفتگو کرنے آیا تو عین شب برات کو اس مقام پر پہنچا اور مسہ خواص خاں اپنے ایک امیر کے حضرت شیخ کے مکان پر مقیم ہوا اور تمام رات دعاؤں اور نمازوں میں گزار دی۔

۹۹۶ھ میں آپ دوبارہ حج کے واسطے تشریف لے گئے۔ اور ۹۹۷ھ میں واپس آئے

(۱) حضرت کا مفصل ذکر ضمیمہ میں ملاحظہ کیجئے ۱۲

فتحپور کی آبادی کی ابتدا

اُس وقت آپ نے اس پہاڑ پر ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ اس کی نسبت مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ خوبی عمارت میں بے نظیر اور بے مثال تھی۔ غالباً اُسی وقت وہ مسجد تعمیر ہوئی جو مسجد سنگتراش کے نام سے موسوم ہے۔ اکبر کی ۲۷-۲۸ برس کی عمر ہو گئی تھی۔ کئی بچے ہوئے اور مر گئے۔ اس وقت تک لا ولد تھا اور اولاد کی بڑی آرزو تھی۔ شیخ محمد بخاری اور حکیم الملک نے شیخ موصوف کے بہت اوصاف بیان کئے۔ اکبر خود سیکری میں گیا۔ اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی التجا کی۔ جہاںگیر نے خود اپنی توزک میں لکھا ہے۔ "جن دنوں والد بزرگوار کو فرزند کی بڑی آرزو تھی۔ ایک پہاڑ میں سیکری علاقہ آگرہ کے پاس شیخ سلیم نام ایک فقیر صاحب حالت تھے۔ کہ عمر کی بہت منزلیں طے کی ہوئی تھیں۔ ادھر کے لوگوں کو اُن سے بڑی عقیدت تھی۔ میرے والد کہ فقرا کے نیاز مند تھے۔ ان کے پاس گئے۔ ایک دن اثنائے توجہ اور بیخودی کے عالم میں اُن سے پوچھا کہ حضرت! میرے بچے کو فرزند ہونگے۔ فرمایا کہ تمہیں خدا تین فرزند دیگا۔ والد نے کہا کہ میں نے مت مانی کہ پہلے فرزند کو آپ کے دامن تربیت و توجہ میں ڈالوں گا۔ اور آپ کی مہربانی کو اُس کا حامی اور حافظ کروں گا۔ شیخ کی زبان سے نکلا کہ۔ مبارک باشد۔ میں بھی اُسے اپنا ہم نام بناؤں گا" (۱) تھوڑے ہی دنوں میں معلوم ہوا کہ حرم سرا میں راجہ بھاٹا مل کی بیٹی راجہ مان سنگھ کی پھوپھی کو حل ہے۔ بادشاہ سبکدہست خوش ہوئے اور بیگم مذکور کو حرم شیخ میں بھیج دیا۔ خود بھی گئے۔ اور اُس وعدہ کے انتظار میں چند روز حضرت شیخ کی ملازمت میں رہے۔ اور رنگ محل کی عمارت شیخ کی جوہلی اور خانقاہ کے پاس بنوانی شروع کی۔ اور شیخ کے واسطے ایک جدید عالیشان خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ (۲)

پیدائش جہاگیر
شاہزادہ مراد

۱۷۔ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو جہاگیر اور ۳ محرم ۹۷۸ھ کو شاہزادہ مراد اسی مکان میں پیدا ہوا۔ دونوں مرتبہ بڑی بڑی خوشی کے سامان ہوئے۔ اور تمام ممالک محروسہ کے قیدی آزاد ہو گئے۔ دونوں دفعہ اکبر، آگرہ سے اجمیر شریف تک پیادہ پاشکرا لے کر گئے۔ وہاں

(۱) توزک جہاگیر، مطبوعہ علیگڑھ ۱۸۷۳ء صفحہ ۱

(۲) اکبر نامہ مطبعہ نوکلشور لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۲۶۷-۲۶۸۔ دربار اکبری صفحہ ۷۹۲-۷۹۳۔ منتخب التواریخ وغیرہ

بھی عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ پورے دو برس بعد ۱۶۔ بیچ الاولیٰ ۹۹۹ھ کو اکبر حضرت شیخ کے مکان پر تشریف لائے۔ دونوں شاہزادوں کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔ اسی دن حکم دیا۔ ”کہ دیوان دولت اور شبستان حشت کے لئے قصر اے عالی تعمیر ہوں۔ تمام امرا و بزرگ اعلیٰ سے لیکر اونی تک سنگین اور گچکاری کی عمارتوں سے محل اور مکان آراستہ کریں سنگین اور چوڑے چوڑے بازار۔ اوپر ہوا دار بالا خانے نیچے مدرسے خانقاہیں اور حمام گرم ہوں۔ شہر میں خانہ باغ۔ باہر باغ لگیں۔ شرفا۔ غریبا ہر پیشہ کے لوگ آباد ہو کر دلچسپ مکانوں اور دلکش دکانوں سے شہر کی آبادی بڑھائیں۔ گرد شہر کے پتھر اور چوٹے کی فصیل کا دائرہ کھینچیں“ (۱) اکبری حکم کیا تھا سلیمانی حکم کا جلوہ تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں دیووں اور پریوں نے طلسماتی شہر بنا کر کھڑا کر دیا۔ آج بھی ستیا جان عالم دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ اس قدر جلد کس طرح اتنی عالیشان اور نفیس عمارتیں تیار ہو گئیں۔ کوئی سمجھ نہیں سکتا کہ ایسا ناول کی کارستانی ہے یا واقعی دیووں اور پریوں کی مینا کاری ہے۔ چونکہ بابر نے رانا ساٹھا پر بیس فتح پائی تھی لہذا اکبر نے مبارک شکون سمجھ کر فتح آباد نام رکھا تھا۔ پھر فتح پور مشہور ہو گیا۔ اور بادشاہ کو بھی یہی منظور ہو گیا۔ اور کاغذات شاہی میں دار الخلافہ۔ دار السور۔ دار النور۔ دار السلطنت۔ دار الاقبال کے خطاب کے ساتھ لکھا جانے لگا۔ جہانگیر نے لکھا ہے۔ ”کہ والد بزرگوار نے موضع سیکری کو جو میری جاے پیدائش ہے مبارک سمجھ کر اپنا پائے تخت مقرر کیا۔ اور ۱۲۔ ۱۵ برس کی مدت میں تمام پہاڑ اور جنگل میں جس میں سوائے درندوں کے کسی کا گزر بھی نہ ہوتا تھا۔ عالیشان اور نفیس عمارتیں۔ سرسبز باغات اور سیرگاہیں تعمیر ہو کر ایک بڑا شہر آباد ہو گیا جو گجرات کی فتح کے بعد فتح پور کے نام سے موسوم ہوا۔“ اس مضمون کو منشی دلی الدین صاحب فتح پوری نے کیا خوب ادا کیا ہے ۵

پہلے تھا یہ ایک دشت ویراں	رہتے تھے مدام، وام و دیاں
پرسیکری گاؤں میں کچھ انساں	آباد تھے با دل پریشاں
القصہ یہ ایک مکان ہو تھا	
ویرانہ و دشت چار سو تھا	

اس کوہ کا ناگماں مقدر	چمکا جو مثال مہر انور
ایک برج شرف کا ماہ اس پر	طالع ہوا مثل شاہ خاور
جب گردش و انقلاب نکلا	اس کوہ پہ آفتاب نکلا
یعنی قدم سلیم آیا	اس کوہ پہ بھی کلیم آیا
خضر رہ مستقیم آیا	فیاض و سخی نسیم آیا
مسجد کا جو شوق دل میں آیا	کعبہ سر کوہ پر بنایا
بڑھنے لگی پھر تو زیب و زینت	قائم ہوئی ہر طرف عمارت
لٹنے لگی سلطنت کی دولت	بجئے لگی تنہیت کی نوبت
حضرت کی دعا نے پائی تاثیر	پیدا ہوا خلق میں جہانگیر

علامہ ابوالفضل، آئین اکبری میں لکھتے ہیں۔ ”سرکاریانہ کا ایک گاؤں سیکری دارالخلافہ آگرہ سے ۱۲ کوس کے فاصلے پر واقع ہے اُس کی خوش قسمتی نے جب زور کیا تو جہاں پناہ (اکبر) نے اُس کو تمام شہروں کا سرتاج بنا دیا۔ یہاں ایک سنگین قلعہ تعمیر کر کے اُس کے ایک دروازہ (ہتیا پول) پر پتھر کے ہاتھی نصب کرائے۔ یہ عالیشان محلات سے مزین ہے۔ پہاڑی کی چوٹیوں پر قصر شاہی اور امراے سلطنت کی عالیشان حویلیاں ہیں۔ نیچے میدانوں میں کوسوں تک بے شمار پرفضا باغات اور موسم گرما میں ہوا خوری کے واسطے بارہ دریاں بنی ہیں۔ جہاں پناہ نے ایک مسجد۔ مدرسہ۔ خانقاہ اور ایک مقبرہ (درگاہ حضرت شیخ سلیم چشتی م) ان ہی پہاڑیوں پر تعمیر کرایا ہے۔ یہاں کی عمارات کی خوبصورتی اور دلربائی اور صنعت کو دیکھ کر سیاحان دور نزدیک محو حیرت ہوتے ہیں۔ روئے زمین کی کوئی عمارت قصرائے شاہی کی شان و شوکت کو نہیں پہنچتی۔ شہر کے پاس ہی شاہی چوگان اور شکار کھیلنے کا میدان ہے اُسی میں ایک مینار (حرم مینار یا ہرن مینار) بنا ہے جس پر بیٹھ کر حضور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھا کرتے ہیں۔ خدا نے

اپنے فضل و کرم سے پتھر کی کان بھی ہیں اور پ بانس میں سنگ سرخ کی کان ہے جو اُس وقت
 فتحپور سے ۲۰ کوس اور اب ۵ کوس پر ہے) پیدا کر دی ہے جس میں سے جتنا چاہو پتھر لیلو۔
 یہاں کی عمارات کے کل ستون اور پٹیاں ہیں کے پتھر کی ہیں جنہیں گویا خداوند قدیر نے
 جہاں پناہ ہی کے واسطے امانت رکھا تھا۔ عمدہ ریشمی کپڑے کے کارخانے حضور کے ایما سے یہاں
 جاری ہیں اور ہر قسم کے اہل فن و ہنر اور باکمال صنائع اس جگہ حضور کی سرپرستی میں جمع ہیں۔
 ایک عالیشان سنگین بازار بھی تعمیر کرایا ہے۔ غرض کہ اس شہر کی خوبصورتی اور خوش نمائی کو
 دیکھ کر تمام دنیا کے بڑے بڑے شہر اس پر رشک کرتے ہیں۔ جہاں پناہ نے خود اس کا نام
 فتح آباد رکھا تھا مگر رعیت نے اس نام کو پسند نہیں کیا اور درخواست کی کہ ہم اپنے شہر کا نام
 فتحپور رکھنا چاہتے ہیں۔ رعیت کے دلدادہ بادشاہ نے اُن کی درخواست کو بخوشی منظور کیا۔
 چنانچہ اب یہ فتحپور کے نام سے موسوم ہے۔“

اب اسے اتفاق وقت کئے یا جو کچھ خیال کیجئے کہ فتحپور کا دار الخلافت ہونا اگر کو بہت مبارک
 ثابت ہوا اور روز بروز فتوحات تازہ ہونے لگیں۔ ۹۹۹ھ ہی میں گجرات فتح ہو کر دکن کا
 راستہ صاف ہوا۔ دوسرے سال خان اعظم صوبہ دار گجرات کو باغیوں نے قلعہ بند کر دیا تو گجرات
 اکبر کو عرضی لکھی۔ بادشاہ فتحپور میں دربار کر رہا تھا کہ دفعۃً یہ حال معلوم کر کے کھڑا ہو گیا اور
 چیدہ چیدہ سپاہیوں اور سرداروں کو ساتھ لیکر سائنڈنیوں پر سوار ہو گیا۔ اور ۳۷ دن کا
 راستہ ۷ دن میں طے کر کے گجرات جا پہنچا۔ فیضی نے اس سفر کا فوٹو کیا خوب اُتار ہے

بہ یک ہفتہ تا احمد آباد رفت	تو گوی کہ بر مرکب باد رفت
یہاں پر شتر ترکش اندر کمر	شتر چوں شتر مرغ در زیر بر
اکبر کے پہنچتے ہی میدان صاف ہو گیا۔ جب وہ احمد آباد وغیرہ کی مہمیں فتح کر کے پھر آو فتحپور سے کئی کوس آگے اُمر استقبال کو حاضر ہوئے۔ فیضی نے سب سے آگے بڑھ کر غل پڑھی۔	
نسیم خوش دلی از فتحپور سے آید	کہ بادشاہ من از راہ دور سے آید
چہ دولت است قدوش کہ ہرم از دل خلق	ہزار گونہ طرب در ظہور سے آید
خجستہ باد بسلام قدوم او فیضی	کہ عالمی بمقام حضور سے آید

دوسری سال صوبہ بنگالہ فتح ہوا۔ اس فتح کے شکرانے میں بادشاہ فقیہ پور سے اجیر گئے۔ دو بڑے نقارے جو لوٹ میں آئے تھے وہاں نذر چڑھائے۔ اس کے بعد کابل۔ قندھار۔ غزنی۔ کشمیر۔ مٹھ۔ سواہ پیر۔ بکور۔ تیرہ۔ بگش۔ اڑیسہ وغیرہ فتح ہو کر کل ہندوستان میں اکبری پھیرہ اڑنے لگا۔

فقیہ پور کی تاریخ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ احکام اکبری جو اس عہد کے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں ہمیں سے جاری ہوئے چنانچہ ۹۸۴ھ کے بس ویش میں جزیہ اور جنگی کا محصول جس کا محاصل کئی کروڑ روپیہ ہوتا تھا معاف کیا گیا۔ ۹۸۹ھ میں دفتروم شماری قائم ہوا۔ اسی سال حکم ہوا کہ تمام شہروں اور منزلوں میں جا بجا دو دو مقام مقرر ہوں کہ ہندو مسلمان وہاں کھانا کھائیں اور سامان آسائش سے آرام پائیں۔ ۹۹۰ھ میں ہمیں سے شفا خانوں کی ابتدا شروع ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اکبر کو فقیہ پور کی رونق اور آبادی و زیبائی اور اعزاز کا اس قدر خیال تھا کہ جب کل مالک محروسہ کی پیمائش اور جدید بند و بست کی تجویز ہوئی تو فقیہ پور ہی کو مرکز قرار دیکر چاروں طرف کی پیمائش کا حکم دیا۔ پہلے موضع کا نام آدم پور۔ پھر شیٹ پور۔ ایوب پور وغیرہ وغیرہ ہو کر یہ ٹھہری کہ تمام موضع پیغمبروں کے نام پر ہو جائیں۔

یوں تو اکبری عہد میں ہمیشہ فقیہ پور میں دن عید۔ رات شب برات کا مضمون رہتا تھا۔ مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد خاص خاص تقریبوں اور نوروز کے موقع پر دھوم دھام سے جشن منائے جاتے تھے۔ لیکن دو مرتبہ جو دھوم دھام اور آرائش و زیبائش ہوئی وہ ضرور قابل بیان ہے۔ اول مرتبہ ۹۸۵ھ میں مرزا سلیمان حاکم بدخشاں کی آمد پر اس قدر مہماں نوازی اور خاطر داری کی گئی کہ نقاروں کی آواز بجا رہی اور سمرقند تک پہنچی۔ مرزا سلیمان تین واسطے سے امیر تیمور کا پوتا تھا۔ ۹۸۳ھ میں وہ اپنے پوتے مرزا شاہ رخ سے تنگ ہو کر دربار اکبری کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں جو خاطر اور مہمان نوازی ہوئی اُسے میں بخوف طوالت نظر انداز کر کے صرف فقیہ پور کا حال قلمبند کرتا ہوں۔ ۱۰۰۰ھ رجب ۹۸۳ھ کو مرزا مذکور نے حدود فقیہ پور میں قدم رکھا۔ اول علما و شرفا و اکابر و مفتی و صدر الصدور۔ پھر امرا اور ارکان دولت۔ پھر خود بادشاہ ۱۰۰۰ھ کو س تک پیشوا

کے واسطے بڑھے۔ پانچ ہزار ہاتھتھی جن پر فرنگی محل اور زربفت کی جھولیں جھول رہی تھیں۔ چاندی سونے کی زنجیریں سونڈوں میں ہلاتے۔ ستر گائے کی سیاہ و سفید ڈھیں سہرا و گردن پر لگتی۔ دو طرفہ برابر قطار باندھے تھے۔ ہزاروں عراقی گھوڑے طلائی اور نقری زینوں اور رصع سازوں سے سجے ہوئے جلوہ گر تھے۔ دو دو ہاتھیوں کے درمیان میں ایک ایک گاؤی چیتہ کی تھی۔ چیتوں کے گلوں میں محل کے سنہرے پٹے۔ اور سونے کی زنجیریں پٹری ہوئی تھیں۔ اور گاڑیوں کے سیلوں کے سروں پر زردوزی کام کے تاج رکھے ہوئے تھے۔ غرض کہ اسی طرح کے ساز و سامان سے تین کوس تک تمام جنگل نگار خانہ بہار بہور ہا تھا۔ دیکھنے والے حیران تھے کہ آج یہ کیا طلسمات ہے کیونکہ آج تک اس انتظام کے ساتھ یہ سامان کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ سپاہی قدم قدم پر تعینات تھے کہ سلسلہ راہ میں کہیں خلل راہ نہ پائے۔ شہر فتحپور کے تمام بازار گلی کوچے صاف شفاف۔ ہر جگہ چھڑکاؤ۔ دکانیں آئین بندی سے آراستہ تھیں عید کا دن معلوم ہوتا تھا۔ شہر کے تمام شرفا کو ٹھوں اور بالالخانوں پر بن سنور کے بیٹھے تھے تماشائیوں کے ہجوم سے بازاروں میں راستے بند تھے۔ مرزا کو جس وقت بادشاہ نظر آئے گھوڑے سے کود پڑا اور آگے بڑھا کہ تسلیم ہی لائے۔ تورہ ترکانہ اور آداب شاہانہ کا آئین ہی تھا۔ مگر اکبر نے قربت اور بزرگی عمر کی رعایت رکھی۔ جھٹ اتر کر جھک کر سلام کیا اور غم و غم کو مگر بغیر کے لئے ہاتھ بڑھائے اور مرزا کو تسلیم و کورنش نہ کرنے دی۔ دولت خانہ انوپ تلاؤ (محل خاص) کے در و دیوار۔ صحن۔ طاق۔ محرابوں میں۔ زرین سائبان۔ پردے۔ گلدار۔ گلستے۔ سونے روپے کے جڑاؤ۔ ایوان و مکانات فرشہائے محلی و قالین آبریشی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ وہاں آکر دربار کیا۔ مرزا کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ جہانگیر بچہ تھا اُسے بھی بلا کر ملا۔ اس کے بعد کھانے کا جلسہ ہوا۔ جب اس سے فراغت پائی تو ہنسیا پول دروازہ کے برج (سنگین برج) میں جہاں نقار خانہ تھا اُنھیں اُتارا۔ (۱) ذرا آنکھیں بند کر کے خیال کرو کہ اُس وقت محل خاص کی کیا حالت ہوگی اور آج کیا ہے۔

اکبر ہر سال نوروز کے دن جشن شاہانہ کے سامان میں فصل بہار کی شان دکھاتا اور

جشن اکبری

سلطنت کا نور و زینت تھا۔ سنہ ۹۹۹ھ کا جشن نور و زہری دھوم دھام اور شان و شکوہ کے ساتھ منعقد ہوا۔ دیوان عام و خاص کے گرد ۱۲۰ ایوان تھے جن کی عمارت کو خوش نما اور بیش بہا پتھروں نے سنگین اور رنگین کیا تھا۔ ایک ایک ایوان ایک امیر یا تدبیر کو عطا ہوا کہ ہر عالی حوصلہ اسے آراستہ کر کے اپنی قابلیت اور علو ہمت کا نمونہ دکھائے ایک طرف دولت خانہ خاص تھا وہ خدمتگاران خاص کے سپرد ہوا کہ آئین بندی کریں۔ تمام مکانات کے در و دیوار کو بڑھگالی بانات۔ رومی و کاشانی محل۔ بنارسی زر بخت و کنو اب۔ سیلے دوپٹے ماش تماش۔ گولٹے پٹھے۔ پیچک۔ مقیش کے خلعت پہنائے۔ کشمیر کی شالیں اڑھائیں۔ ایران و ترکستان کے قالین پاندا زمین بچھائے۔ ملک فرنگ اور چین اور راجپوت کے رنگارنگ پردے۔ نادر تصویریں۔ عجیب و غریب آئینے سجائے۔ شیشہ اور بلور کے کنول۔ مردنگ۔ قندیلیں۔ جھاڑ۔ فانوس۔ قمقمے لٹکائے شامیائے تانے۔ آسمانی خیمے بلند کئے۔ مکانات کے صحنوں میں بہارے آکر گلکاری کی اور کشمیر کے گلزاروں کو تراش کر فچھور میں رکھ دیا۔ فچھور کے علاوہ اگرہ کا بازار بھی آراستہ کیا گیا۔ امرائے عجیب و غریب اور عزیز الوجود چیزوں اسلحہ حرب کے عمدہ عمدہ نمونوں سے اپنے اپنے ایوان آراستہ کئے تھے۔ ہر ایوان کے ساتھ ایک مختصر باغچہ بھی لگایا گیا تھا۔ جشن کیا تھا ملک ملک کے صنائع بدائع کی ایک کامل نمائش گاہ تھی۔ شاہ فتح اللہ شیرازی نے اپنے ایوان میں علوم و فنون کا حلسم باندھ کر ہر بات میں نکتہ اور نکتہ میں باریکی پیدا کی تھی۔ گھڑیاں۔ گھنٹے چل رہے تھے۔ علم ہیئت کے آلات۔ کرے۔ ربع محیب۔ اسطرلاب۔ نظام فلکی کے نقشے اور ان کی مجسم صورتوں میں سیارے اور افلاک چکر مار رہے تھے۔ ہوا کی چلی خود بخود چل رہی تھی۔ آئینہ حیرت نزدیک و دور کے عجائب و غرائب لوگوں کو دکھا کر محو حیرت کر رہا تھا۔ ۱۲ فیروز کی ہندو اور قلعہ شکن توپ ایک جانب لگی تھی۔ دانا یاں فرنگ بھی موجود تھے۔ بیلون کا خیمہ کھڑا تھا۔ آگرگن با جارتکارنگ کی آوازیں سناتا تھا۔ مالک روم و فرنگ کی عمدہ عمدہ صنعتیں اور انوکھی دستکاریاں جاو کا کام اور اچنبھے کا تماشا تھیں۔ انہوں نے تھیٹر کا ہی سماں باندھا تھا۔ جس وقت بادشاہ آکر بیٹھے۔ موسیقی فرنگ نے مبارکبادی کی نغمہ سرائی شروع کی۔ باجے

بج رہے تھے۔ فرنگی ساعت بساعت رنگ رنگ کے برن بدل کر آتے تھے اور غائب ہو جاتے تھے چاروں طرف جدھر دیکھو پرستان کا عالم نظر آتا تھا۔

۱۵۔ صفر ۹۹۹ھ کو نوروز کا جشن شروع ہوا۔ ۱۸ دن تک ہر ایک امیر نے اپنے اپنے ایوان میں بادشاہ کی ضیافت کی اپنے اپنے رتبے کے بموجب پیشکش گزارنے۔ ہزاروں ارباب طرب اور اہل نشاط کے طوائف۔ کشمیری۔ ایرانی۔ تورانی۔ ہندوستانی۔ گویے۔ ڈوم۔ ڈھاڑی۔ میرانی۔ کلاوت۔ گانگ۔ ٹانگ۔ سپروائی۔ ڈوسنیاں۔ پاتریچنبیاں۔ بیڑیاں جمع تھیں۔ دیوان خاص اور دیوان عام سے لیکر نقارخانہ تک جا بجا مقامات تقسیم ہو گئے تھے۔ ہر طرف راجہ اندر کا اکھاڑہ نظر آتا تھا۔ (۱) ابو الفضل لکھتے ہیں۔ نظم

یکے محفل عیش وادند ساز	کہ دوراں نیارو بہ عہد دراز
چو ہنگامہ عیش و جشن نشاط	ہو کس پائے کو یاں بروئے بساط
دکان ہو کس را نظر فتنہ خیز	متاع نظیر را خریدار تیز

اس عظیم الشان جشن میں یہی نہیں ہوا کہ خوب عیش و عشرت منائی گئی ہو بلکہ بہت سے عمدہ آئین و قوانین بھی جاری کئے گئے چنانچہ سراؤں اور شفا خانوں کی تعمیر۔ چھوٹی چھوٹی چڑیاں اور مچھلیوں کے شکار کی ممانعت۔ بازاروں میں دارو عہ کا تقرر۔ تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں وقائع نگاروں کا تقرر۔ بارہ برس سے کم عمر میں شادی خصوصاً ہمبستری کی ممانعت۔ بلا خاص شاہی حکم کے ملازموں کے قتل کی ممانعت۔ اور اسی قسم کے اکثر قوانین اسی جشن کے موقع پر اُمرا کے مشورہ سے منظور ہو کر اجرا ہوئے۔ (۲)

۹۹۹ھ میں پنجاب کے کسی مقام سے ملک الشعراء فیضی راجی علی خاں حاکم خاندان کے پاس بھیجے گئے۔ وہاں سے انہوں نے جو عرضداشت اکبر کے پاس روانہ کی تھی اُس میں تمام راستہ کی حالت۔ جس جس شہر میں گزر ہوا وہاں کی روداد اور دیگر مفصل حالات قلمبند کئے ہیں فتحپور کی نسبت لکھتے ہیں۔ ”چوں ہزار السلطنت فتحپور رسید اول باستان بوسی دولختانہ سرفراز شدہ براے سلامتی حضرت دعا کرد۔ از حقیقت شہرچہ نوید عمارت گلیں ہمہ داخل زمین

فتحپور کی نسبت
فیضی کی تحریر

شدہ دیوار مائے سنگین ایستادہ۔ یہ آتش خانہا و خانہارا بعضے از دور و بعضے از نزدیک نظارہ کرد و عبرت گرفت۔ خصوصاً از خانہ میر فتح اللہ شیرازی کہ بآبستن ہنصد سال مادر ایام اور از او بود۔ دیدہ الہی بود کہ بحضرت کرامت فرمودہ بودند۔ یہ آتشخانہائے حکیم ابوالفتح نیز رسید او ہم یگانہ آفاق بود۔ ازین تعریف چہ بالاتر اکنون وجود برادر گرامیش غنیمت است شایستہ مجلس اشرف است۔ سکنہ مواضع فچپور و پرگنات آں حدود مثل شیخ ابراہیم مردے سے طلبند۔ شیخ یازید پسر شیخ احمد در قبیلہ خود بہ راستی و درستی ذات اکثر صفات انسانی نظیر نداشت و دلایق ایں خدمت است۔ نیک و بد آں حدود میداند و باندک کس کار بسیار می تواند کرد۔ ازینکہ دیگر بیاید بہ او تفاوت بسیار است و خولیشان او ہم انتظام می یابند و موجب مسہوری شہر است و مستعد تر است۔ دوروز در فچپور یا ہماے سینہ خراش جاہ در ماندہ بود۔

اکبر کی وفات

فچپور میں عام طور سے مشہور ہے کہ اکبر صرف ۱۲ برس وہاں مقیم رہا۔ لیکن یہ روایت بالکل غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اخیر زمانہ میں اکبر نے اکبر آباد میں رہنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ^{۱۰۱۱ھ} ^{۱۵۷۱ء} فچپور میں بھی رہنا تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کے بعد اکبر کو پے در پے کئی صدے پہنچے۔ ^{۱۰۱۲ھ} ^{۱۵۷۲ء} میں شاہزادہ سلیم الہ آباد میں بگڑ بیٹھا۔ ^{۱۰۱۳ھ} ^{۱۵۷۳ء} میں اکبر کی ماں مریم مگانی اور ^{۱۰۱۴ھ} ^{۱۵۷۴ء} میں شاہزادہ دانیال نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ۱۱۔ جمادی الاول ^{۱۰۱۵ھ} ^{۱۵۷۵ء} کو اکبر کی طبیعت علیل ہوئی۔ حکیم علی نے جو بڑا صاحب کمال طبیب تھا بہتیرا علاج کیا مگر برابر بیماری بڑھتی اور طاقت گھٹتی گئی۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

افسوس کہ موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ایک دن ہر شخص کو یہاں سے جانا ہے۔ دنیا کی ہر بات میں کلام ہے مگر موت لا کلام ہے۔ آخر کار بدھ کے دن ۱۲ جمادی الثانی ^{۱۰۱۵ھ} ^{۱۵۷۵ء} کو ہندوستان کے اس زبردست بادشاہ کو بھی موت کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور اگر وہ میں اس دارنا پائدار سے انتقال کر کے بہشت آباد (موضع سکندرہ بہشت آباد) کو آباد کیا۔ آصف خاں نے تاریخ کئی

فوت اکبر شہ از قضاے الہ گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

اس میں ایک زیادہ ہے جس کا ترجمہ کسی نے خوب کیا ہے ع الفت کشیدہ ملائک ز فوت اکبر شاہ

فتحپور کی حالت
جہانگیر کے عہد
میں

اکبر کے بعد اگرچہ فتحپور کی آبادی کو تنزل ہونا شروع ہوا۔ لیکن جہانگیری عہد میں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے پوتے نواسے ایسے مدارج اعلیٰ پر پہنچے کہ کم و بیش آبادی کی موجودہ حالت قائم رہی۔ جہانگیر ۲۸ھ ۱۶۱۸ء میں مالوہ اور گجرات کے دورہ سے آگرہ واپس آ رہا تھا راستہ میں معلوم ہوا کہ آگرہ میں طاعون کی بہت کثرت ہے۔ اس وجہ سے فتحپور میں قیام کرنا مناسب سمجھا۔ خود لکھا ہے۔ ”مکرر دولت خواہوں کی عرضیوں سے معلوم ہوا کہ شہر آگرہ میں طاعون کی بہت کثرت ہے کم و بیش سو آدمی روز ضائع ہوتے ہیں۔ اس بیماری کو تیسرا سال ہے۔ موسم سرما میں شدت ہوتی ہے اور گرمیوں میں معدوم ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات سخت تعجب خیز ہے کہ ان تین برس میں جملہ قصبات اور دیہات نواح آگرہ میں یہ بیماری پھیل گئی ہے لیکن فتحپور میں اس کا بالکل اثر نہیں ہے۔ امان آباد (روپ بائس) یہاں سے صرف ڈھائی کوس ہے وہاں اس قدر اس کی کثرت ہے کہ سب آدمی دیگر مقامات کو بھاگ گئے ہیں۔ اس وجہ سے بنظر احتیاط میں نے مناسب سمجھا کہ بیماری کے کم ہونے تک دولت خانہ فتحپور میں مقیم رہوں۔“ غرض کہ ۱۹۔ صفر ۲۸ھ کو جہانگیر کا مقام کول (تالاب فتحپور کے پہاڑ کا شمالی نشیب) فتحپور میں ہوا چونکہ دولت خانہ میں داخل ہونے کی عادت ۲۸۔ صفر ۲۸ھ مقرر تھی لہذا ۸ دن یہاں مقام رہا۔ اس عرصہ میں بادشاہ کے حکم سے کول مذکور کی پیمائش کی گئی تو ۷ کوس کا دور معلوم ہوا۔ تاریخ مذکور کو چار گھنٹہ کی دو چڑھے بادشاہ فتحپور میں رونق افروز ہوئے۔ اسی دن شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو ساتھ لیکر دولت خانہ اکبری کی سیر کی۔ جمعرات کے دن ۱۳ ربیع الاول کو حضرت شیخ سلیم چشتی کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔

جشن جہانگیری

۴۔ ربیع الثانی ۲۸ھ کو جہانگیر نے نوروز کا جشن منعقد کیا۔ یہ جشن بھی اس دھوم دھام سے ہوا کہ جشن جمشیدی کو مات کر دیا۔ ۱۵ دن تک فتحپور میں خوب رونق و زیبائش رہی۔ روز ایک امیر کی طرف سے بادشاہ کی ضیافت ہوتی تھی۔ اور جو اہل گراں بہا اور طرح طرح کے تحائف پیشکش کئے جاتے تھے۔ نو جہاں بیگم بھی ہمراہ تھیں۔ ان کے باپ اعتمد الدولہ اور بھائی آصف خاں نے ایسی قیمتی پیشکش پیش کی کہ ابتداء سے دولت اکبری

بے اس وقت تک کسی امیر کبیر نے پیش نہیں کی تھی۔ اعتماد الدولہ کی پیشکش میں ایک نہایت نفیس طلائی اور نقرئی تخت تھا جس کے پائے شیر کی شکل کے تھے جو تخت کو اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ تین برس کے عرصہ میں چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے صرف سے ہنرمند فرنگی کے اہتمام سے جو فنون زرگری اور حکاکی اور طرح طرح کی دستکاریوں میں اپنا عہدیل و نظیر نہ رکھتا تھا تیار ہوا تھا۔

۲۸۔ ربیع الثانی ۱۱۱۱ھ کو جہانگیر فتحپور سے روانہ ہوئے۔ اس کے بعد شاہجہاں اور عالمگیر بھی اکثر فتحپور میں آئے گئے مگر کوئی خاص تاریخی بات قابل تحریر نہیں ہے۔

محمد شاہ کے عہد تک فتحپور میں کچھ نہ کچھ رونق قائم رہی۔ تمام عمارات شاہی کی حفاظت اور مرمت ہوتی رہی چنانچہ اس عہد میں عبداللطیف نام ایک امیر داروغہ محلات شاہی کے عہدے پر مقرر تھا۔ جب سلطنت میں زیادہ ضعف پیدا ہوا اور چوراسی اور سورج مل جاٹ کی لوٹ کھسوٹ شروع ہوئی محلے کے محلے۔ کوچے کے کوچے ویران ہو گئے۔ سوہارام جاٹ نے جو سورج مل کی طرف سے آگرہ پر قابض تھا رعایا پر بڑے بڑے ظلم کئے۔ آگرہ اور فتحپور کا نہ صرف تمام شاہی سامان ہی لوٹ لیا گیا بلکہ اکثر عمارتیں دہلیہ کی تلاش میں کھود ڈالیں اور قیمتی پتھر ڈیگ۔ گھمیر اور بھرت پور میں ہینچا دیا۔ اس کے بعد کچھ دنوں نجف خان افراسیاب خان۔ ہمدانی خان۔ اسماعیل خان وغیرہ اُمر کا دور دورہ رہا۔ لیکن چند ہی روز میں آپس میں لڑ لڑا کر یہ سب لوگ بھی تباہ ہو گئے۔ بقول شخصے

نجف خان نہ ماندہ نجف خائیش	نہ افراسیاب نہ ہمدانی
----------------------------	-----------------------

اس کے بعد کچھ مدت تک مہاراجہ سیندھیا کی حکومت رہی۔ جس کی یادگاری میں ایک پروانہ درگاہ شریف کے دیہات کی معافی کا شیخ بھل حسین صاحب پیرزادہ کے پاس اب تک موجود ہے جو دواؤں و ہم جادی الثانی ۱۱۷۰ھ جلوس کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۸۰۴ء کے قریب سرکار دہلی کا عمل ہوا۔ اُس وقت سے اگرچہ امن و امان ہو گیا مگر پھر فتحپور کا آباد کرنے والا کون تھا جو کچھ رہی سی آبادی تھی اُس کا بھی بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کے خونخوار غدر میں تباہ ہو گیا۔ تقریباً ایک صدی تک سرکار نے آثار قدیمہ سے بھی کسی قسم کی دلچسپی نہیں لی۔ اس

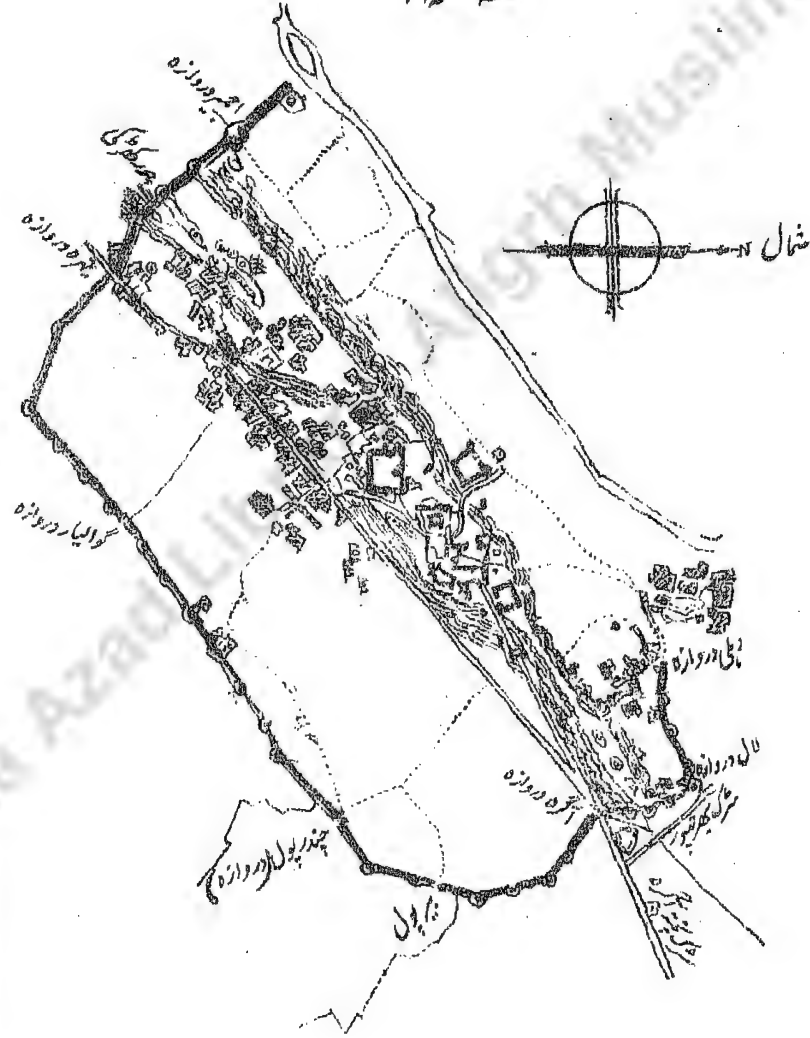
عرصہ میں سیکڑوں۔ ہزاروں نفیس عمارتیں جو اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں حوادث زمانہ اور بیدرو
ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو گئیں۔ اب کچھ مدت سے ان دلفریب اور نادر الموجود
عمارات کے بقیہ طلسماتی آثار اور سحر آمیز نقش و نگار نے گورنمنٹ کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے
چنانچہ جو عمارتیں قابل مرمت تھیں ان کی عمدہ طور سے مرمت ہو کر نہ صرف تاریخی حالات ہی
قلب بند ہونا شروع ہوئے بلکہ تمام عمارتوں کے نقشے اور باقی ماندہ نقش و نگار اور صنایعوں
کے مختلف نمونے نہایت آب و تاب سے صفحہ قرطاس پر جلوہ افروز کئے گئے۔ بلکہ یوں کہئے
کہ گورنمنٹ کی بدولت آب حیات سے سیراب ہو کر بقائے دوام کے مرتبہ پر پہنچے۔ اس
معاملہ میں سب سے زیادہ تعریف اور شکریہ کے مستحق لارڈ کرزن صاحب بہادر والسراے
و گورنر جنرل بہادر ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف تمام ہندوستان کی گذشتہ عمارتوں کی اپنے عہد ہی
میں نہایت شانہ اولو العظمیٰ سے مرمت کرا دی بلکہ ہمیشہ کے واسطے آثار قدیمہ کی حفاظت
کا ایک مستقل قانون نافذ کر کے ایک وسیع محکمہ اُس کی مرمت اور نگہداشت کے واسطے
مقرر فرمایا۔

فنجپور کی موجودہ آبادی مردم شماری ۱۸۷۱ء کی بموجب ۱۸۷۱ء ہے۔ اس آبادی کا
کچھ حصہ پہاڑ پر اور کچھ حصہ پہاڑ کے نیچے جنوب کی جانب آباد ہے۔ پہاڑ کے شمالی جانب
تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی ندی جو کھاری ندی (۱) کے نام سے موسوم ہے بہتی ہو
تین طرف ایک سخت کنگورے دار فصیل ہے جس کا دور چہ میل کا بیان کیا جاتا ہے۔ گوشہ
شمال و مغرب میں فصیل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہاڑ کے اوپر دو منزلہ
سہ منزلہ سے لیکر تین منزلہ نو منزلہ تک برابر عمارت بنی ہوئی تھی اسی وجہ سے اس جانب
فصیل نہیں بنائی گئی۔ فصیل کے ہر موڑ پر برج بنے ہیں اور حسب ذیل آٹھ سنگین عالیشان
دروازے ہیں جن کے اندر اور اوپر محافظین کے آرام و آسائش کے واسطے عمارتیں
بنی ہوئی ہیں۔ دہلی دروازہ۔ لال دروازہ۔ آگرہ دروازہ۔ بیرپول (دروازہ)۔ چندرپول
(دروازہ)۔ گوالیار دروازہ۔ تیرہ دروازہ۔ اجمیری دروازہ۔ تیرہ اور اجمیری دروازہ
کے درمیان میں پہاڑ پر ایک معمولی دروازہ اور ہے جو چور کھڑکی کے نام سے موسوم ہے

فنجپور کی گذشتہ
اور موجودہ آبادی
کا مقابلہ

فنجپور کی سخت
فصیل اور دروازے

نقشہ پلان عمارات فتحپور سیکری
جس میں فصیل اور اس کے دروازے دکھائے ہیں
شعبہ ۱۶



مفتی عابد علی ایسٹوئی لکھنؤ

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

پرب دروازے اس قدر بلند ہیں کہ ہاتھی مع عماری کے بخوبی نکل سکتا ہے۔
 اکبری اور جہانگیری عہد میں اس فصیل کے اندر اس قدر گھسان آبادی تھی کہ اُسے
 عظیم الشان کو بھی اس کے اندر جگہ دستیاب نہ ہوتی تھی۔ اکبر کے عہد میں فصیل کے ارد گرد
 بھی کوسوں تک آبادی چلی گئی تھی جس کے نشانات اب تک نمایاں ہیں۔ مشرق میں جو موضع
 منڈوی گڑ کے نام سے موسوم اور اب آگرہ دروازہ سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے
 فتحپور کا ایک محلہ تھا۔ اسی طرح جنوب و مغربی گوشے میں موضع منڈوی مرزا خاں تک جو اب
 تیرہ دروازہ سے ڈھائی تین میل کے فاصلے پر ہے فتحپور کی آبادی تھی۔ اس حساب سے شرقاً
 غرباً ۶-۷ میل سے زیادہ جگہ میں فتحپور آباد تھا۔ جہانگیر نے اپنے عہد میں روپ بالنس اور فتحپور
 کا درمیانی فاصلہ ۲۰ کوس لکھا ہے اب موجودہ آبادی سے روپ بالنس ۵ کوس کے فاصلے
 پر آباد ہے۔

اب یہ حال ہے کہ آگرہ دروازہ میں گھٹے ہی کھنڈر نظر آنا شروع ہوتے ہیں۔ کسی قصر
 کی دیواروں کے آثار باقی ہیں۔ کسی کا صرف دروازہ ہی کھڑا رہ گیا ہے۔ کسی جگہ پتھر اور چوڑے
 کانبار لگا ہوا ہے۔ کسی مکان کا حاتم باقی رہ گیا ہے۔ غرض کہ جس کا جو کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے
 وہ ایک عبرت کدہ ہے کہ راستہ چلنے والے مسافروں اور آثار قدیمہ کے عاشقوں کو آٹھ آٹھ
 آنسو رولانا اور سر اٹے فانی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کرتا ہے فصیل کے اندر اور
 باہر جہرہ دیکھو کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی پرفضا بارہ دریوں اور عالیشان محلوں
 میں انسان کے بجائے زلغ وزغن کا بسیرا اور بوم کا پہرا ہے۔ افسوس

کل جہاں پر تھما بلبلوں کا ہجوم	آج اُس جا ہے آشنیاں بوم
کل جہاں پر شکوفہ و گل تھے	آج دیکھا تو خار بالکل تھے
صرف نقار خانہ اور درگاہ شریف کی درمیانی عمارتیں کسی قدر اچھی حالت میں ہیں کہ جن کی بلند چوٹیوں اور میناروں پر	
صبح کو طائرانِ خوش الحان	پڑھتے ہیں گلِ منِ علیہما فان
غیرتِ حورِ مہ جہیں نہ رہے	نہیں مکاں گر تو وہ مکیں نہ رہے

فچپور کی گزشتہ عمارات کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک ۴۰-۵۰ سے زیادہ صرف تمام ہی موجود ہیں۔ منشی ولی الدین صاحب نے خوب مدوجزر لکھا ہے ۵

گلزار تھا فچپور ایک دن	بے خار تھا فچپور ایک دن
دربار تھا فچپور ایک دن	دربار تھا فچپور ایک دن
باقی ہے مکاں مگر میں نہیں ہے	خاتم ہے مگر نگین نہیں ہے
فردوس کا باغ تھا کبھی یہ	گلزار کا داغ تھا کبھی یہ
ہر غم سے فراغ تھا کبھی یہ	دہلی کا چراغ تھا کبھی یہ
اب تو فقط ایک کھنڈر پڑا ہے	اس گھر کو فلک بھی رو رہا ہے
تھا معدن زر کبھی یہ مسکن	تھا گنج گھر کبھی یہ مسکن
تھا جائے ظفر کبھی یہ مسکن	تھا روح بشر کبھی یہ مسکن
ولسوز تھا ہر دیار اس کا	مداح تھا شہر یار اس کا

باب دوم

درگاہ شریف مع عمارات ملحقہ بالائے کوہ درگاہ شریف

فچپور کی تمام عمارتوں کی جان، روح، عنصر، جو کچھ سمجھو یہ عمارت ہے۔ جو صفت و رفعت، عزت و عظمت ہر لحاظ سے نہ صرف یہاں کی عمارات میں سب سے اوّل درجہ پر ہے بلکہ اکبری عہد کی تمام تعمیرات پر خاص فوقیت رکھتی ہے اور اس عہد کے آثار قدیمہ کا سب سے

بہتر نمونہ ہے۔ بڑے بڑے جہان دیدہ سیاح اور مؤرخین کا بیان ہے کہ دنیا میں ایسی عمارتیں بہت ہی کم ہیں۔ اس کی اصلی خوش نما ہیئت کو لفظوں کے فوٹو میں اُتارنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جب کوئی سیاح یا ناواقف آدمی اسے باہر سے دیکھتا ہے تو ایک چھوٹا سا قلعہ تصور کرتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جب ۹۶۶ھ میں ہمالگیر کی والدہ ماجدہ کو محل کے آثار معلوم ہوئے تو اکبر نے انہیں حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے گھر بھیج دیا اور حضرت کے واسطے ایک عالیشان خانقاہ اور مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ یہ وہی خانقاہ اور مسجد ہے کہ پانچ لاکھ روپیہ کے صرف سے پانچ برس کے عرصہ میں بن کر تیار ہوئی۔ اسی عرصہ میں کہ مسجد تیار ہو کر خانقاہ تعمیر ہو رہی تھی اور شہر بہشت بریں بتا چلا جاتا تھا حضرت شیخ نے اس دارنا پائدار سے سفر آخرت اختیار کیا اور اسی خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ اُس وقت سے یہ درگاہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ ملا عبد القادر بدایونی جو اکبر کے امام تھے اپنی تاریخ منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں کہ اس مسجد اور خانقاہ کی تاریخ میں نے اس طرح نکالی ہے۔

هٰذِهِ الْبَقْعَةُ الْمَسْلُومَةُ	سَرَفَ اللَّهُ فَتَدْرِبُ بَابَهَا
قَالَ رُوحُ الْأَمِينِ تَارِيخًا	كَأَيُّ مَرِي فِي الْبِلَادِ تَارِيخًا

دوسری تاریخ یہ ہے بیت معمور آمدہ از آسماں

یہ عالیشان عمارت پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی پر تعمیر کی گئی ہے۔ اس پہاڑ کی تعریف میں ایک شاعر کہتا ہے

خوشا کوہ فرخندہ فقیہ	کہ پیداست از وسع تجلی طور
منازل براں کوہ پیداست	چو بر آسماں خانہ مای بہشت
ہمسہ خانہ روشن و دلپذیر	چو دلماسے پیران روشن ضمیر

چونکہ سطح برابر نہیں تھی اس وجہ سے جہاں جہاں ضرورت تھی اُن گڑھ پتھروں اور موٹے ٹوٹے چوٹے سے ستون کھڑے کر کے یہ خانے اور والان بنا کر سطح برابر کی گئی ہے۔ اس کے اوپر کل سنگ سرخ کی عمارت ہے۔ مغربی جانب جامع مسجد باقی تینوں طرف خانقاہ کے حجرے

درگاہ شریف کی
یکجائی ہیئت

اور ان کے آگے سرو قد ستونوں کے ایوان یا برآمدے بنے ہیں جو فرش سے افٹ ۱۰ انچ کی کرسی پر بنائے گئے ہیں۔ حجروں کی چھت لداؤ کی پٹی ہے اور برآمدوں کی چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں سنگ سرخ کی پٹیوں سے پائی گئی ہے۔ یہ برآمدے تینوں طرف ۳۰ فٹ ۳ انچ چوڑے ہیں۔ ان میں خوش مذاق اور کھڑکیاں اور محرابدار دروں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ باہر کے محرابدار در کے سامنے ایک حجرہ ہے۔ ہر ایک ۱۰ فٹ ۱۰ انچ لمبا اور ۱۰ فٹ ۱۰ انچ چوڑا۔ اندر طاق اور بعض بعض میں روشندان کھلے ہیں اور چوٹے کی استرکاری ہے۔ برآمدوں میں سرخ رنگ پر سفید دھاری کے جال اور کچھ نقش و نگار بنے تھے جس کا کچھ نمونہ جنوبی جانب کے برآمدہ میں حال میں دکھایا گیا ہے۔

کل درگاہ کے برآمدہ کے محراب دار دروں اور اندرونی حجروں کی تفصیل اور تعداد حسب ذیل ہے۔ مسجد کے حجرے اور در اس کے علاوہ ہیں۔

دروں اور حجروں کی تفصیل اور تعداد

در	حجرے
۱۱ + ۳ (بلند دروازہ کے در) = ۱۱ + ۲۵	جانب جنوب ۱۲ + ۱۳ = ۲۵
۱۳ + ۱ (بادشاہی دروازہ کا در) = ۱۳ + ۲۷	جانب مشرق ۱۵ + ۱۵ = ۳۰
۸ + ۲ (چھوٹے در) = ۱۳ + ۲۳	جانب شمال ۱۰ + ۱۴ = ۲۴
۳ + ۳ (مسجد کے ارد گرد) = ۴	جانب مغرب ۳ + ۳ = ۴
۸۱	۸۶

برآمدے کے آگے دو ہر اچھے لگا ہے جس کے اوپر دیوار پر ۱۲ خوبصورت برجیاں (گنبدیں) اس تفصیل سے مزیق ہیں جنہوں نے اس عمارت کی خوش نمائی کو دوبالا کر دیا ہے۔ ہر برجی ۳ فٹ ۱۱ انچ x ۳ فٹ ۱۱ انچ ہے۔

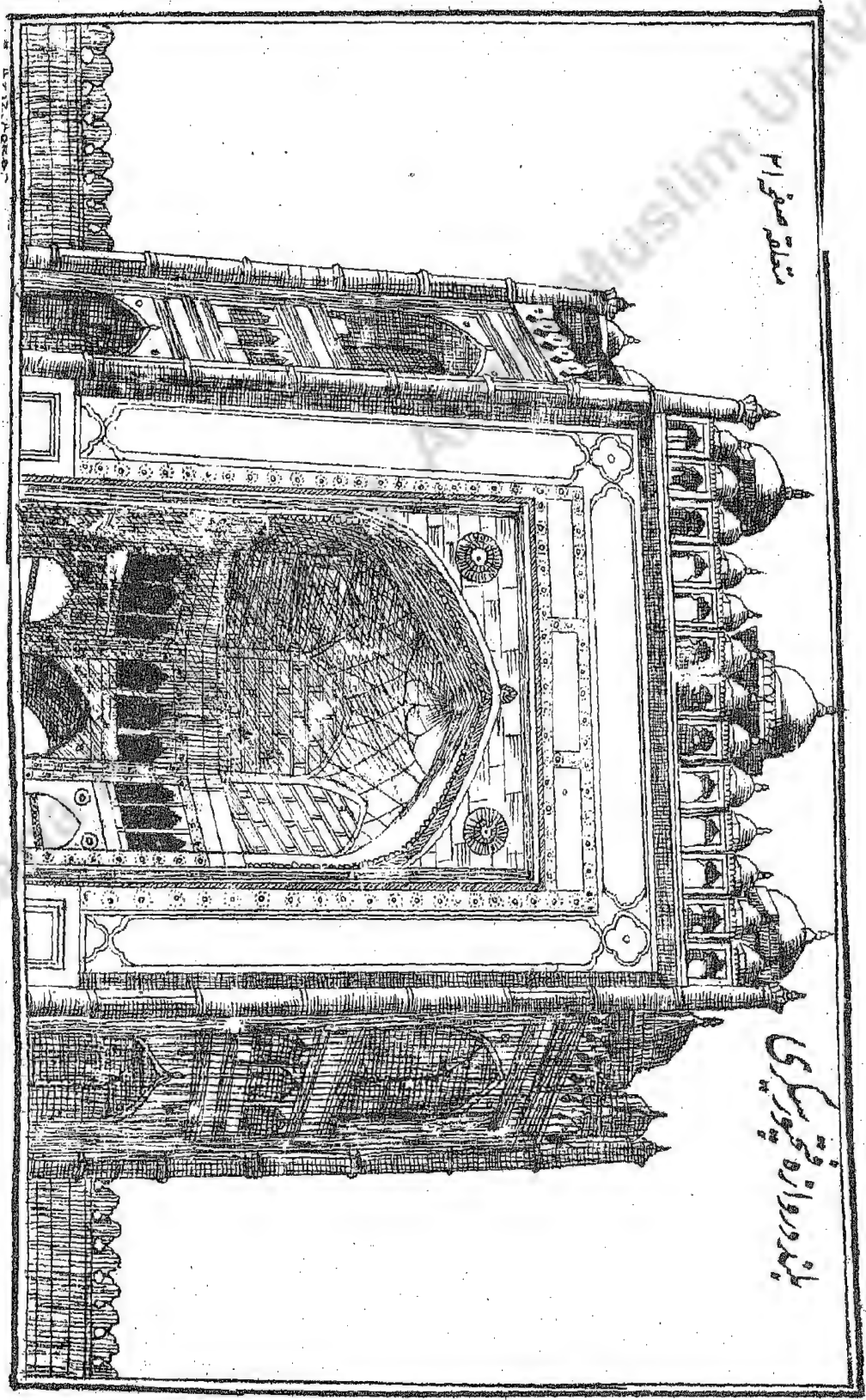
گنبدیں

۸ + ۵ (زنانہ روضہ کے دروازہ پر) = ۱۳ + ۲۴	شمال
۱۳ + ۳ (بادشاہی دروازہ پر) = ۱۳ + ۲۹	مشرق
۱۰ + ۱۵ (بلند دروازہ پر) = ۱۰ + ۲۵	جنوب
۱۴ + ۵ (مسجد کے پیش طاق پر) = ۱۴ + ۳۶	مغرب
۱۲۶	



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

منطقہ صفحہ ۳۱



ہندوستان کا پورٹریٹ

اسی طرح ۲۲ برجیاں بلند دروازہ کے سب سے بالائی حصہ پر بیرونی جانب ہیں اور
 $۱۰ + ۸ + ۸ = ۲۶$ برجیاں نواب اسلام خاں کے روضہ کے گنبد کے اطراف میں پرا بانڈھے
 کھڑی ہیں۔ یہ برجیاں نواب اسلام خاں کی تعمیر کردہ بیان کی جاتی ہیں۔ شب ہائے عرس اور
 ایام متبرکہ کے موقع پر ان برجیوں کے اندر ایک ایک شمع رکھ کر چاروں طرف رنگ برنگ کے
 کپڑوں سے منڈھ دی جاتی تھیں۔ اُس وقت رنگارنگ کی روشنی عالم فانوس کو مات کر کے
 عجیب و غریب منظر پیش کرتی تھی۔

چھت پر باہر کی جانب ۱۰ فیٹ بلند پردہ کی دیوار ہے۔ اُس کے اوپر نہایت خوبصورت
 کنگورے جن پر سبز رنگ کی نفیس دھاریاں دی گئی ہیں نصب ہیں۔ یہ ۴ فیٹ ۴ انچ بلند ہیں
 مشرقی دیوار کے دونوں کناروں پر برج بنے ہیں جن کے اوپر بہشت پہل گنبد دار برجیاں بنی ہوئی
 ہیں۔ ہم نے جنوبی برج سے درگاہ کی دیوار کی پیمائش کی تو کنگورے تک ۸ فیٹ کی
 بلندی معلوم ہوئی۔

درگاہ میں دو بڑے اور دو چھوٹے دروازے ہیں۔ صدر دروازہ جنوب کی جانب ہے
 جو بلند دروازہ کے نام سے موسوم ہے۔ مشرق کا دروازہ بادشاہی دروازہ کہلاتا ہے۔ تیسرا
 چھوٹا دروازہ جہاں سے سنگتراش کی مسجد اور بالے میاں کے مزار کو راستہ گیا ہے کھڑکی دروازہ
 مشہور ہے یہ مغرب رخ مسجد کے جنوبی جانب واقع ہے۔ چوتھا دروازہ مغرب کی طرف مسجد کے
 شمالی جانب ہے یہ بھی کھڑکی دروازہ کے نام سے موسوم ہے۔

صحن شرقاً غرباً ۳۴ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۴۴ فیٹ ہے۔ اس میں ۱۰۰ فیٹ کے قریب
 جو مسجد کے آگے ہے کسی قدر بلند ہے۔ کل صحن میں سنگین فرش ہے۔ شمالی جانب حضرت
 شیخ سلیم چشتیؒ اور نواب اسلام خاں کا مقبرہ اور زنانہ روضہ ہے۔
 اب ہم ابتدا سے کل عمارت کا تفصیلوار حال بیان کرتے ہیں۔

بلند دروازہ

سب سے پہلے بلند دروازہ ہے۔ جو بلحاظ خوش نمائی اور بلندی کے بے نظیر سمجھا جاتا ہے۔
 یہ نیچے سے اوپر تک سنگین ہے۔ چونکہ پہاڑ کی سب سے زیادہ بلند جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے

بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرا پہاڑ ہے کہ پہاڑ پر دھرا ہے۔ برسات کے موسم میں جبکہ آسمان پر ابر چھایا ہوا ہو اس کے اوپر سے روضہ تاج محل (ممتاز محل) بخوبی نظر آتا ہے۔ یہ دروازہ سب سے اخیر میں تعمیر ہوا ہے۔ اس کی تعمیر کی تاریخ مصرعہ ذیل سے نکلتی ہے:

شدہ رشک طاق شہر بلند

پہاڑ پر اوّل ۲۸ سیڑھیاں چھوٹی چھوٹی بنی ہیں جن پر چڑھ کر وہ پختہ سڑک ملتی ہے جو بلند دروازہ تک بنائی ہے اس کے بعد اول ایک چڑھاؤ کا راستہ ہے جس کے بعد تینوں طرف ۳۲-۳۲ بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہیں جنہیں طے کر کے بلند دروازہ کے آگے کے سنگین چوترہ پہنچتے ہیں۔ یہ چوترہ شرقاً غرباً ۸۴ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۵۲ فیٹ ہے۔ اس کے وسط میں سنگ سرخ اور سنگ سفید کے ٹکڑوں سے ایک خوبصورت مربع شکل کی شطرنجی بنی ہے جس کا ہر ضلع ۲۰ فیٹ ۳ انچ ہے۔ اس کے بعد چار سیڑھیاں چڑھ کر ۴ فیٹ ۳ انچ کی بلندی پر دروازہ کے آگے کی دہلیز ہے۔ یہ شرقاً غرباً ۳۴ فیٹ ۴ انچ اور شمالاً جنوباً ۲۴ فیٹ ۵ انچ ہے۔ اس کے وسط میں ایک پھول نصف دائرہ کی شکل کا سنگ سرخ میں سنگ سفید کی بچے کاری سے بنایا گیا ہے۔ دہلیز کے اوپر بلند دروازہ کا پیش طاق ہے جو ۵ فیٹ ۵ انچ چوڑا ہے۔ پیش طاق کے دونوں بازوؤں پر ۱۴-۱۴ فیٹ چوڑے پل پائے ہیں جن کے حصہ زیریں میں سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ کی نہایت نفیس بچہ کاری ہے اور اُس کے اوپر بہت باریک جالیدار کٹاؤ کا کام ہے۔ اسی کٹاؤ کے درمیان میں پیش طاق کی پیشانی اور اطراف میں نہایت بڑے بڑے اور اُبھرے ہوئے حروف کا یہ کتبہ عربی خط میں منقوش ہے مشرقی بازو کے نیچے جہاں سے کتبہ شروع کیا ہے کتبہ نویس کا نام اس طرح پر درج ہے۔

”کتبہ ہذا لکھا ہے حسین بن احمد چشتی“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوشخط کتبہ حضرت شیخ کے خلیفہ خواجہ حسین چشتی کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔

وَسَيُنْزِلُ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءَهُمْ وَسَيُفْتَحَتُ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ
اور جو لوگ (دنیا میں) اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے اُن کو (یعنی) ٹولیاں بنائے کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب (یہ لوگ) بہشت کے پاس پہنچیں گے
اور اس کے دروازے (تو اُن کے لئے پہلے ہی سے) کھلے ہوئے (تو اُن کی بڑی آؤ بھگت کی جائے گی) اور بہشت کے ٹکڑے اُن سے سلام ملے گا کہ کہیں گے کہ تم (بڑے)

کتبہ بیرونی
بلند دروازہ

فَكَادُخَلُّوهَا خَلْدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَ قَوْلَا

تو بہشت میں ہمیشہ (ہمیشہ) کے لئے داخل ہو اور (یہ لوگ) کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا

وَعْدَهُ ۚ وَآوَرَّتْنَا الْاَرْضَ مَنْ نَّبَوْنَا مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَسَاوْطُ فَنِعْمَ

اور ہم کو (بہشت کی سر) زمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں۔ تو (نیک) عمل کرنے والوں کا (کیا ہی)

اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ۝ وَتَرٰ الْمَلٰٓئِكَةَ حَٰقِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ

اچھا اجر ہے۔ اور (اے پیغمبر اُس دن تم) فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد اگر دھڑکتے ہوئے (کھڑے ہیں اور) اپنے پروردگار کی

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَفِیْہُمْ بِیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعریف کے ساتھ اُس کی تسبیح (و تقدیس) کرتے ہیں اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور (سب کچھ ہم پر آکر عطا فرماتے ہیں) خدا (اپنے)

(پارہ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۸) سَتَرِیْہُمْ اِیْتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِہُمْ

عقربہ ہم ان لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیوں (دنیا کے) اطراف میں (بھی) دکھائے گا اور ان کے اپنے درمیان بھی

حَتّٰی یَتَبَيَّنَ لَہُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّکَ اَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ (قرآن) برحق ہے (لے پیغمبر کیا) تمھاری تسبیح (یہ بات کافی نہیں کہ تمھارا پروردگار ہر چیز کا شاہد (حال) ہے

شَہِیْدٌ ۝ اَلَا اِنَّہُمْ فِیْ صُرٰٓتِہٖ مِنْ لَقَاۗءِ رَبِّہُمْ اِلَّا اَنۡتَ بِکُلِّ

سنو جی یہ (لوگ تو) اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے ہی شک میں (پڑے) ہیں۔ سنو جی خدا کا علم اور اُس کی قدرت (

شَیْءٍ حَیْثُ ۝ (پارہ ۲۵ سورہ حم سجدہ رکوع اخیر) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَا

ہر چیز پر حاوی ہے بیشک جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار

اللّٰہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمْ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

ہے پھر (اسی عقیدے) پر جمے رہے (دستے وقت) اُن پر (رحمت کے) فرشتے نازل ہوں گے (اور اُن سے کہیں گے کہ) (آئندہ کے لئے)

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَوْابِشُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۝ اَحْبَبَ

نہ تو کسی طرح کا) اندیشہ کرو اور نہ (گرتے کے لئے کسی طرح کا) رنج کرو اور بہشت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اب اُس کی خوشیاں مناؤ دنیا کی زندگی

اَوَّلٰیئُوْکُمْ کُمْ فِی الْحٰیوٰۃ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ (پارہ ۲۴ سورہ حم سجدہ رکوع ۸)

میں بھی ہم (محکم خدا) تمھارے (حاجی) مددگار تھے اور آخرت میں بھی (ہوینگے)

پہل پاؤں کے دونوں گوشوں پر سات سات سنگین ستونوں کے منارہ نصب ہیں۔ جن کے اوپر

خوش ناکلہ سے مڑتے ہیں۔ پیش طاق کے دونوں طرف دو نفیس اُبھرے ہوئے پھول

سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے بنے ہیں جنہیں مقامی اصطلاح میں دروازہ کی آنکھوں کے

نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پیش طاق کے اندر پانچ پہل قائم کر کے اُس میں دروازوں

اور ان کے ساتھ اُس کی تسبیح (و تقدیس) کرتے ہیں اور لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور (سب کچھ ہم پر آکر عطا فرماتے ہیں) خدا (اپنے)

(پارہ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۸)

اور دروں کے نشان بنا دئے ہیں جن میں نہایت خوبصورت کنگورہ دارمحرابیں اور خوش نما پھول اور بیلین بنی ہیں اور اطراف میں سنگ مرمر کی نہایت نفیس کچے کاری ہے۔ درمیان کے تینوں دروں کے اوپر تین تین محرابدار دروں کی شش‌نشین بنی ہوئی ہیں جن کا ذکر آئندہ مناسب موقع پر آویگا۔

پیش طاق کے اندر دونوں گوشوں میں ایک ایک حجرہ مربع شکل کا بنا ہوا ہے جس کا ہر ضلع ۴ فیٹ ۸ انچ ہے ان میں ہو کر ایک ایک راستہ جس کی چھت لداؤ کی راؤٹی ٹنپٹی ہے اندر کو چلا گیا ہے۔ ہم نے مغربی حجرہ کے راستے کی پیمائش کی یہ اول شرقاً غرباً ۳۳ فیٹ ۳ انچ اور پھر شمالاً جنوباً ۱۶ فیٹ ہے اس میں ہو کر درگاہ کے جنوبی دالان میں پہنچ جاتے ہیں۔ درمیان میں تین چار دروازے لگے ہیں جو جالیوں سے بند ہیں ان راستوں کی جنوبی دیواریں میں ایک ایک دروازہ اور لگا ہے۔ جس میں ہو کر ان محراب دار دروں میں نکل آتے ہیں جو پیش طاق کے ارد گرد بنے ہیں۔ ان دروں میں بھی کنگورہ نما محرابیں خوبصورت بیلین اور ارد گرد چھپ چھپ ستونوں کے بلند سنارہ جن کے اوپر خوش نما گلدستے بنے ہیں نصب ہیں ان دروں کے نیچے کا چوترہ ۷ فیٹ ۵ انچ x ۱۱ فیٹ ۳ انچ ہے۔ شمال میں ایک ایک حجرہ ۹ فیٹ ۲ انچ x ۸ فیٹ ۶ انچ بنا ہوا ہے۔

جن حجروں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان میں علاوہ راستہ کے ایک ایک سیپنی اور اس کے اندر ایک ایک زینہ بنا ہے۔ زینہ کی سیڈھیاں طے کر کے اس نشست گاہ میں پہنچ جاتے ہیں جو پیش طاق کے ارد گرد کے دروں کے اوپر بنی ہوئی ہیں۔

ان مقامات کی سیر سے فارغ ہو کر بلند دروازہ کا عالیشان پھانک ملتا ہے جس کا دروازہ ۱۲ فیٹ ۸ انچ چوڑا ہے۔ پھانک میں اب لکڑی کے کواڑ لگے ہیں جن میں لوہے کی کیلیں نال کی شکل کی جڑی ہوئی ہیں۔ پہلے ہشت دھاتی کواڑ تھے جنہیں مع ایک بڑے نقارے کے جاٹ اتار کر لے گئے۔

بلند دروازہ کا حصہ زیریں تین محرابدار بڑے بڑے دروں سے مرکب ہے یہ شرقاً غرباً ۱۰۴ فیٹ ۶ انچ + ۴ فیٹ ۶ انچ + ۴ فیٹ ۶ انچ (درمیانی دروں کا آثار) = ۱۱۷ فیٹ ۸ انچ

پہلا درجہ

اور شمالاً جنوباً ۴۵ فٹ ۸ انچ ہے۔ درمیانی حصہ (۳۳ فٹ ۸ انچ) کی چھت لداؤ کی گنبد نما اور ارد گرد کے حصوں کی چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ ہر ایک حصہ میں ایک ایک محراب دار در ۸ فٹ ۲ انچ چڑا جنوب میں اور اسی قسم کا ایک ایک مشرق و مغرب میں واقع ہے۔ درمیانی حصہ میں ٹھیک دروازہ کے سامنے سرخ و سفید پتھروں کے ٹکڑوں سے ایک شطرنجی ۳۱ فٹ ۴ انچ x ۳۱ فٹ ۴ انچ بنی ہے۔ چھت کے وسط میں ایک دائرہ نما بڑے پھول کے اندر ایک نہایت خوبصورت ۱۶ پتیوں کا پھول بنا ہے۔ ارد گرد کے حصوں میں وہی جالیدار دروازے لگے ہیں جن کا حال اوپر بیان ہو چکا۔ دیواروں میں کئی کئی محراب دار دروں کے نشاں بنا کر خوش نمائی پیدا کی گئی ہے۔ اندرونی در کے اطراف میں بھی سنگ مرمر کی پچے کاری ہو درمیانی در کے بازوؤں پر تعلق خوشخط حروف میں اکبری عہد کے مشہور کتا بہ نویس میر معصوم کے کندہ کئے ہوئے یہ کتبہ منقوش ہیں۔

کتبہ اندرونی
بلند دروازہ

مشرقی بازو پر

حضرت شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ فتح ملک دکن و داندیس کہ سابقاً سمسری بہ خاندیس بود نمود مسلمہ الہی موافق (۱۶۱۹ء) ہجری یہ فتح پور رسیدہ عزیمت اگرہ فرمودند نظم

تمام زمین و آسمان است	تا نقش وجود در جهان است
نامش بسپر ہمنشیں باد	زاتش بہ جہاں ابد قریں باد

قال عیسیٰ علیہ السلام "الذین یفترضونہا ولا یفترضونہا" (حدیث شریف)
فرمایا عیسیٰ علیہ السلام نے۔ دنیا ایک پل ہے اس پر سے گزر جاؤ اس کو آباد نہ کرو اور نہ اس پر عمارت بناؤ

فی الاخبار من تأمل آتک بعیش عدائک تأمل آتک بعیش ابدًا وقیل الذین
جس نے یہ خیال کیا کہ کل تک زندہ رہیگا یہ اس کا خیال ہمیشہ رہنے کا ہے۔ اور دنیا ایک

ساعة فاجعلها طاعة بقية العمر لا قيمة لها۔
ساعت ہے اس کو بس عبادت میں گزار دو اور کچھ اس کی قیمت نہیں۔

مغربی بازو پر

تمام زمین و آسمان است
تا نقش وجود در جهان است
نامش بسپر ہمنشیں باد
زاتش بہ جہاں ابد قریں باد

(حدیث شریف) فی الاثمار من قام الی الصلوة و لیس معہ قلبہ فانہ لا ینزیدک

جو بے دلی سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ سے اور

من اللہ الا بعدا - خیر المال ما انفق فی سبیل اللہ - بیع الذمیا

دور جا پڑتا ہے - مال وہی اچھا ہے جو خدا کی راہ میں صرف کیا جائے - جب دنیا کے عوض

بیا الا خیرہ یسبح - انفق مملک فیہا محاسبہ رباعی

آخرت بول بجا دینی تو نفع ہی رہیگا - فقیر یا ملک ہے جس میں اس کے بارہ حساب کیا جائیگا

ناعمی چہ شہد ار تو تخت گاہ ہے کردی	وز قصر زرد اندود پنا ہے کردی
خوابی جہاں بہ صورت آئینہ داں	خود گیر تو ہم درو گنا ہے کردی

قابلیہ و کتابتہ محمد معصوم نامی بن سید صفائی الترمذی اصلاً و البکری مسکناً و المنتسب انا الی
سید میر قلندر بن بابا حسن ابدال السبزواری مولداً و القندھاری موطناً۔

مغربی بازو کے کتبہ کے اوپر ۳۴ انٹ x ۳۴ انٹ کے ٹکڑے پر ایک باکمال نے جبرک
نام احمد علی ارشد ہے نہایت صنعت سے پنج تن پاک اور خلفائے راشدین کے نام نامی ایک
طغریے کے اندر نقوش کئے ہیں جسے دیکھ کر زمانہ قدیم کے طغرہ نویسوں کی صنعتیں یاد آتی ہیں
طغریے کے نیچے احمد علی ارشد ۱۰۲۰ھ تحریر ہے اور کنارے پر خوبصورت ہیل کٹی ہوئی ہے
غرضکہ ہر طرح قابل دید اور لائق داد ہے۔

دروگاہ شریف کے صحن میں بلند دروازہ کے دونوں گوشوں پر ایک ایک زینہ چھت پر
چڑھنے کے واسطے بنا ہے۔ ہم مغربی زینہ پر چڑھ کر آپ کو سیر کراتے ہیں۔ ۱۰ سیڑھیاں طے کر کے
۴ فیٹ ۲ انچ چوڑا گیلری نما راستہ ملتا ہے جو شمالاً جنوباً ۱۲ فیٹ ۳ انچ لمبا ہے۔ اس راستہ کی
چھت لداؤ کی راؤٹی نما ہے۔ جس کے درمیان میں ایک کھڑکی مع چھت کے بلند دروازہ کے
اندر لگی ہے۔ اس راستہ سے گزر کر تین سیڑھیاں چڑھنے کے بعد درگاہ کے پرآمدے اور
حجروں کی چھت پر پہنچ جاتے ہیں۔ زراں بعد ۵ سیڑھیاں طے کر کے ایک دروازہ ملتا ہے
جس کے اندر دونوں بازوؤں پر ایک ایک زینہ بنا ہے۔ اور ایک راستہ سیدھا چلا گیا ہے۔ یہ
راستہ ۳۴ فیٹ ۱۰ انچ x ۳۴ فیٹ ۳ انچ ہے۔ درمیان میں شمالی دیوار میں ایک کھڑکی کھلی ہوئی

دوسرا درجہ

ہے جو بلند دروازہ کے حصہ زیریں کے مغربی درجہ میں نیچے سے نظر آتی ہے۔ راستہ کے ختم ہونے پر ایک دروازہ لگا ہے جس سے گزر کر اُس شہ نشین میں پہنچ جاتے ہیں جو پیش طاق کے درمیان میں بنی ہے۔ اسی قسم کی برابر برابر دو شہ نشینیں اُتر ہیں۔ جن کے درمیان میں دروازے اور راستہ بنا ہے۔ ہر شہ نشین ۱۴ فیٹ ۶ انچ ۶ فیٹ ۵ انچ ہے اور تین تین محرابدار و پیش طاق کے اندر کھلے ہیں۔ درمیانی شہ نشین کی شمالی دیوار میں ایک کھڑکی بھی کھلی ہوئی ہے جو نیچے کے درمیانی حصہ سے نظر آتی ہے۔

ان شہ نشینوں کے بعد اُسی طرح کا راستہ ہے جیسا دوسری جانب ہے۔ جو لوگ بلند دروازہ کے مشرقی زینہ سے اوپر چڑھتے ہیں انہیں یہ راستہ اوّل ملتا ہے۔ غالباً ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ اس جانب سے اُس جانب تک یہ ایک گیلری نما راستہ بنایا گیا ہے جس میں سے دونوں طرف سے ہو کر شہ نشینوں میں پہنچتے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ دروازہ کے دونوں بازوؤں پر زینہ ہے۔ ”جنوبی زینہ پیدار ہے اس میں تین سیڑھیاں چڑھ کر ایک کھڑکی بطور روشندان کے جھارہ کی طرف کھلی ہوئی ہے جو دھویں سیڑھی کے بعد ایک شہ نشین بنی ہے جو اُس در کے اوپر ہے جو پیش طاق کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ شہ نشین شرقاً ۱۷ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۰ فیٹ ۶ انچ ہے۔ اندر ایک کوٹھری ۱۰ فیٹ ۶ انچ ۶ فیٹ کی بنی ہے۔ شہ نشین میں تین محرابدار در ہیں اور سنگین کٹہر نصب ہے۔ اسی میں ایک زینہ بنا ہے جس کی ساتویں سیڑھی پر روشندان اور سترھویں سیڑھی کے بعد بلند دروازہ کی دوسری منزل کی چھت ہے۔“ شمالی زینہ سیدھا بنا ہے جس کی ۲۰ سیڑھیاں طے کر کے اسی چھت پر پہنچ جاتے ہیں۔

اسی طرح کے مشرقی دروازہ میں جو دو زینہ ہیں۔ اُن میں ہو کر اُس شہ نشین میں ہوتے ہیں جو پیش طاق کے مشرقی در کے درمیان میں بنی ہے اسی چھت پر آ جاتے ہیں غرض کہ دونوں طرف سوال و جواب کے طور پر بالکل ایک سی عمارت ہے۔

دوسری منزل پر جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک دالان بنا ہے جس کے پانچ درمیانی در جو ۳۳ فیٹ جگہ میں ہیں بند ہیں اور ان میں تیسری منزل پر پہنچنے کے واسطے ایک چوڑا زینہ

بنا ہے۔ اس طرح یہ دالان دو برابر کے حصوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ ہر ایک مشرقاً غرباً ۳۴ فیٹ ۳ انچ اور شمالاً جنوباً ۵۱ فیٹ ۳ انچ ہے۔ پانچ پانچ در دونوں حصوں میں ہیں۔ اندر ایک ایک کوٹھری اور ایک ایک شہ نشین انہیں شہ نشینوں کے اوپر بنی ہے جو پیش طاق کے ارد گرد کے دروں کے اوپر ہیں اور جن کا ذکر اوپر تحریر کیا گیا ہے۔ دالان کے آگے ۱۱۸ فیٹ ۷ انچ ۳ فیٹ صحن چھوٹا ہوا ہے۔ شمالی دیوار یعنی بلند دروازہ کے اندر کے محراب دار دروں کے سب سے بالائی حصہ پر ۱۱ گزیاں۔ ۳ گلدستے دار منارہ اور مشرق و مغرب میں دو دو برجیاں (گزیاں) بنی ہیں۔

دوسری منزل کے زمینہ پر ۱۵ سیڑھیاں ہیں۔ جنہیں طے کر کے تیسری منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہاں کوئی عمارت نہیں۔ صرف نیچے کے دالان کی چھت ہے۔ جنوبی سنگین دیوار میں ایک دروازہ لگا ہے۔ جس کے اندر آسنے سامنے دو سیدھے زمینے چوتھی منزل پر پہنچنے کے واسطے بنے ہیں۔

ان زمینوں کی ۲۴-۲۴ سیڑھیاں طے کر کے چوتھی منزل میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں صرف انہیں دونوں زمینوں کی چھت ہے۔ جنوبی دیوار میں تین کوٹھریاں بنی ہیں جو پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہیں۔ شمالی دیوار میں خوبصورت کنگورے بنے ہیں۔ مشرق و مغرب میں اوّل ایک ایک ہشت پہل گنبد دار برج جس کا ہر ضلع ۵۱ فیٹ ۷ انچ ہے بنا ہے۔ اس برج کے ستون ہشت پہل ہیں۔ ان سے ملتا ہوا ایک ایک دوسرا گنبد دار برج ہے جس کے ستون چوکور ہیں۔ یہ دوسرے برج مربع چوڑوں پر بنے ہیں جن کا ہر ضلع ۷۱ فیٹ ۳ انچ ہے۔ کناروں پر نیچے سے آئے ہوئے منارہ اور ان پر خوبصورت گلدستے مرتب ہیں۔

ہشت پہل برجوں سے ملے ہوئے دونوں جانب دس دس سیڑھیوں کے زینے بنے ہیں جن میں ہو کر بلند دروازہ کی سب سے بالائی حصہ پر پہنچتے ہیں۔ اس منزل پر تین گنبد دار برج بنے ہیں۔ کناروں کے دونوں برج ہشت پہل اور زمینوں کی چھت پر بنائے گئے ہیں۔ ان کا ہر ضلع ۵۱ فیٹ ہے۔ ستون ہشت پہل ہیں۔ درمیانی برج کی بلندی برابر کرنے کے واسطے اوّل ایک نیچی چھت کی کوٹھری ۱۱ فیٹ ۳ انچ ۷۰ فیٹ ۷ انچ بنائی ہے۔ اس کی مچھلت

پر جس کا ہر ضلع ۵ فیٹ ۳ انچ ہے برج بنایا ہے جس کے چاروں طرف تین تین در ہیں ستون
نیچے سے چوکور اور اوپر سے گول پہل دار ہیں۔

جنوبی دیوار یعنی پیش طاق کے سب سے بالائی حصہ پر ایک چبوترہ ۸ فیٹ ۸ انچ x
۵ فیٹ ۸ انچ بنایا ہے۔ جس کے کناروں پر ۹ فیٹ ۹ انچ بلند ستون نصب کر کے چھت پائی
ہے۔ اُس کے اوپر اسی طرح کی ۱۲ برجیاں (گنریاں) بنی ہوئی ہیں جیسی درگاہ کے اندرونی
جانب دیواروں کے اوپر ہیں۔ کناروں پر نیچے سے آئے ہوئے منارہ اور اُن کے اوپر
خوبصورت گلدستے مڑتے ہیں۔ ہر برجی کے نیچے جنوبی جانب محراب دار اور شمالی جانب
کھلے ہوئے در ہیں۔

بلند دروازہ کی بلندی ۱۰۶ + ۲۳ = ۱۲۹ فیٹ ہے۔ تاثرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ
پہاڑ کی بلند چوٹی پر اتنا بلند دروازہ کیسا شاندار۔ عجیب و غریب اور خوش نما منظر پیدا کرتا ہوگا۔
باہر سے دیکھئے تو اس کے پیش طاق اور ارد گرد کے دروں کی ساخت۔ ان کے درمیان کی
نفیس سنگ مرمری پچھ کاری۔ خوبصورت ملیں۔ طرح طرح کے نقش و نگار۔ خوش نما منارے۔
گلدستے۔ کتبے کے بڑے بڑے حروف۔ درمیان کی ہوادار نشینیں۔ اوپر کی پیاری پیاری
برجیاں موحیت کرتی ہیں۔ اندر کی جانب سے ملاحظہ کیجئے تو ہر منزل کے برج۔ برجیاں۔
کنگورے۔ منارے۔ گلدستے ایک دوسرے سے ملے ہوئے خوبصورتی اور زیبائی کا عجیب
غریب منظر پیدا کر کے نقش دیوار بناتے ہیں۔ اوپر کا ہوادار پُر فضا مقام جہاں سے نہ صرف
کل شہر بلکہ کوسوں تک کا منظر بخوبی نظر آتا ہے۔ ایسا دلکش اور دلچسپ ہے کہ اُس کی
اصلی حالت کا لفظوں میں فوٹو اتارنا ناممکن ہے۔

یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بلند دروازہ کے دونوں طرف ۱۱۔ ۱۱ در کے برآمدے اور
اُن کے اندر حجرے بنے ہیں۔ ہر برآمدہ ۱۶۱ فیٹ ۳ انچ x ۲۰ فیٹ ۳ انچ ہے۔

بادشاہی دروازہ

درگاہ شریف کی مشرقی دیوار کے وسط اور ٹھپک مسجد کے پیش طاق کے سامنے دروازہ
واقع ہے۔ چونکہ محلات شاہی کا اسی دروازہ سے راستہ ہے۔ اور بادشاہ اسی دروازہ سے

بلند دروازہ کی

بلندی اور منظر

جنوبی جانب کے

برآمدے اور حجرے

درگاہ میں آیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے یہ دروازہ بادشاہی دروازہ کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ دروازہ کے دونوں بازوؤں پر صحن کی جانب دو زینے چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں۔ دروازہ کی کمری جس میں یہ دونوں زینے بھی شامل ہیں ۳۵ فٹ ۵ انچ ہے۔ اندر سے دروازہ کا طول ۲۲ فٹ ہے۔ اندر چہ پہل بنا کر مشرق و مغرب میں آنے سائے کا دروازہ اور چار پہلوں میں محراب دار در کے اندر ۵ فٹ چوڑی سپنجی بنا دی ہے۔ دروں کے کناروں پر ایک ایک سفید پتھر کا پھول اور اطراف میں نہایت عمدہ کٹاؤ کا کام ہے۔ ہر پہل ۱۳ فٹ ۴ انچ لمبا ہے۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ جس میں سنگ سفید کی دھاریوں سے ۱۲ خوبصورت پھاکیں بنا دی ہیں۔ درمیان میں نفیس اُبھرا ہوا سنگین پھول مُزین ہے۔

بیرونی پھاٹک کے آگے ۸ فٹ چوڑا محراب دار در ہے۔ جس کے ارد گرد دو چھوٹی چھوٹی سپنجیاں جن کے دروں پر لٹو نما خوبصورت محرابیں ہیں بنی ہیں۔ پیشانی اور اطراف میں سنگ مرمر کی نفیس نیچے کاری ہے۔ پیش طاق کے بالائی حصہ پر دو بڑی بڑی بُرجیاں بنی ہیں۔ دروازہ کے اوپر اندرونی جانب تین بُرجیاں (گمباز) گلدستوں کے درمیان میں بنی ہیں۔

دروازہ میں دو ہر اچھا ٹک لگا تھا جس میں اب صرف بیرونی پھاٹک باقی ہے پیش طاق کے آگے ۲۶ فٹ x ۱۹ فٹ چوترہ ہے جس پر نیچے سے ۱۳ سیڑھیاں چڑھ کر پہنچتے ہیں۔

زینوں میں ۲۲-۲۲ سیڑھیاں ہیں جنہیں طے کر کے ارد گرد کے برآمدوں اور حجروں کی چھت پر پہنچتے ہیں۔ درمیان میں ایک گیلری نما راستہ بنا ہے جس میں متعدد کھڑکیاں اندر اور باہر کی جانب لگی ہوئی ہیں۔

اس دروازہ کے ارد گرد حجرے اور اُن کے آگے ۱۳-۱۳ محراب دار در کے برآمدے ہیں ہر ایک برآمدہ شمالاً جنوباً ۱۸۸ فٹ ۸ انچ x ۲۰ فٹ ۳ انچ ہے۔ گوشوں میں بُرجوں کے نیچے ایک ایک حجرہ زائد ہے جن کے قریب چھت پر چڑھنے کے واسطے ۲۲-۲۲ سیڑھیوں کے زینے بنے ہیں۔

زنانہ روضہ

درگاہ شریف کے شمالی جانب بلند دروازہ کے جواب میں جو عظیم الشان اور خوبصورت

مشرقی جانب کے
حجرے اور برآمدے

دروازہ نظر آتا ہے۔ یہ دراصل باہر کی آمد و رفت کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر زنانہ قبرستان ہے جس میں حضرت شیخ کی بی بی صاحبہ جن کا لقب بی بی جیبانی صاحبہ تھا آسودہ ہیں۔ ان کے علاوہ خاندان کی بہت سی مستورات کی قبریں اس میں بنی ہیں۔ دروازہ باہر سے ۳۳ فٹ چوڑا ہے جس کے درمیان میں نہایت باریک اور خوش نما جالیاں نصب کر کے ایک چھوٹا سا محراب دار دروازہ بنا دیا ہے۔ دروازہ کی پیشانی اور اطراف میں سنگ مر اور فیروزئی رنگ کی چینی کی پکے کاری کا بہت اچھا کام ہے۔ سب سے بالائی حصہ پر خوشنما گلہ سٹے اور گزیاں مزیں ہیں۔

دروازہ میں داخل ہو کر اول ایک کمرہ ملتا ہے جو شرقاً غرباً ۴۴ فٹ اور شمالاً جنوباً ۵۱ فٹ ۴ انچ ہے۔ اس کے درمیان میں ۲۰ فٹ جگہ چھوڑ کر ارد گرد دو محراب بنے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کمرہ تین حصوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ محرابوں میں نہایت نفیس بلکہ بے نظیر سنگ سرخ کی کمائی دار جالیاں لگی ہیں۔ ان جالیوں کے اوپر خوش نما کنگورے نصب ہیں کل کمرہ میں مع محرابوں کے لڑکیوں اور عورتوں کے مزار ہیں صرف درمیانی حصہ کے ایک تعویذ پر علاوہ کلمہ طیبہ و آیات قرآنی کے یہ کتبہ منقوش ہے۔

سماۃ بی بی متولائیری چشتی خاں ابن مخدوم شیخ کمال غفر اللہ لہ وفات یافت۔ شب یکشنبہ ۱۱۱۱ھ

امید فاتحہ از زندگان و مغفرت ز اللہ | کہ حق کریم و رحیم و غفور و عفو ساز گناہ

اس کمرہ کے اندر ایک دوسرا کمرہ ہے جس کی لمبائی اس کمرہ کی برابر اور چوڑائی ۱۹ فٹ ۴ انچ ہے۔ اس میں ایک دروازہ مشرق کی طرف اور ایک دروازہ جنوب کی جانب اس کمرہ میں ہے جس کا حال ابھی بیان کیا گیا۔ جنوبی دروازہ کے ارد گرد دو دروازے جالیوں سے بند ہیں کمرہ کی چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ دیواروں میں کنگورہ نما محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں جن کے اطراف میں پکے کاری کا کام تھا جو اب نہیں رہا۔ اس کمرہ میں بہت سے سنگین تعویذ ہیں جو سب عورتوں اور لڑکیوں کے ہیں مگر کتبہ کسی پر نہیں ہے۔ صرف ایک تعویذ پر خان زاوی کندہ ہے۔

اس کمرہ کے مشرقی جانب ایک بلند دالان ۸۲ فٹ ۸ x ۱۹ فٹ بنا ہے جس کی چھت

بڑے بڑے سنگین ستونوں پر سنگ سرخ کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ اس میں ۷ درہیں جن میں ۵ درمیانی در سنگ سرخ کی نفیس جالیوں سے بند ہیں۔ اس کے اور نواب اسلام خاں کے مقبرہ کے درمیان میں ۱۴ فٹ چوڑا صحن ہے۔ تمام دالان اور صحن میں مستورات کی قبریں ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے

اس زمانہ قبرستان کے مشرق میں ۱۱ فٹ ۸ انچ ۲۰ فٹ ۳ انچ آٹھ در کا۔ اور مغرب میں ۱۴ فٹ ۹ انچ ۲۰ فٹ ۳ انچ ۱۳ در کا برآمدہ ہے اور ان کے اندر اسی طرح کے حجرے ہیں جیسے دوسری جانب ہیں۔ دونوں طرف ایک ایک زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنا ہے۔ مشرقی جانب کے برآمدے میں بہت سی قبریں بن گئی ہیں۔ ایک طالب علم کی قبر پر یہ کتبہ کندہ ہے ۷

شمالی جانب کے
برآمدے اور حجرے

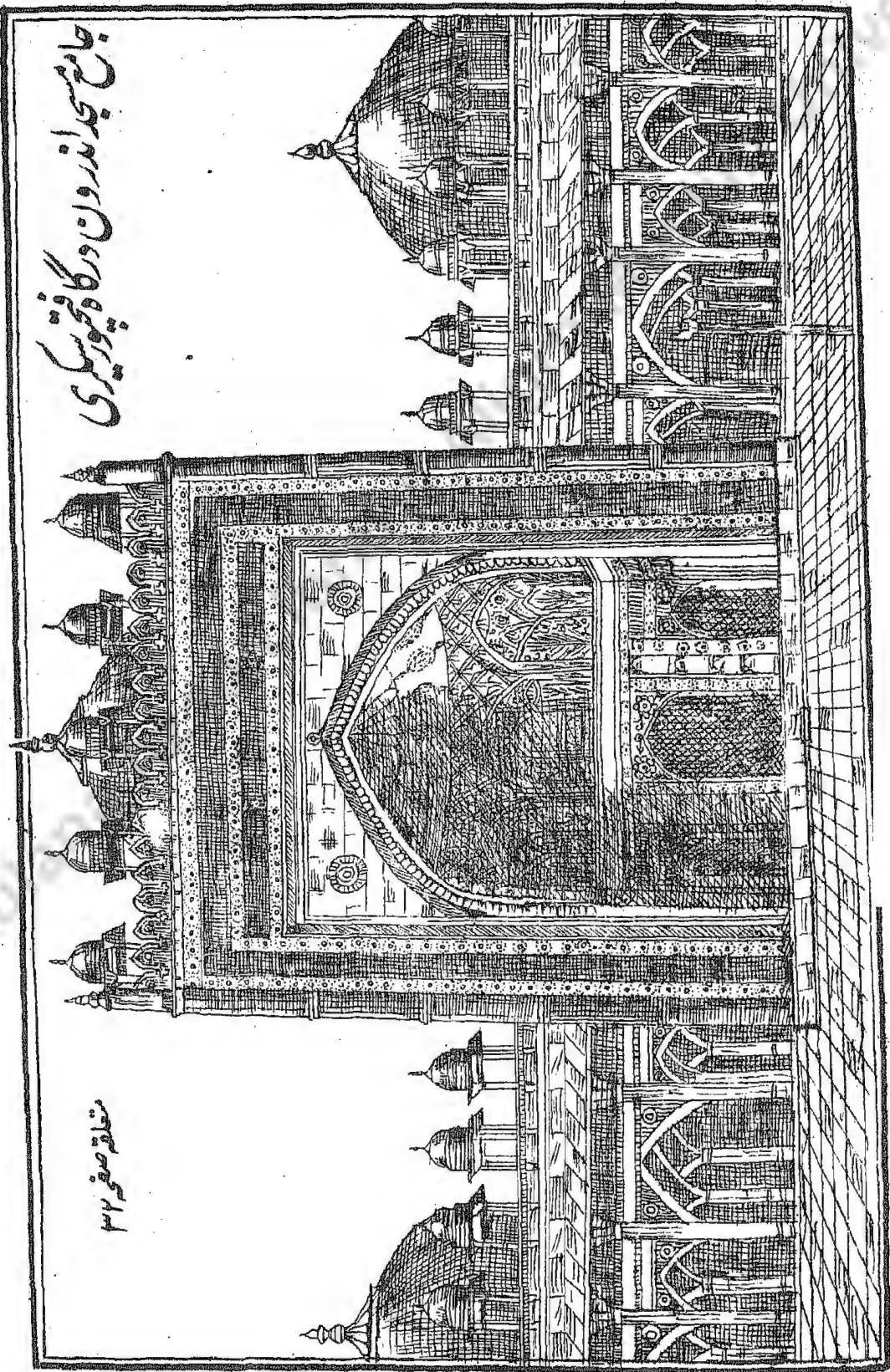
جوان نیک منش پاک ل کریم الدین رسا بطول تامل ذکا بہ ذہن ذکی زخا کد ابن قنایا کہاں کمر بر بست سروش از سر الامام سال رحلت او	کہ بود با طلب علم محو رب سلیم فلک بہ ہمت عالی ملک بہ قلب سلیم قدم کشادہ گلگشت باغ خلد نسیم بگفت کرد کہ مہارو کریم و رحیم ۱۲۲۲ ہجری
--	--

جامع مسجد

درگاہ شریف کے مغربی حصہ میں یہ وسیع و رفیع مسجد واقع ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ بعینہ مدینہ منورہ کی مسجد نبویؐ کے نمونہ پر تعمیر کی گئی ہے۔ اکثر سیاح اور مبصرین فن عمارت کا بیان ہے کہ اس کی خوش نما ساخت نہایت اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہے غرض کہ اسلامی دنیا کی اعلیٰ و افضل مساجد میں اس کا شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے درمیانی حصہ کا فرش اور پیش طاق سنگ مرمر کا ہے۔ جسے بعد میں نواب قطب الدین خان کوکلتاش نے تعمیر کرایا تھا جس کی تعمیر کی تاریخ ۱۰۱۲ھ (۱۶۰۳ء) سے نکلتی ہے۔ باقی کل عمارت سنگ سرخ کی اور گنبد خشت و چوڑے کے بنے ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر کی نسبت بیان کیا جاتا ہے اور اکثر قلمی نسخوں میں بھی جو زمانہ حال کے

جامع چندرون درگاه خجورسکری



متعلق صفحہ ۳۲

AGRA

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

لکھے ہوئے ہیں تحریر ہے ”کہ حضرت شیخ نے اسے مظفر شاہ گجراتی کی نذر و نیاز سے خود تعمیر کرایا
 تھا اور مزدوری میں ۵۰۰ اشرفی ۵۰۰ روپیہ جو دونوں وزن میں ۱۱ ماہ کے تھے اور ایک
 کروڑ بیالیس لاکھ لکھ جو فی لکھ ۲۱ ماہ کا تھا صرف ہوئے۔ مزدور کو ایک پیسہ روز اور سنگتراش
 کو ایک لکھ روز مزدوری میں ملتا تھا۔ ۹۶۱ھ سے تعمیر شروع ہو کر ۹۷۱ھ میں مسجد تیار
 ہوئی۔“ جو اہر فریدی میں صرف یہ لکھا ہے کہ مظفر شاہ گجراتی نے اپنی خلاصی اور حصول سلطنت
 کے واسطے جو نذر مانی تھی تخت نشین ہو کر حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجی اور حضرت نے قبول
 فرما کر اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور ۹۷۳ھ میں تعمیر شروع ہو کر ۹۷۹ھ میں اختتام کو پہنچی“
 برخلاف اس کے اُس عہد اور قریب کے جملہ مؤرخ بالاتفاق اسے اکبری تعمیر بتاتے ہیں۔
 تاریخوں سے یہ البتہ معلوم ہوتا ہے کہ ۹۷۱ھ میں حضرت شیخ نے سفر حج سے واپس آ کر
 ایک خانقاہ کی عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی پس ظن غالب ہے کہ یہ روایت اُس خانقاہ
 اور اُس کی مسجد کے متعلق ہوگی جسے غلطی سے اس مسجد سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کی
 تائید میں مسجد کے فارسی کتبہ کا یہ مصرع خاص طور سے پیش کیا جاتا ہے ”شیخ الاسلام مسجد اراک
 لیکن یہ تاریخ اکبر کے ایک میرٹھی اشرف خاں کی نکالی ہوئی ہے (۱) چونکہ حضرت شیخ ہی کے
 واسطے مسجد اور خانقاہ تعمیر کی گئی تھی اور غالباً حضرت کے زیر اہتمام ہی تیار ہوئی ہوگی اس
 وجہ سے تاریخ میں یہ مصرع ہونا کونسی تعجب کی بات ہے۔ اب ہم اس کے اکبری تعمیر ہونے
 کی نسبت چند مستند مؤرخین کا بیان درج کرتے ہیں۔ صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ
 ”اکبر نے شیخ کی قدیم خانقاہ کے پاس جو سیکری کی پہاڑی پر تھی ایک جدید خانقاہ اور بہت بڑی
 مسجد بنوائی۔ پانچ برس کے عرصہ میں اُس کی عمارت تمام ہوئی۔“ (۲) علامی ابو الفضل نے
 آئین اکبری میں جو کچھ لکھا ہے وہ باب اول میں بیان ہو چکا۔ اکبر نامہ میں دربار اکبری میں اپنے
 آنے کے حال میں لکھتے ہیں ”جب اقبال کے نشان فچپور میں آئے تو والد بزرگوار سے
 رخصت لے کر گیا۔ بھائی کے پاس اُترا۔ دوسرے دن مسجد جامع میں کہ شاہنشاہی عمارت
 ہے جا کر حاضر ہوا۔“ (۳) جہانگیر نے اپنی توڑک میں لکھا ہے۔ ”یکے ازا عاظم آثار کہ در عہد دولت

(۱) ملا عظیم و منتخب التواریخ ترجمہ اردو صفحہ ۲۵۲ (۲) منتخب التواریخ اردو صفحہ ۲۵۲ (۳) دربار اکبری صفحہ ۲۶۶

وزمان خلافت حضرت عرش آشیانی (اکبر) بظہور آمدہ این مسجد در وضعہ است۔ بے اغراق عمارتِ نہایت عالی تمکین کہ مثل این مسجد در هیچ بلادے نیست۔ عمارتش ہمہ از سنگ و کمال صفا اساس نہادہ۔ پنج لک روپیہ از خزانہ عامرہ صرف شدہ تا با تمام رسیدہ و آنکہ قطب الدین خان کوکلتاش مہجور در وضعہ و فرش گنبد و پیش طاق مسجد را از سنگ مرمر ساختہ سوائے این است الحج۔“ (۱) مستمخان اقبال نامہ میں لکھتے ہیں۔ ”یکے از اعظم آثار کہ در زمان دولت حضرت عرش آشیانی انار اللہ برانہ بظہور آمدہ این مسجد است۔ بے اغراق عمارت است عالی۔ از سیاحان روئے زمین استماع افتاد کہ مثل این مسجد در هیچ بلادے از معمورہ جہاں نیست الحج۔“ (۲) ملا عبد الحمید لاہوری بادشاہ نامہ میں لکھتے ہیں۔ ”دہم ذی الحج (۱۰۵۸ھ) از مسجد جامع (فتحپور) آں کہ از آثار عظیمہ حضرت عرش آشیانی است۔ در فست و رفعت یہ آسمان ہمسر۔ بہ نماز عید الضعی پر داخل شدہ“ (۳)

قبل اس کے کہ مسجد کی عمارت کا حال لکھوں میں ناظرین کو ایک اور تاریخی واقعہ سناتا ہوں۔ جب ۱۰۵۸ھ میں ابو الفضل کے باپ شیخ مبارک کی رائے سے ایک محضر اس بات کا لکھا گیا کہ امام عادل کو جائز ہے کہ اختلافی مسائل میں اپنی رائے کے بموجب وہ جانب اختیار کرے جو اُس کے نزدیک مناسب وقت ہو۔ ایسی حالت میں علما اور مجتہدین کی رائے پر اُس کی رائے کو ترجیح ہو سکتی ہے۔ اُس وقت اکبر کو خیال ہوا کہ خلفائے راشدین اور اکثر سلاطین بلکہ امیر تیمور اور مرزا الغ بیگ گورگاں بھی برسر منبر جمعہ و جماعت میں خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ ہمیں بھی پڑھنا چاہئے۔ فیضی کو خطبہ تالیف کرنے کا حکم دیا اور جمعہ کے دن جمادی الاول کی چاند رات کو اسی مسجد میں بادشاہ منبر پر چڑھے۔ لیکن عجیب اتفاق ہوا کہ تھر تھر کانپنے لگے اور بڑی مشکل سے یہ تین شعر اور لوگوں کی مدد سے پڑھ کر منبر سے اتر گئے اور پھر حافظ محمد امین کو امامت کا حکم دیا۔

خداوندے کہ مارا خسرو می داد	دل دانا و بازوئے قوی داد
بعدل و داد مارا ز ہنوں کرد	بجز عدل از خیال ما بروں کرد

(۱) تذکرہ ہمایونی مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۲۴۲ (۲) نسخہ قلمی اقبال نامہ (۳) بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۵ مطبوعہ کلکتہ

تعالیٰ شانہ اہل اکبر	بود و صفش ز حد قسم برتر
----------------------	-------------------------

یہ مسجد اندر سے سات درجوں پر منقسم ہے۔ درمیانی درجہ کے آگے پیش طاق اور ارد گرد کے تین تین درجوں کے آگے ۹-۹ محراب دار درجے ہیں۔ شمال و جنوب میں پانچ پانچ درجوں کے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن کی پہلی منزل میں علیحدہ علیحدہ حجرے اور دوسری منزل پر درمیانی تین حجروں کی چھت پر کمرہ اور ارد گرد کے حجروں کی چھت پر کوٹھریاں بنی ہیں۔ کل مسجد کا طول ۲۹۱ فیٹ اور عرض درمیانی درجہ کا پیش طاق کے چوڑے تک ۸۷ فیٹ اور بقیہ درجوں کا ۴۳ فیٹ ہے۔ جس میں ۳۴ فیٹ ۱۱ انچ اندرونی درجوں کا اور ۲۴ فیٹ ۱۱ انچ بیرونی درجوں کا ہے۔ ارد گرد کے حجروں کی چوڑائی ۵۱ فیٹ ۶ انچ ہے جن کے دروازہ کے اطراف میں سنگ مرمر کی کچے کاری ہے۔ اب ہم شمال سے جنوب تک ہر درجہ کا علیحدہ علیحدہ حال تحریر کرتے ہیں۔

شمالی پہلا درجہ شمالاً جنوباً ۲۴ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس کی چھت ۴۴ منقش ستونوں پر جو نہایت مناسب ترتیب سے نصب ہیں۔ پتھر کی پٹوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں محراب دار دروں اور دروازوں کے نشان اور ان کے اطراف میں سنگ مرمر کی کچے کاری ہے۔ مشرقی حصہ کھلا ہوا اور جنوب میں ایک بڑا محراب دار در ہے جس میں ہو کر دوسرے درجہ میں پہنچتے ہیں اس درجہ میں اب کوئی کتبہ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مٹ گیا۔

دوسرا درجہ شمالاً جنوباً ۲۴ فیٹ ۳ انچ ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے جس پر گنبد ہے۔ چھت میں سفید پتھر کی دھاریوں سے ۱۴ خوبصورت پھاٹکیں بنا دی ہیں۔ حسب معمول یہ نیچے سے مربع شکل کا ہے جس کے درمیانی گوشوں میں ایک خاص صحت سے سنگ سرخ کے منقش اور خوش نما ٹکڑے نصب کر کے اوپر سے ہشت پہل کر دیا ہے۔ اوپر چاروں طرف کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ دیواروں اور دروں کے ارد گرد متعدد محراب دار دروں کے نشان خوش نمائی کے واسطے بنائے گئے ہیں جن کی کنگورہ اور لٹو نما محرابیں بہت خوبصورت ہیں۔ مغربی دیوار میں ایک کوٹھری بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے۔ دروازوں کے اطراف میں سنگ مرمر کی کچے کاری ہے۔ تینوں جانب ایک ایک بڑا در کھلا ہوا ہے۔ مغربی دیوار پر یہ آریہ کریمہ عربی خط میں منقوش ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ
جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے

لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○
ان کے لئے (کئے) کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ان کو ملے گا ان پر نہ (کوئی ستم کا خوف) (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آرزو مند رہیں گے
(پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۸)

تیسرا درجہ شمالاً جنوباً ۲۹ فیٹ ۱۰ انچ ہے۔ اس کی ساخت مثل درجہ اول کے ہے۔ صرف
یہ بات زیادہ ہے کہ اس میں علاوہ سنگ مرمر کی بچے کاری کے چینی کی بچے کاری بھی ہے۔
مغربی دیوار پر یہ کتبہ ہے۔

(شمالی محراب کے اوپر) وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيْ الْمَسَارِ وَرُكْعَا مِنَ اللَّيْلِ
اور (اسے پیغمبر) دن کے دونوں سرے (یعنی صبح اور شام) اور اوائل شب نماز پڑھا کرو

إِنَّ أَحْسَنَ لِمَنْ هَبَّنِ السَّيِّئَاتِ ط (پارہ ۱۲ سورہ ہود رکوع ۱۰)
(کیونکہ) نیکیاں گن ہوں تو دور کر دیتی ہیں

(درمیانی محراب پر) يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِأَهْلِكَ بِاتِّعَافٍ إِنَّهُ عَنِ
بیٹا! نماز پڑھا کر اور (لوگوں میں) اچھے کاموں (کے کرنے) کی نصیحت کیا کر اور

الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ ط (پارہ ۲۱ سورہ لقمن رکوع ۲)
برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جیسی بڑے جھیل

(جنوبی محراب پر) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ
تمام نمازوں کا (عموماً) اور بیچ کی نماز کا (خصوصاً) تقید رکھو اور (نمازیں) الیہ کے آگے

قِنْتَيْنِ ○ (پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۱۳)
دوب سے کھڑے رہو

جامع مسجد کا چوتھا اور درمیانی درجہ مع پیش طاق کے شرقاً غرباً ۸۷ فیٹ اور
شمالاً جنوباً ۱۱۷ فیٹ ۲ انچ ہے یہ سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش قطع ہے۔ اس کا او
پیش طاق کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ باکمال صنائعوں نے اس کے خوبصورت بنائے ہیں کوئی

چوتھا درجہ

دقیقہ اٹھائیں رکھا۔ تمام درو دیوار پر سنگ مرمر۔ سنگ موسیٰ اور چینی کی خوش نما پچھ کاری کے علاوہ رنگ برنگ کے گلدستے۔ قسم قسم کے خوبصورت نقش و نگار۔ بیلے۔ پھول۔ چٹے بنا کر سونے سے ایسی شکوفہ کاری کی تھی کہ جس کی تراکت اور چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اس وقت اگرچہ ساڑھے تین سو برس بعد اس کے تمام نقش و نگار بے نور آنکھوں کی طرح بے آب ہو رہے ہیں مگر اس خراب و خستہ حالت میں بھی بڑے بڑے سیاح انہیں دیکھ کر محو حیرت ہو کر نقش و دیوار بنجاتے ہیں۔

یہ درجہ بھی نیچے سے مروج اور درمیان میں ہشت پہل ہے۔ ہر پہل میں ایک ایک محراب اور در بنا ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ جس کے اوپر بڑا گنبد ہے۔ درمیان میں ۱۱ پٹیوں کا ایک پھول فریت ہے۔ تینوں جانب تین تین محراب دار در ہیں۔ جن میں درمیانی در بڑا اور اطراف کے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ممبر سنگ سرخ کا ہے اور اُس کے قریب کی محراب کے اطراف میں جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ کتبہ نہایت خوش خط عربی خط نسخ میں لکھا ہوا ہے چونکہ اس پر چند ہی روز ہوئے کہ از سر نو آب زر سے جلاد دی گئی ہے اس وجہ سے خوب جگمگاتا ہے۔ نقش و نگار کی اصلی خوبصورتی کا نمونہ دکھانے کی غرض سے کتبہ کے اوپر کے کچھ حصہ میں بھی رنگ آمیزی کی گئی ہے۔

قَدْ تَرَى ثَقْلَبَ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُورِيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
(اے پیغمبر حکم قبول قبلہ کے انتظار میں) تمہارا منہ بھی پھر کر آسمان کی طرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرماتے ہیں تو (گھبرائیں) جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تم کو
قَوْلَ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا
(اچھا) تو (اب ہاں چھتے وقت) مسجد حرم (یعنی کعبہ) کی طرف اپنا منہ کر لیا کرو اور (مسلمانو! تم بھی) جہاں کہیں ہو اگر وہاں کسی کی طرف کو
وَجْهَكُمْ شَطْرَ كَاوَاتِ الَّذِينَ أُولُوا الْكِتَابَ لِيَعْلَمُونَ أَنَّهُ
(اے پیغمبر! جن لوگوں کو کتاب (تورات وغیرہ) دی گئی ہے ان کو بخوبی معلوم ہے کہ قبول قبلہ

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ط وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَئِنْ
برحق (اور) اُن کے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور جو (کارسازیاں یہ لوگ) کر رہے ہیں خدا اُس سے بیخبر نہیں اور (اے پیغمبر!) جن لوگوں
أَتَيْتَ الَّذِينَ أُولُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ
کو کتاب (تورات وغیرہ) دی گئی ہے اگر تم (دنیا جان کے) سارے دلائل بھی اُن کے پاس لے کر آؤ تو وہ تمہارے قبلہ کی پروسی کریں گے اور تم

اسی کی طرح چھت نما در ہیں

بِتَابِعِ قِبَلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعِ قِبَلَةِ بَعْضٍ وَلَئِنْ اَتَّبَعْتَ

ان کے قیلے کی پیروی کرنے والے ہو اور ان میں کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قیلے کی پیروی کرنے والا نہیں اور تم کو جو علم حاصل ہوگا

اَهُوَ آءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذَا رَمَنْ الظَّالِمِينَ

اگر اس کے (حاصل ہوئے) پیچھے بھی تم ان (لوگوں) کی خواہشوں پر چلے تو ایسی صورت میں بیشک تم بھی نافرمانوں میں (شمار) ہو گے

الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ وَإِنَّ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات وغیرہ) دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اسی طرح ہمارے) ان (ظالمین) کو بھی پہچانتے ہیں

فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

ان میں سے ایک فریق (ایسا بھی ہے جو) دیرہ و دانستہ حق (بات) کو چھپاتے ہیں (اسے پیغمبر یا نبی قبلہ) برحق (اور) تمہارا پروردگار

فَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلِكُلِّ وُجْهَةٍ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاَسْتَبِقُوا

(کے حکم) سے جو تلو (دیکھ) تم کہیں شک کرنے والوں سے نہ ہو جانا اور ہر (فریق) کے لئے ایک سمت (مقرر) ہو چھ کر (فریق) وہ اپنا رخ نہ کرنا ہو تو مسلمان

الْخُبْرَاتِ دَآئِنَ مَا كُنْتُمْ اٰیَاتِ بِكُمْ اللّٰهُ جَمِیْعًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی

بیکروں کی طرف لپکو (کہ اوروں سے بڑھ جاؤ) اللہ تم سب کو (اپنے پاس) بھیجے گا

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

فار ہے اور (اسے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ کئے سے بھی تو جہاں ہو نمازیں) اپنا منہ مسجد محترم

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَرَآئَهُ لِكُلِّ مَنِ رَبِّكَ ۝ وَمَا اللّٰهُ بِعَافٍ غَمًّا

کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی نیا قبلہ) برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہو اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے غموں

تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

سے پیغمبر نہیں اور (اسے پیغمبر) تم کہیں سے بھی نکلو (یہاں تک کہ کئے سے بھی تو جہاں ہو نمازیں) اپنا منہ مسجد محترم کی طرف

الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ

کر لیا کرو اور (مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں ہو اگر وہ (نمازیں) اُسی کی طرف اپنا منہ نہ کرو (بار بار حکم دینے سے ایک) غرض یہ ہو کہ ایسا

لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَحْشَوْهُمْ

لوگوں کو تمہیں قائل کرنے کی سزا تھا آج سے جو ان میں سے جو ناحق کی ہو کر رہے ہیں (وہ تم کو الزام دینے بغیر نہ کہیں) تو تم ان سے نہ ڈرو

وَاَحْشَوْا نَفْسَکُمْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ عَلَیْکُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ کَمَا

اور تمہارا ڈر رکھو اور (دوسری) غرض یہ ہو کہ تم اپنی نعمت تم پر پوری کریں اور (تیسری) غرض یہ ہو کہ تم (قبلہ کے بارے میں) سیدھے رستہ پر آگور (یا صاف)

اور ان میں سے ایک فریق

اور ان میں سے ایک فریق

أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ

ہم نے تم میں تم ہی میں کے ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور تمہاری اصلاح کرتے اور تم کو
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

کتاب (یعنی قرآن) اور عقل (کی باتیں) سکھاتے اور تم کو ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں جو (پہلے سے) تم کو معلوم نہ تھیں

فَإِذْ كُرِّهُوا فِي الْأَرْضِ وَاسْتَكْبَرُوا فِيهَا وَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْهَا مِنْ شَيْءٍ شَرِّهَا لِقَوْمٍ لَّا يَعْلَمُونَ ۝

تو تم ہماری یاد میں لگے رہو کہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر (خیر) ہوتا ہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

(۱۸ و ۱۹) (سینا پارہ ۲ کا پہلا رکوع)

درمیان درجہ کے آگے پیش طاق ہے۔ یہ شمالاً جنوباً ۲۴ فیٹ ۸ انچ اور شرقاً غرباً ۲۴ فیٹ
۱۱ انچ ہے۔ اس کا سب سے بالائی حصہ فرش سے ۸ فیٹ ۹ انچ بلند ہے۔ دونوں جانب ایک
ایک منارہ جو پانچ پانچ ستونوں سے مرکب ہے نیچے سے اوپر تک چلا گیا ہے۔ جس کے اوپر دو
گلدستے مرتب ہیں۔ ان پانچ ستونوں میں دو سنگ سفید کے سادہ اور دو سنگ سرخ کے نقش
اور ایک سادہ ہے۔ پیش طاق کے درپر کنگورہ نما خوبصورت محراب ہے۔ جس کے اوپر نہایت
نفیس بیل بنی ہوئی ہے۔ سنگ مرمر کی پچھلے کاری کے ارد گرد سنگ موسیٰ کی دھاری عجیب بہا
دکھاتی ہے۔ گوشوں میں نیچے سے اوپر تک خوبصورت محراب وار دروازوں کے نشان بنے
ہیں۔ پیش طاق کے اندر دروں کے درمیان میں اُسی طرح کے نقش و نگار اور سنگ مرمر
کی پچھلے کاری ہے جیسی اندر کے درجہ میں ہے۔ علاوہ اُن تین دروں کے جو مغربی جانب واقع
ایک ایک در شمال و جنوب میں ہے۔ طاق کے اندر یہ آیات منقوش ہیں۔ جن کے دو ایک جگہ کے
حروف مٹ گئے ہیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي

جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو چاہے کہ یوں کہے اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے

أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

کہوں دے اور جب باہر نکلے تو کہے اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں

قَوْلَهُ تَعَالَى قُلْ تَرَبَّيْتُ أَدْخِلْنِي مَدْخَلَ صِدِّيقٍ وَأَخْرِجْنِي مَخْرَجَ صِدِّيقٍ

اور (یہ) دعا مانگا کہ اے میرے پروردگار (آخر تو جگو کہ چھوڑ کر کسی جگہ جا کر نہائی تو تمہاں) جگو (پہنچا لے خیر سے) ابھی جا رہا ہوں اور

پیش طاق
کے دروازے
میں سے
نکلنے کے
وقت
یہ دعا
پڑھنی
ہوتی ہے

وَأَجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا ۝ (پارہ ۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)
اور اپنے ماں سے مجھ کو (دشمنوں پر) فتح پائی کے ساتھ غلبہ دیجیو

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝
لوگوں (کی عبادت) کے لئے جو پہلا گھر ٹھیکرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں واقع ہے برکت والا اور دنیا جہان (کے لوگوں) کے لئے (سید) ہدایت

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مِمَّا رِاهِيْمُهُ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۝
اس میں (تفصیلات کی) بہت سی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (ازرا بھلہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس گھر میں آداخل ہو اس میں آگیا

وَاللَّهُ عَلَى النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتِطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۝ وَ
اور لوگوں پر فرض ہے کہ خدا کے لئے خانہ کعبہ کا حج کریں جس کو اُس تک پہنچنے کا مفسد و ر ہو اور جو (مقدور رکھے) نیچے

مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۰)
نہت کی (نا شکری کرے) (اور حج کو نہ جائے) تو خدا دنیا جہان سے بے نیاز ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي
جو لوگ کفر کرتے اور (لوگوں) کو خدا کے رستے سے روکتے اور مسجد حرام (میں جاتے) سے (باز آتے) جن کو

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَبَوَاءً مِنَ الْعَالَمِ فِيهِ وَالْبَنَاءِ ط وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ
ہم نے یکساں (بلا امتیاز سب) آدمیوں کے لئے (مسجد) قرار دیا ہے وہاں کے پہنچنے والے ہوں یا باہر کے (ان روکنے والوں کو) اور ان پر

بِالْحَنَاءِ يَظْلِمُونَ شَيْئًا مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ
اُن کو جو مسجد حرام میں شرارت (کی راہ) سے کفر کرنا چاہیں ہم (آخرت میں) عذاب دردناک (کا فرقہ) چکھائیں گے اور (وہ وقت یاد کرے) جب ہم ابراہیم کے لئے

مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهَّرَ بَيْتِي لِلنَّاسِ
خانہ کعبہ کی جگہ مقرر کر دی (اور حکم دیا) کہ ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک (خدا کی) نہ کرنا اور ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں

وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ ۝ وَادِّعْ نِي النَّاسِ بِأَفْجَى
اور قیام اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے صاف تھم رکھنا اور لوگوں میں حج کے لئے چکار دو

يَا أَيُّهَا رَجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝
کہ لوگ تمہاری طرف (دوڑتے چلے) آئیں گے (کچھ پیادے اور (کچھ) ہر (طرح کی) ڈبلی) ڈبلی سواروں پر جو ہر راہ دور (ودراز) سے آئی ہوگی

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ
(اور اس سفر سے اُن کا مقصد یہ ہوگا) کہ اپنے فائدوں (یعنی تجارت) کے لئے کبھی وقت پر) آسجود ہوں اور خدا نے جو موعین چاہا

عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ خَيْرٍ مَّا الْكَافِرُونَ فَكُلُوا مِنْهُمَا وَاطْعَمُوا أَوْلِيَاءَ الْبَائِسِينَ
 الْفَقِيرِ ۝ ثُمَّ أَلْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا
 بِأَلْبَتِ الْعَتِيقِ ۝ (پارہ ۱۷ سورہ حج رکوع ۳ و ۴)

(معیر) قدیم (یعنی) خانہ (کعبہ) کا طواف (بھی) کریں

اس کے نیچے نہایت خوش خطا اور نستعلیق حروف میں یہ تاریخ کندہ ہے جس کے درمیان میں
 نہایت نفیس ہیل بنی ہے۔

جانب شمال

در زمان شہر جاں اکبر	کہ از ملک را نظام آمد
چلایب مغرب	
شیخ الاسلام مسجد سے آراست	کز صف کعبہ احترام آمد
جانب جنوب	
سال اتمام میں بنائے رفیع	ثانی المسجد الاحرام آمد

آخر مصرع سے ۱۱۹۹ تاریخ نکلتی ہے

سجد کے پانچویں۔ چھٹے۔ ساتویں درجہ کی ساخت اور پیمائش بعینہ تیسرے۔ دوسرے
 اور اوّل درجہ کے مطابق ہے صرف کتبہ ہر ایک کا جدا گانہ ہے جو یہ ہے۔

(اوّل محراب کی پیشانی پر) وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو (کیونکہ) قیامت (ضرور) آنے والی ہے (اور) ہم اس کے (کے وقت) کو

آگاہ اُخْفِيهَا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ ۝ (پارہ ۱۷ سورہ طہ رکوع ۱)

(ان لوگوں سے) پوشیدہ رکھئے کہ جو اللہ کی عذاب سے ڈرنے کی کوشش کرے اور قیامت میں اس کو اس کی کوشش کا بدلہ دے

(درمیان میں) قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَ

کو میرا طریق تو یہ ہے کہ (سب کو) خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور لوگ میرے پیرو ہیں (وہ۔ ہم سب دین کے ایک)

مَنْ اتَّبَعَنِي وَتَبِعَنِي اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَّبِعِينَ ○ (پارہ ۱۳ سورہ یوسف رکوع ۱۲)

معتقل رہتے ہیں (جس کو شخص سمجھ سکتا ہے) اور اللہ (کی ذات) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں

(جنوبی محراب پر) اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنِ الْفَجْرِ

(اسے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر عصر - مغرب - عشا کی) نمازیں پڑھا کر دو اور نماز صبح (بھی)

إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ○ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

(کیونکہ) نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہے

جھٹے درجہ میں یہ کتبہ ہے وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ

اور (فرمایا ہے کہ) ہر ایک نماز کے وقت (تم سب خدا کی طرف) متوجہ ہو جایا کرو اور خاص اسی کی تائید کی

لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ○ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

تو نظر رکھ کر اُس کو پکارو جس طرح تم کو پہلے (پیدا) کیا تھا (اسی طرح تم) دوبارہ بھی (پیدا) ہو گے (اُسی نے) ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق

الضَّلَالَةِ ○ (پارہ ۸ سورہ اعراف رکوع ۳)

ہو گا مگر اسی اُن (کے سر) پر سوار ہے

سَاتُونَ درجہ کا کتبہ یہ ہے اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَ

(اے مخاطب) کیا تو نے (اس بات پر) نظر نہیں کیا کہ جتنے (فرشتے اور آدمی) آسمان زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح

الْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ كُلٌّ لِّدَعْوِ عِلْمِهِ صَلَاتُكَ وَتَسْبِيحُهُ ○ (پارہ ۸ سورہ نور رکوع ۴)

(وتقدیس) کرتے رہتے ہیں اور پرند (بھی) جو پر پھیلائے (اڑتے پھرتے ہیں) سب کو اپنی (اپنی) نماز اور اپنی (اپنی) تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے

مسجد کے بیرونی درجہ میں پیش طاق کے ارد گرد دو برابر کے حصہ ہیں۔ ان میں ہر ایک

۴۴ فیٹ ۵ انچ لمبا اور ۲۴ فیٹ ۱ انچ چوڑا ہے۔ ہر درجہ میں علاوہ اُن ستونوں کے جو اندرونی

درجوں میں شمار ہو گئے ۲۰ - ۲۰ ستون اور ہیں۔ یہ سب ستون منقش نیچے سے چو کوہ - درمیان

میں ہشت پہل - اور سب سے اوپر گول اور پتھر کے کئی کئی ٹکڑوں سے مرکب ہیں۔ اور دس دس

کی ترتیب سے اس طرح نصب کئے گئے ہیں کہ ہر درجہ پھر برابر کے دو حصوں میں منقسم ہو گیا ہے

چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے اور دونوں جانب نو نو محراب دار

درجہ ہیں۔ ان میں ۵ بڑے اور ۴ چھوٹے ہیں۔ شمالی جانب دوسرے درجہ کی پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا زَكٰتًا رِّقْقًا هُمْ
 اور جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اُس میں سے چھپا کر
 سِرًّا وَعَلٰنِيَةً يَّرْجُوْنَ تَجَارَةً لَّنْ نَّبُوْسًا ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ
 اور کھلے طور پر (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں بیشک وہ ایسے بیوپار کی آس لگائے بیٹھے ہیں جس میں کبھی گھٹا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا
 وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۗ (پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۴)

اُن کو ان کے اجر پورے پورے بھروسے کا اور اپنے فضل سے اُن کو زیادہ بھی دے گا۔

کل مسجد میں ۱۳۶ ستون ہیں آگے ۷۰ فٹ چوڑا صحن مسجد کے واسطے مخصوص کر دیا گیا ہے جو
 بقیہ صحن سے کسی قدر بلند ہے۔

۱۔ مغربی دیوار کے دونوں گوشوں پر ایک ایک مینار بنا ہے۔ جس پر ۱۱ سیڑھیاں چڑھ کر ایک
 گیلری تانگ راستہ ملتا ہے جس کی جنوبی دیوار میں اوّل ایک زینہ اُس کے بعد روشن دان اور
 سب سے آخر میں ایک کھڑکی مسجد کے قریب کے جنوبی دالان میں کھلی ہوئی ہے۔ شمالی دیوار پر
 تین دروازے مسجد کے حجروں کی چھت کے کمرے میں بنے ہیں۔ اس کے بعد ۵ سیڑھیاں
 چڑھ کر مسجد کی چھت ملتی ہے۔ چھت سے ۸ فٹ ۲ انچ کی بلندی پر ان میناروں کے اوپر مٹمن
 برج بنے ہوئے ہیں۔ چھت کے درمیان میں بڑا اور اُس کے ارد گرد دو چھوٹے گنبد چوڑے کے
 بنے ہیں۔ جن کے اوپر پتھر کے کلس نصب ہیں۔ چھوٹے گنبد ۱۶ فٹ ۱۱ انچ کے بلند چبوترے پر
 بنائے گئے ہیں۔ چبوترہ کا ہر ضلع ۷ فٹ ۳ انچ ہے۔ ۱۲ فٹ ۱۱ انچ میں محراب دار دروں کا نشان اور
 چار میں اندر کی جانب کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں۔ درمیانی بڑا گنبد چھوٹے گنبدوں سے ۳ فٹ ۱۱
 انچ کے فاصلہ پر ہے۔ یہ دوہرے چبوترہ پر بنایا گیا ہے۔ پہلا چبوترہ چھت سے ۷ فٹ ۹ انچ
 بلند ہے۔ اس کے اوپر دوسرا چبوترہ ہے جو ۱۱ فٹ ۵ انچ بلند ہے۔ اوپر کا چبوترہ نیچے سے
 ۳۲ اور اوپر سے ۱۶ پہلوں پر منقسم ہے۔ ہر ضلع نیچے سے ۴ فٹ ۵ انچ اور اوپر سے ۱۱ فٹ ۱۱
 ہے۔ چبوتروں میں خوش نما محراب اردروں کے نشان بنے ہیں۔ مشرقی جانب پیش طاق کا بالائی
 حصہ اور مغربی جانب دیوار میں اُسی طرح کے منارے اور گلدستے جواب میں بنے ہوئے ہیں
 مشرقی دیوار پر برابر برابر وہ گزیاں مزیّن ہیں جن کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

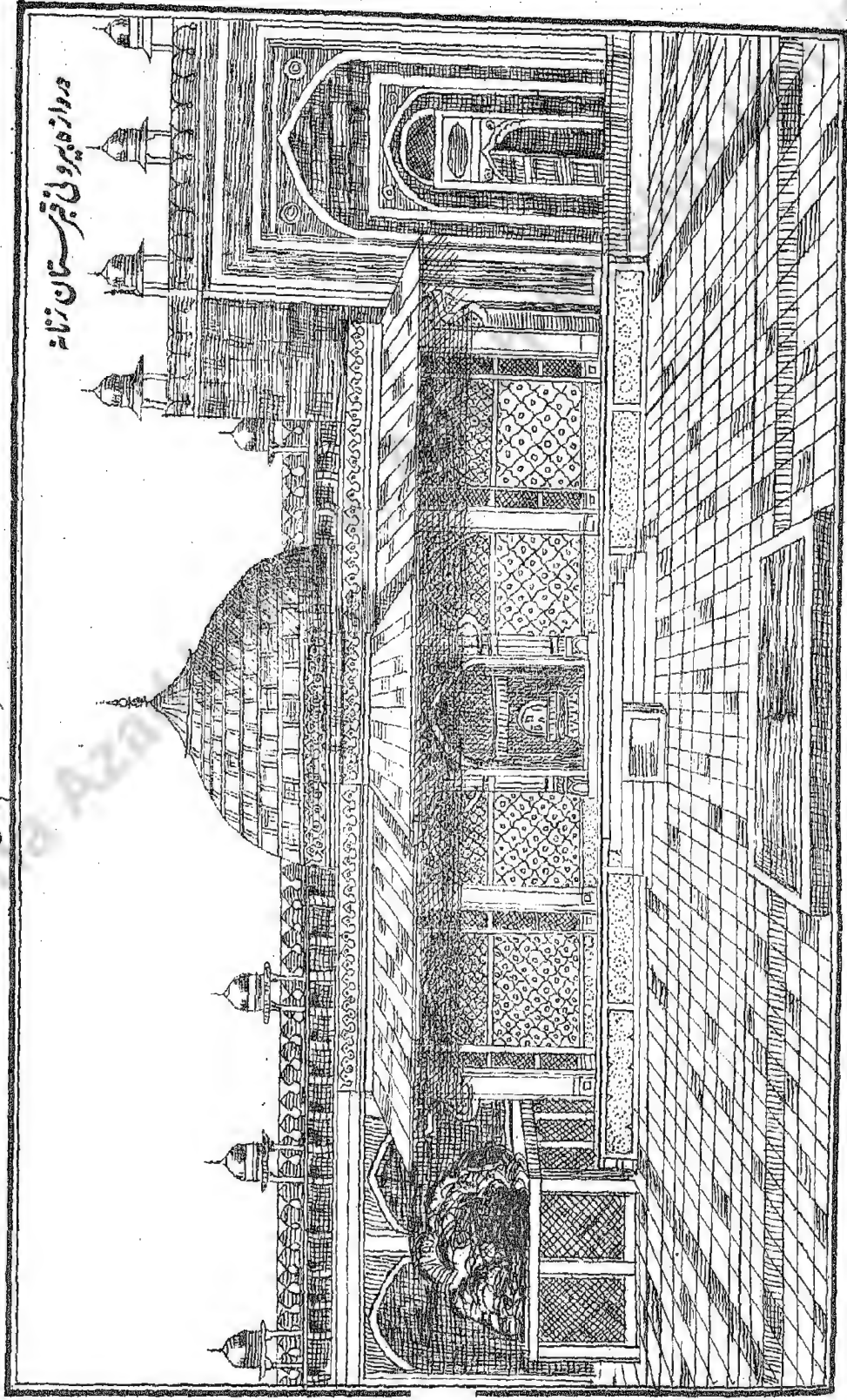
یہ تینوں گنبد نہایت بلند اور اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہیں۔ اکثر مبقرین کا بیان ہے کہ ایسے خوبصورت اور شاندار گنبد کسی دوسری عمارت میں نہیں ہیں۔ غرض کہ ان کی اصلی خوش نمائی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بیان میں نہیں آسکتی۔

مسجد کے شمال و جنوب میں تین تین در کے برآمدے ہیں۔ ہر ایک برآمدہ ۱۱ فٹ ۵ انچ ۲۰ x فٹ ۳ انچ ہے۔ ان برآمدوں کے دو دروں کے سامنے حجرے اور ایک در کے سامنے دروازے ہیں۔ دروازوں کے قریب چھت پر چڑھنے کے واسطے زینے بنے ہوئے ہیں۔

روضہ عالی حضرت شیخ سلیم حشتی قدس سرہ

درگاہ شریف کی افضل العمارت روضہ عالی حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم حشتی قدس سرہ ہے جسے نواب قطب الدین خان کوکلتاش نے جو حضرت کے نواسے تھے نہایت بلند ہمتی اور دریا دلی سے ۹۸۸ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ سبحان اللہ عجیب نفیس عمارت ہے جس کو اگر نمونہ فردوس بریں کہیں تو بجا ہے یا بقعہ نور بھیجیں تو روا ہے۔ صناعان باکمال نے خوب کمال دکھایا ہے کہ روضہ رضواں کا نمونہ فرش زمین پر بنایا ہے۔ عجیب دلکش اور دلچسپ مقام ہے۔ کیسا ہی غمگین اور دل گرفتہ کیوں نہ ہو۔ جہاں اس مقام اقدس پر قدم رکھا۔ ہر قسم کا غم غلط ہوا اور غنچہ دل شگفتہ ہو کر باغ باغ ہو گیا۔ یوں تو ہر وقت اس قطعہ بہشتی کی سیر سے صانع حقیقی کی صنعت کا ملہ کا جلوہ نظر آتا اور گلشن قدس کی سیر کا لطف حاصل ہوتا ہے مگر شب ماہ میں تو اس پر ایسا نور برستا ہے کہ کسی طرح اس کی سیر سے سیری نہیں ہوتی۔

یہ روضہ عالی درگاہ شریف کے شمالی جانب بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے۔ اندر کا حجرہ جس میں مزار مبارک واقع ہے مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۱۱ فٹ ۴ انچ ہے۔ چاروں طرف ۳ فٹ ۱ انچ آثار کے دروازے ہیں جن میں صرف جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے باقی تینوں دروازے سنگ مرمر کی جالیوں سے بند ہیں۔ مغربی دروازہ کے آثار میں تین چھوٹے چھوٹے محرابدار مصلے سنگ موسیٰ کی بچکاری سے بنے ہیں۔ جن کے اندر ایک نہایت خوبصورت آٹھ پتیوں کا پھول مُزین ہے۔ حجرہ کا فرش نہایت پُر تکلف اور شگفتاں ہے جو سنگ مرمر کے اندر سنگ ابری۔ سنگ موسیٰ۔ سنگ یرقاں کی پچے کاری سے قطعہ دار بنا ہوا ہے۔ وسط میں



در اندرون درگاه چیمبرگری

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

۹ فیٹ ۲ انچ ۶ x ۴ فیٹ ۳ انچ جگہ میں ۲ فیٹ اونچا سنگ مرمر کا جا لیدار کٹہرہ نصب ہے۔ جس کے اندر مزار مبارک کا تنوید سنگ مرمر کا واقع ہے۔ جو ہمیشہ خوبصورت قبر پوشوں سے ڈھکا رہتا ہے صرف ۲۰ رمضان کی شب کو غسل کے واسطے کھولا جاتا ہے۔ کٹہرہ کے اوپر سیپ کے کام کا نہایت نفیس بلکہ بے نظیر چھپر کھٹ قائم ہے۔ جس کی چھت سائبان نما ہے اس کی سیپ نہایت اعلیٰ درجہ کی اور ہندوستان میں بے نظیر سمجھی جاتی ہے۔ کسی صاحب کمال نے ایسا باریک اور نفیس کام بنایا ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ آج کل اس کی مرمت ہو رہی ہے جس کے واسطے کئی مرتبہ مختلف مقامات سے سیپ منگائی گئی مگر پورانی سیپ کے سامنے ایک بھی نہ بچی۔ اب عدن سے سیپ منگائی گئی ہے اور اسی سے مرمت ہو رہی ہے۔ حجرہ کے اندرونی درو دیوار سنگ سرخ کے ہیں صرف ۳ فیٹ ۸ انچ دیواروں میں سنگ مرمر لگا ہوا ہے تمام درو دیوار پر رنگ برنگ کی خوش نما گلکاریاں۔ طرح طرح کے پیل بونٹے۔ پھول پتے بنے ہوئے ہیں۔ دروازوں کے گوشوں میں محراب دار در بنا کر ان کے اندر بڑے بڑے شجر بنائے ہیں جن میں غنچہ اور شگوفہ کی خوب بہار دکھائی ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جس پر سرخ رنگ کی محل کی چھت گیری لگی رہتی ہے۔ دروازہ میں سنگ مرمر کے جائیداد کو اڑ لگے ہیں جن کے اوپر رنگ پھرا ہوا ہے۔ روضہ کے اندر چاروں طرف یہ آیات عربی خط میں کندہ ہیں۔

(جانب شمال) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَفَمَنْ مَّشَرَ اللّٰهُ صُدْرَهُ (مشرع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہے کیا وہ شخص جس کا بہرہ خدا نے (قول) اسلام

لِلّٰہِ سَلَامٌ فَہُوَ عَلٰی نُوْسٍ مِّنْ سَرِیْمٍ ط (سورہ الزمر رکوع ۳ پارہ ۲۳) کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی (شعل ہدایت آگے رکھتا اور اسی کی روشنی پر چلتا) ہو اُس کے برابر ہو سکتا ہو جو کفر کی تاریکی میں

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ سَرِیْمٍ وَّالْمُؤْمِنُوْنَ ط کُلٌّ اٰمَنَ (ہمارے یہ پیغمبر محمد) اُس (کتاب) کو مانتے ہیں جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اتاری ہے اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان

بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرَسُوْلِہٖ (پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع اخیر)

بھی (یہ سب کے) سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے کہ (سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور)

(جانب مغرب) لَا تَفَرِّقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رَّسُولِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہیں) اور بول اٹھے کہ (اے ہمارے پروردگار)

عَفِّرْنَا نَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (سورہ بقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳) رَفِئ

ہم نے (تیرا ارشاد) سنا اور تسلیم کیا۔ اے ہمارے پروردگار! (ہیں) تیری ہی مغفرت (درگاہی) اور تیری ہی طرف لوٹ جانا ہے۔ میں نے

وَجْهَتْ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا

تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اُسی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں

مِنَ الْمُشْرِكِينَ (سورہ الغام رکوع ۶ پارہ ۴)

مشرکوں میں سے نہیں ہوں

(جانب جنوب) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا

اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر اور ہمارے کاموں میں جو ہم سے زیادتیاں ہو گئی ہیں اُن سے درگزر فرما

وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۵) رَبَّنَا وَاتِّعَا

اور (دشمنوں کے مقابلہ میں) ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کے گروہ پر ہم کو فتح دے

مَا وَعَدْنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ

تو نبیوں کے وعدے اپنے رسولوں کی معرفت تو نے ہم سے فرمائے ہیں ہم کو نصیب کو اور قیامت کے دن ہم کو ذلیل نہ کیجیو تو اپنا وعدہ تو کبھی خلاف کیا ہی نہیں کرتا

(پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

(جانب مشرق) رَبَّنَا انصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۲۰)

اور اللہ ہی کا ہے پورب اور بچھم تو جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) منہ کر لو، دھڑی کو اللہ کا سامنا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعُ الْعِلْمِ (پارہ ۱۰ سورہ بقرہ رکوع ۱۴) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ

بیشک اللہ (بڑی) گنجائش والا (اور سب کچھ) جانتا ہے

يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

پیغمبر پر درود بھیجتے (رہتے) ہیں (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر پر درود اور سلام بھیجتے رہو

(سورہ احزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲)

حجرہ کے آگے چاروں طرف سنگ مرمر کا افیٹ چوڑا برآمدہ (غلام گردش) ہے جس میں

غلام گردش

چاروں طرف پانچ پانچ درہیں جو سنگ مرمر کی نہایت خوبصورت باریک اور مختلف وضع جالیوں سے جن کے اندر محراب دار دروازوں کے نشان اور سنگ موسیٰ کی پٹریاں دی ہوئی ہیں بند ہیں صرف جنوبی جانب کے درمیانی در میں دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس میں آبتوسی کو اڑ چڑھے ہوئے ہیں۔ مشرقی جانب کے درمیانی در کی جالی میں ایک کھڑکی بنی ہے جس میں چوبی کو اڑ کر جن پر پتیل کا پتھر چڑھا ہوا ہے لگے ہیں۔ برآمدے کی چھت سنگ مرمر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ فرش بھی سنگ مرمر کا ہے۔ گوشہ شمال مشرق میں ۱۰ فیٹ ۵ انچ x ۱۰ فیٹ ۵ انچ فرش کی جگہ سنگ موسیٰ کی پٹریوں سے محصور کر دی گئی ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے مدینہ منورہ کی خاک مدفون ہے۔

روضہ شریف کے چاروں دروازوں کے بیرونی جانب دونوں طرف ۵ فیٹ ۱۰ انچ x ۲ فیٹ ۸ انچ سنگ مرمر کی لوحوں پر جن کے گرد سنگ موسیٰ کی پٹریاں دی ہوئی ہیں۔ خط نسخ میں آیات قرآنی کے نہایت خوش خط کتبہ کندہ ہیں جو برآمدے کے فرش سے ۸ فیٹ کی بلندی پر ہیں نہ معلوم کس صاحب کمال کے چر زور قلم نے یہ جادو نگاری کی ہے اور کس کے متبرک ہاتھوں نے انہیں پتھر میں تراشا ہے کہ جن کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہو حروف اُبھرے ہوئے اور اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک حرف (ل) پیمائش سے ۱۰ فیٹ ۵ انچ کا نکلا۔ باکمال صناعت نے ایک اور صناعت دکھائی ہے کہ ہر کتبہ کے حروف کے درمیان میں ایک خوبصورت پھولدار پہل بنائی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ گل کتبے آب زر سے جگمگاتے تھے اب صرف جنوبی دروازہ کے کتبے اور ایک مغربی دروازہ کے جنوبی کتبہ کے حروف پر سونے کے پانی سے جلا کی گئی ہے جو بہت ہی چمکتے اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کتبوں کے اوپر تین تین محراب دار طاقوں کے نشان بنے ہیں جن کی خوش نما محرابیں اور کنارے اُبھرے ہوئے ہیں۔ ان طاقوں کے اندر ایک ایک نہایت نفیس بلکہ بے نظیر گلدستہ مختلف رنگوں سے بنایا گیا تھا جو اب صرف جنوبی جانب کے چھٹوں طاقوں میں باقی رہ گیا ہے۔ منجملہ ان کے چار گلدستوں میں جلا دی گئی ہے اور از سر نو سونے کا پانی پھیرا گیا ہے۔ کتبے حسب ذیل ہیں۔

جانب جنوب

(شرقی) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَلَى اللّٰهِ اِعْتِمَادِیْ

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور مہربان ہو اور اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے

(مغربی) سَلَامٌ عَلَیْكُمْ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ فِي سَلَامٍ

تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال کی جزا میں جنت میں داخل ہو۔

جانب مغرب

(جنوبی) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَیْ سَلَامٌ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ

دین (حق) تو خدا کے نزدیک (یہی) اسلام ہے اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (دین حق سے)

اَوْ تَوَّالِکُتْبَ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۲)

مخالفت کی

(شمالی) قَامَتِ الدِّیْنِ اَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ یَّحْبُرُونَ

پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے وہ تو باغ (بہشت) میں ہونگے (اور) انکی خاطر داریاں

(پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۲)

جانب شمال

(مغربی) وَاِذَا سَاَلْتَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَتَہٗ

اور (اے پیغمبر) جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو اُن کو سمجھا دو کہ ہم (اُنکے) پاس ہیں۔ جب کبھی تم

الدَّاعِ اِذَا دَعَا (سورہ بقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲)

کوئی دعا کرے تو ہم (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا کو (سننے اور سنا سب ہوتا ہے تو) قبول (بھی) کر لیتے ہیں۔

(شرقی) وَلَا تَحْسَبَنَّ الدِّیْنَ قِتْلًا اِنِّیْ سَبِّحُ اللّٰہَ اَمْوَانًا مُّبْلَ اَحْیَاءُ

اور (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ کے رستے میں مارے گئے اُن کو مارا ہوا خیال نہ کرنا (یہ مرے نہیں ہیں) بلکہ اپنے پروردگار کے پاس جیتے جاگتے

(پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۷)

جانب مشرق

(شمالی) عِنْدَ رَبِّہُمْ یُزْرَعُونَ ۝ فَرِحَیْنِ بِمَا اَنْهَمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَ

(اُس کے خزانہ کرم سے) اُن کے رات باندھے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے اُن کو دے رکھا ہے اُس میں مگن ہیں۔ اور

یَسْتَبْشِرُونَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

خوشیاں سناتے ہیں

(جنوبی) وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيُخْرِجُ مِنْ يَسْتَعِزُّ اِلٰى

اور اللہ (لوگوں کو) سلامتی کے گھر (یعنی بہشت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۳)

رہنمائی کر دیتا ہے

روضہ کے دروازہ کے اطراف میں باہر کی جانب رنگارنگ اور طلائی کام کے نقش و نگار

بنے ہیں۔ اور پیشانی پر دونوں طرف کلمہ طیبہ اور درمیان میں خط طغریٰ میں اللہ۔ محمد۔

ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ اور اس کے نیچے یہ تاریخ لکھی ہے

کہ درگراست و قربت جنید و طیفور است

فرید گنج شکر را خلت ترین پورا است

کہ سال رحلتش اندر زمانہ مشہور است (۱)

مغیث ملت پر طریق شیخ سلیم

منور است از شمع خانوادہ چشت

دور میں مباش ز خود فانی و بحق باقی

برآمدہ کے دروازہ کے اوپر باہر کی جانب نہایت باریک پیل بنی ہے اور اطراف

میں یہ کتبہ کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

(شروع) اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا مہربان ہو

الصّٰلِحٰتِ کَاَنَتْ لَهُمْ جَنَّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِیْنَ فِيْهَا

ان کی صیافت کے لئے فردوس (بریں) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے۔ (اور کبھی) یہاں سے

لَا یَبْعَوْنَ عَنْهَا جَوْلًا ۝ (پارہ ۱۴ سورہ کہف رکوع ۱۲) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ

اُکھٹا نہیں چاہیں گے

(۱) اس تاریخ میں دراصل چار شعر ہیں۔ لیکن اس مقام پر صرف تین شعر لکھے ہیں۔ یہ تیسرا شعر تحریر نہیں ہے۔

کے کہ جرم کثرت یادہ محبت دوست	ہزار کرد تہی خشم ہنوز مہمور است
-------------------------------	---------------------------------

وَمِنْكَ السَّلَامُ وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيْثُ بَنَّا بِالسَّلَامِ وَأَدْخَلْنَا
اور تجھی سے جہان کی سلامتی ہو اور تیری طرف سلامتی کا رجوع ہے۔ پروردگار ہمیں امن جین سے زندہ رکھو اور سلامتی کے گھر

کے اسر السَّلَام بَنَّا سَرَّ بَنَّا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
یعنی بہشت میں داخل کر دے اے پروردگار تو بڑا مبارک ہے اور اے بزرگی اور بڑائی کے صاحب تو بڑا بلند ہے

برآمدہ کی چھت کے آگے چاروں طرف خوبصورت چھت لگا ہے جس کے توڑے (موریاں)
ایک خاص وضع اور صنعت کے مثل سانپ کے پیچا رہنے ہیں۔ جن کے درمیانی حصوں میں
بہت باریک اور نفیس مختلف وضع کی جالیاں کٹی ہوئی ہیں۔

یہ روضہ ایک سنگ مرمر کے چوڑے پر جو ۵۸ فیٹ x ۵۸ فیٹ ہے اور درگاہ کے فرش سے
۳ فیٹ ۳ انچ بلند ہے بنا ہے اس میں ۴۸ فیٹ x ۴۸ فیٹ پر عمارت اور باقی چاروں طرف
چوڑے نکلا ہوا ہے۔ چوڑے کی بلندی کے حصہ میں سنگ مرمر کے اندر سنگ موسیٰ و ابری وغیرہ
کی اسی طرح کی پچے کاری ہے جیسی مزار کے حجرے کے فرش میں ہے۔ جنوبی جانب ۴۰ بالقی
تینوں طرف سات سات ٹکڑوں کے اندر جو سنگ مرمر کے ٹکڑوں اور سنگ موسیٰ کی پٹریوں سے
علحدہ علحدہ کر دئے گئے ہیں پچے کاری جداگانہ کی گئی ہے۔

برآمدے (غلام گردش) کے دروازہ کے سامنے ایک سائبان (چوکھنڈی) ۱۱ فیٹ ۱۱ انچ x
۱۱ فیٹ بنا ہے جس کی چھت سنگ مرمر کے چار ستونوں پر نہایت خوش نمائی سے پائی گئی ہے
چھت کے درمیان میں ایک بڑا پھول اور اس کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے پھول مزین ہیں
کناروں پر خوبصورت نقش و نگار کئے ہوئے ہیں۔ فرش نہایت شفاف سنگ مرمر اور سنگ
ابری اور سنگ یرقان کے ٹکڑوں سے قطعہ دار بنا ہے جس کے گرد سنگ موسیٰ کی چوڑی پٹری
دی ہوئی ہے۔ چاروں ستون منقش نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ اگلے دو ستون
اندر سے خولدار ہیں جو پتھر کے دودھ ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ کی چھت کا تمام ہر سائی
پانی انہیں کے اندر ہو کر نالیوں کے ذریعہ سے جو فرش کے نیچے بنی ہیں پر کہ میں پہنچتا ہے۔
اس کے آگے ۲ فیٹ ۱۰ انچ چوڑا سنگ مرمر کا چوڑے بنا ہے جس پر درگاہ کے فرش سے
۵ سیٹھیاں چڑھ کر پہنچتے ہیں۔

سائبان

روضہ کے سامنے یعنی جنوب کی جانب سنگ مرمر کا فرش ہے جو شمالاً جنوباً ۵۰ فٹ ۸ انچ اور شرقاً غرباً ۵۸ فٹ ہے۔ یہ درگاہ کے سنگ سرخ کے فرش سے ۵ انچ بلند ہے۔ اسی فرش کے وسط میں ٹھیک مزار شریف کے سامنے ایک کٹہرہ کے اندر شیخ علی احمد صاحب سجادہ نشین کا مزار ہے۔ مزار کا تقوید سنگ مرمر کا ہے اور یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

شیخ علی احمد ازیں دار فنا گفت تاریخ وفاتش بالتفی	کرد منزل چوں بہ جنات نسیم بود کامل نائب شیخ سلیم ۱۲۱۴ ھ ہجری
---	--

روضہ شریف کی چھت پر جانے کا کوئی راستہ نہیں رکھا گیا کہ بے ادبی کا خوف تھا۔ خاص روضہ کی چھت پر سنگ مرمر کا گنبد ہے جس پر سنہرا گلس چڑھا ہوا ہے۔ ۱۸۶۶ء سے پیشتر گنبد چوڑے کا تھا۔ مسٹر مینسل صاحب کلکٹر آگرہ نے زرمختہ درگاہ شریف سے اپنے اہتمام سے سنگ مرمر کا بنوا دیا۔

روضہ شریف کے نیچے تہ خانہ تھا جس میں اصل مزار واقع تھا۔ یہ اب عرصہ سے بند کر دیا گیا۔ تہ خانہ ہے اور اس کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہیں رہا۔

سنگ مرمر کے فرش سے ملا ہوا سنگین حوض ہے جو طول و عرض میں ۲۸ فٹ ۶ انچ اور ۱۴ فٹ ۱ انچ گہرا ہے۔ درمیان میں سنگ مرمر کا فوارہ لگا ہے۔ جس کا خزانہ اب خراب ہو گیا ہے۔ جنوبی لب گرداں پر یہ عبارت کندہ ہے۔ ”ایں لب گرداں در سنہ پیکر از ویکند و ہفتاد بدست کاریگر گھاسی دہلوی و موچند اکبر آبادی طیار شد“۔ اس حوض میں جھالہ سے پانی بھرا جاتا ہے۔ اب عام طور سے حوض خالی رہتا ہے صرف عرس کے ایام میں پانی بھرا جاتا ہے۔ حوض سے ملے ہوئے دو مولسری کے درخت اور ایک سنگین چبوترہ پر چنبیلی کا بھاری جھاڑ چھایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ایزدی ہے کہ پہاڑی مقام اور سنگین چبوترہ پر یہ درخت اس سرسبزی کے ساتھ قائم ہے۔ اس کے سرسبز پتوں میں سفید سفید پھول اس کثرت سے کھلتے ہیں کہ ایک پھولوں کا گنبد معلوم ہوتا ہے۔ ان کی بھینی بھینی خوشبو سے تمام درگاہ معطر ہو جاتی ہے اور خادم چن چن کر حضرت شیخ کے مزار مبارک پر پھیلا دیتے ہیں۔

چنبیلی کا سرسبز درخت

مجرنی بی زینب صاحبہ

روضہ مبارک کے چبوترہ سے مغرب کی جانب بھٹورے ہی فاصلے پر یہ خوبصورت مجرنا ہوا ہے جس کے اندر کافرش اور بی بی زینب صاحبہ کے مزار کا تعویذ سنگ مرمر کا ہے۔ مجرین نہایت خوبصورت اور باریک کٹاؤ کی سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ خاصکر مغربی جانب کی ایک جالی وضع کی زالی قابل دید ہے۔ بی بی زینب، شیخ احمد صاحب سجادہ نشین کی زوجہ ثانی تھیں۔ مجر کے اندر شمالی جانب یہ کتبہ لکھا ہوا ہے۔

اللہ۔ محمد۔ علی۔ فاطمہ۔ حسن۔ حسین

اصل ایجاد و جو دسہ علی یک موسیٰ	یک حسین دسہ محمد و حسن یک جعفر
---------------------------------	--------------------------------

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھدان محمد عبد اللہ و رسولہ
مرقد مسماۃ بی بی زینب صاحبہ لیلین حضرت شیخ قدس سرہ شنب ہفتم ماہ ذیقعد ۱۲۲۵ھ
مجر کے دروازہ پر یہ کتبہ ہے۔ (اللہ)

چور حلت کرداں عصمت پنا ہے	فلک جیب شکیبائی دریدہ
بہ سال انتقالش گفت ہاقت	بہ فردوس بریں بیشک رسیدہ

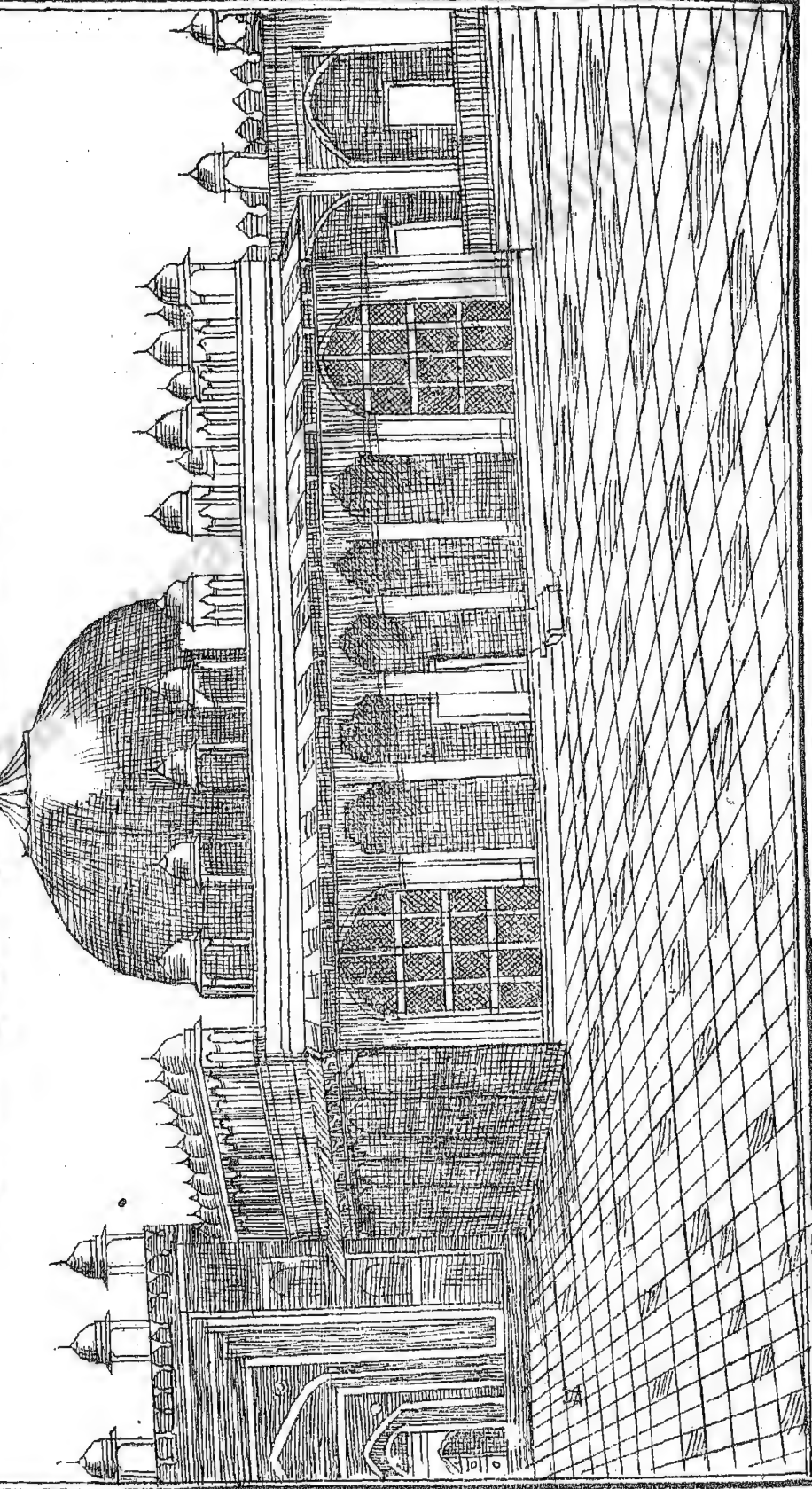
شمال میں بیرونی جانب یہ کتبہ ہے۔

در مزرع دل حُب علی کاشتہ ام	چشم شربہی از دواشتہ ام
او ذوات حق ست و حق بذاتش لمحق	حق می داند کہ من حق انکاشتہ ام

مقبرہ نواب اسلام خان

نواب اسلام خان حضرت شیخ کے پوتے تھے۔ درگاہ شریف کے شمالی حصہ میں حضرت شیخ کے روضہ کے قریب مشرقی جانب جو گنبد ہے اُس کے اندر آپ کا مزار واقع ہے۔ اس کے اندر اور برآمدے میں چاروں طرف حضرت شیخ کے بیٹے۔ پوتوں۔ نواسوں اور خاندان کے دیگر لوگوں کی قبریں ہیں۔ گنبد کے نیچے کا حصہ بہشت پہل ہے جس کا قطر ۳۱ فٹ اور ہر ضلع ۱۱ فٹ ۱۱ انچ ہے۔ چار پہلوں میں دروازے اور چار میں محراب دار گوشوں کے طاق بنے ہوئے

مقبرہ نواب سلام خاں اندرون درگاہ فیضی سیکری متعلقہ صفحہ ۵۲



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

ہیں۔ تین دروازے سنگ سرخ کی چالیوں سے بند ہیں۔ صرف جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے جس میں سنگ سرخ کے کواٹر لگے ہیں۔ سابق میں ان کواٹروں پر رنگین کام اور چینی کی پکے کاری تھی اب کچھ کام باقی نہیں رہا۔ صرف پچکاری کا خیف حصہ باقی رہ گیا ہے۔ چھت میں بہت سے اُبھرے ہوئے پھول بنے ہیں۔ درمیان میں آٹھ پتیوں کا ایک خوبصورت پھول مڑتا ہے۔ درمیانی حصہ میں سینٹیوں اور طاقوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔

گنبد کے اندر ۲۴ بڑے اور ۱۰ بچوں کے تعویذ ہیں۔ شمال میں ایک چوبلی کٹہرہ کے اندر جو ۶ فیٹ ۲ انچ x ۳ فیٹ ۴ انچ ہے نو اب اسلام خاں صاحب کا مزار ہے۔ اس کٹہرے پر رنگین کام ہے۔ تعویذ بہت خوبصورت اور سنگ مرمر کا ہے جس کے اوپر ایک خوش نما مزارب کے اندر قلمدان اور ایک خوبصورت گلدستہ بنا ہے۔ اندر کوئی کتبہ نہیں ہے صرف ایک تعویذ پر شیخ افضل۔ ایک پر قادر ابن شیخ موسیٰ۔ اور ایک پر کلہ طیبہ منقوش ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔ **وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدًا كَاوَر** اور (یہ لوگ) کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور

اَوْصَرَّتْنَا الْاَرْضَ نَكْتَبُوْا مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنَنْعَمُ اَوْ نَجْزُوْا ہم کو (بشت کی سر) زمین کا مالک بنایا کہ ہم بشت میں جہاں چاہیں رہیں تو (نیک) عمل کریں اور لوگ (کیا ہی)

الْعَمِلٰیْنَ ۝ وَ تَرٰی الْمَلَائِكَةَ خَآفَتٍ مِنْۢهُ (پارہ ۲۴ سورہ زمر رکوع ۸)
اچھا اجر ہے۔ اور (یہ سب) اس دن تم) فرشتوں کو دیکھو گے کہ حلقہ باندھے (کھڑے ہیں)

اس کے آگے چاروں طرف ۷ افیٹ چوڑا برآمدہ ہے جو فرش سے ۳ فیٹ بلند چوڑہ پر بنایا گیا ہے۔ ۳ فیٹ چوڑا چوڑہ برآمدہ کے جنوب و مغرب کے جانب باہر کو نکلا ہوا ہے۔ جنوبی برآمدہ کے پانچ در کھلے اور ایک جالی سے بند ہے۔ اسی جانب شیخ حاجی حسین صاحب کے حجر سے ملا ہوا شیخ ابراہیم معصوم کا مزار ہے جن کی تعمیر کردہ سہ درسی درگاہ سے ملی ہوئی مغرب کی جانب واقع ہے۔ اس مزار کا تعویذ نہایت خوبصورت سنگ مرمر کا ہے اور اس پر کلہ طیبہ کے نیچے یہ تاریخ منقوش ہے۔

کہ در سک طریقت بود منظوم

بزرگ دہر بود این شیخ مرحوم

سرخشم گفت تاریخ وصالش	بحق پیوست ابراہیم معصوم
<p>اس سے ملے ہوئے جو تعویذ ہیں ان میں یہ کتبہ منقوش ہیں۔ شیخ چنوں۔ مرقد شیخ سرخشم الدین تاریخ دوازدهم ربیع الاول (صاف پڑھائیں جانا)۔ تاریخ۔ شیخ یعقوب ابن شیخ مصطفیٰ رحلت نمود۔ نواب مرتضیٰ خاں بتاریخ بست و نهم سوال شد</p>	
<p>مشرقی برآمدے کے چھپوں در سنگ سرخ کی چالیوں سے بند ہیں اس میں بہت سے سنگین تعویذ ہیں۔ مگر صرف تین تعویذوں پر یہ کتبہ منقوش ہے۔ شیخ زین اولیا۔ ۱۰۲۵</p>	
<p>محمد معصوم بن شیخ زین اولیا۔ مرقد شیخ احمد بن شیخ علی اصغر بن شیخ مودود چشتی ۱۰۱۱</p>	
<p>شمالی برآمدہ زنانه قبرستان سے ملا ہوا ہے اس وجہ سے اس جانب کل عورتوں کی قبریں ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے۔ اس جانب کے چھپوں در کھلے ہوئے ہیں۔</p>	
<p>مغربی برآمدے میں تین علیحدہ علیحدہ جالی دار حجرے بن گئے ہیں۔ پہلا حجرہ چو گوشہ شمال و مغرب میں ہے ۲۵ فیٹ ۴ انچ ۱۵ فیٹ ۵ انچ ہے۔ اس کے اندر علاوہ نواب مکرم خان (شیخ عبدالصمد) کے مزار کے جو ایک سنگین کٹھرے کے اندر ہے ۹ تعویذ مروالے اور زنانے اور ہیں۔ مغربی جانب دروازہ کی پیشانی پر یہ کتبہ نستعلیق حروف میں کندہ ہے۔ اور دروازہ کے اطراف میں خوش نمایاں بنی ہوئی ہے۔</p>	
چو خان مکرم ز طوفان دنیا	فرو برد کشتی (۱) بدریائے وحدت بفرمود در خواب تاریخ خود را کہ سال وصالم شفاء و رحمت
<p>دوسرا درمیانی حجرہ ۳۴ فیٹ ۲ انچ ۱۴ فیٹ ہے۔ اس کے اندر دس قبریں ہیں۔ جن میں تین کے گرد سنگین کٹھرہ نصب ہے۔ درمیانی کٹھرہ سنگ مرمر کا جا لیدار ہے اسی کے اندر نواب محترم خان (۲) (شیخ قاسم) کا مزار بتایا جاتا ہے۔ دروازہ کی پیشانی پر خط نستعلیق میں یہ کتبہ لکھا ہے۔</p>	
سر نادر جہاں محترم خاں	چو زین زہر فانی بہ عقبی گزر کرد
<p>(۱) کشتی بوٹا کی تھی اور دریائے دوبرگ پر لے کر انتقال کیا تھا۔ مفصل حال ضمیمہ میں دیکھیے (۲) مفصل حال ضمیمہ میں دیکھیے۔</p>	

مزار نواب مکرم خان

مزار نواب محترم خان

سروش خرد گفت تاریخ وصالش	بزرگ زمانہ ز عالم سفر کرد
<p>تیسرا حجرہ گوشہ جنوب و مغرب میں ہے یہ ۱۵ اینٹ ۴ اینٹ ۱۵ اینٹ ۴ اینٹ ہے۔ جو سنگ سرخ کی جالیوں سے محصور ہے۔ اس کی چھت لد او کی ہے۔ اندر نقش و نگار تھے جس کے کچھ آثار اب تک نمایاں ہیں۔ اس میں دو سنگ مرمر کے تعویذ اور ایک قبر کا نشان ہے۔ دروازہ جنوبی برآمدہ میں ہے جس کے اطراف میں خوبصورت پیل بنی ہوئی ہے اور پیشانی پر سنگ سفید کے اوپر تعلق خط میں یہ کتبہ کندہ ہے ۵</p>	
شیخ امیر قافلہ حاجی حسین آنکھ	بودش شمع زج و عمرہ جاوداں
چوں در صفا و مروہ و عمرش نماند سعی	رحمت کشید جانب مقصد و راعناں
سالی وصالش اہل سنا سگ قم زدند	بہر طواف کتبہ مقصود شد سبحاں
<p>اس تاریخ سے ۱۱۵۹ھ تکلتے ہیں۔ حضرت حاجی حسین صاحب حضرت شیخ کے خلیفہ اول محرم خاص اور مقربان باخلاص سے تھے۔ خانقاہ کا اہتمام انہیں کے سپرد تھا۔ مقبرہ نواب اسلام خان کا گنبد خشت و چوئے کا نہایت عالیشان اور خوش نما ہے۔ برآمدے کے چاروں طرف دو ہرا چھبہ لگا ہوا ہے۔ گنبد کے ارد گرد ۲۴ گزیاں فرین ہیں۔ اس مقبرہ اور حضرت شیخ کے روضہ کے درمیان میں زناتہ قبرستان کے دروازہ سے ملا ہوا ایک حجر بنا ہے اس کے اندر چار زناتے تعویذ ہیں جن میں تین سنگ مرمر کے ہیں اور تینوں پر کلمہ طیبہ منقوش ہے۔ اُس کے آگے فرش پر بہت سے مزار ہیں انہیں میں شیخ فضل الدین صاحب سجادہ نشین اور اُن کے صاحبزادہ شیخ نکر محمد حسین صاحب کا مزار ہے۔ شیخ فضل الدین صاحب شیخ علی احمد صاحب سجادہ نشین کے حقیقی بھائی تھے اور شیخ بھل حسین صاحب کے جد امجد تھے۔ مزار کے گرد سنگین کٹھرہ ہے۔ اور اُس پر شمالی جانب یہ کتبہ کندہ ہے ۵</p>	
چونکہ از دنیا بنجیب جانیں	آنکہ زو سجادگی میداشت زین
کرد رحت خواستم تاریخ او	از سروش راز دان نشاتین
بر کشید آہ و سوا لم را جواب	گفت مینو جاے فضل الدین حسین
	۱۲۴۷ھ ہجری

مجر شیخ حاجی حسین

مزار شیخ فضل الدین
صاحب سجادہ نشین

شیخ تکریم حسین کے مزار پر یہ کتبہ ہے ۵ ہوالعزیز	
کرد و رعت چو تکریم حسین از دنیا ہاتنی گفت مہر سال دفالتش از غیب	شد جہاں تیرہ و تار یک بہ چشم احباب آمدہ ماہ جہاں تاب بتار یک سحاب ۲۶۔ محرم ۱۲۶۸ھ روز دوشنبہ
مقبرہ نواب اسلام خاں کے جنوبی جانب فرش پر بھی بہت سی قبریں ہیں۔ انہیں میں مکرمی شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادہ کے جد بزرگوار شیخ رحیم اللہ صاحب اور اُن کے بیٹے شیخ ریاض الدین صاحب اور میرے دوست منشی مظہر علیہ صاحب کے پدر بزرگ وار ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے جو اخلاق حمیدہ سے موصوف اور صفات پسندیدہ سے آراستہ و پیراستہ تھے اور فتحپور کے شفا خانہ میں مدت تک ڈاکٹر رہے مزار واقع ہیں جن پر یہ کتبے لکھے ہوئے ہیں ۵ ہوالغفار	
رحیم اللہ شیخ خاصہ حق سروش گفت تاریخ وصالش	ز دنیا جانب عقبی رواں شد مقام او بہشتی جاوداں شد ۱۲۶۸ھ
شیخ ریاض الدین صاحب کے مزار پر فارسی۔ اردو کی یہ دو تاریخیں لکھی ہیں ۵	
چوں ریاض الدین ازین دار فنا بہر تاریخ از کلام کبریا	گشت عازم جانب ملک بخت قادسی فی جنتی آمد ندا ۱۲۶۸ھ
دیگر	
باغبان باغ احمدی افسوس کہا ہاتف نے لا الہ کھینچ	بارغ جنت کو جب روانہ ہوا تو نہاں ریاض دین سوکھا ۲۲، شہر صفر ۱۲۶۸ھ
کتبہ مزار ڈاکٹر عبد اللہ مرحوم	
شیخ عبد اللہ محمود خصال بستی شب بود از اول ربیع یار و فرزند از فراقش چشم تر	بود بر زمان حق بستہ میاں کز بیا و خلد گشتش تازہ جاں بیغم او در گلشن جنت چاں

رحمت حق باو بر جاناش بخوان ۱۳۱۹ھ	بہر سال رحلتش گفتا سروسش
محمد معین الدین و مظہر علیم و اختر عادل پسران مرحوم تباریخ دوازدهم ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ ہجری	
یاران چبوترہ	
<p>مقبرہ نواب اسلام خاں کے مشرقی جانب یاران چبوترہ ہے۔ یہ مقام بڑے بڑے مردانِ خدا کا مسکن اور عند لیبان گلشنِ قدس کا نشیمن ہے۔ حضرت شیخ کے اکثر خلفا مثل شیخ حسین چشتی، شیخ حسین تہنی، شیخ حسین کنبوہ، وغیرہ اسی جگہ آسودہ ہیں۔ سیکڑوں سنگ سفید، سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے تعویذوں کی قبریں ہیں۔ بعض بعض تعویذوں کے کتبے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔</p>	
شیخ ولی اللہ اولیا - ملک پیر محمد حسین در اللہ - شیخ ابراہیم - واقعہ آخر ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ ہجری	
تاج الدین - احمد ابن شیخ موسیٰ - اس قبر حافظ محمدی الدین امام و خطیب مسجد درگاہ - ۱۱۲۶	
<p>”شیخ الاسلام خلیفہ زادہ) بہ سال یکصد و چہل و ہزار یک ہجری - شہید گشت محمد حیات عند اللہ“</p> <p>محمد ولی ابن شیخ یعقوب - جمال اللہ ابن شیخ ولی محمد ۱۳۱۹ھ - اس مرقد شیخ حسین بنی ۱۳۱۹ھ</p> <p>محمد شفی ابن فرید</p>	
قدم - زراہ عدم بہ ملک قدم	جو شیخ پیر محمد کہ بود عالم عصر گفت سال مصالحت سروسش روضہ قدس
<p>شیخ حسین کنبوہ کا مزار مشرقی جانب برآمدے کے پاس ہے اس کا تعویذ سنگ سرخ کا ہے اس پر عربی کا کتبہ تھا مگر اب بالکل پڑھا نہیں جاتا۔</p> <p>یاران چبوترہ کے نیچے فرش پر مولوی ممدی صاحب اللہائے ممدی کا مزار ہے۔ آپ شیخ عثمانی اور علمائے عہد سے تھے۔ مزار پر یہ کتبہ کندہ ہے۔</p>	
در ہدایت از براے خاص و عام مولوی و حاجی بیت المحرم	آنکہ ذاتش بود بہر فیض حق عابد و زاہد چو اصحاب نبی

<p>ساختہ ماوا لے خود دار السلام یافت جنت مہدی عالی مقام ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ روز چار شنبہ</p>	<p>کرد رحلت زین سرائے ہے وفا بالتقی فسر بود تاریخش ز غیب</p>
<p>اسی کے برابر ایک اور مزار ہے جس پر یہ کتبہ منقوش ہے۔</p>	
<p>بود خلوت دوست مشہور انام در محرم عشرہ با صد احترام یافت جنت زاویہ عالی مقام ۱۳۶۵ھ</p>	<p>شیخ علاؤ الدین مرد با خدا رفت زین دار فنا سوئے جنان سال وصلش گفت بامن بالتقی</p>
<p>برکھ</p> <p>فتحپور کا پانی عام طور سے خراب ہے۔ اور پہاڑ پر پانی کی سخت قلت رہتی ہے۔ اس وجہ سے خدام درگاہ اور عوام کی آسائش کے واسطے درگاہ شریف کے صحن میں بلند وازہ اور بادشاہی دروازہ کے درمیان میں یہ برکھ (چاہ ٹما حوض جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے) بنا دیا گیا ہے اس کا منہ اوپر سے ایک چھوٹے سے کتوئے کے برابر ہے لیکن اندر سے بہت وسیع ہے۔ اندر چاروں طرف دالان بنے ہوئے ہیں جن میں ٹہنچنے کے واسطے زینہ بنا ہوا ہے۔ اب زینہ کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس برکھ میں صرف روضہ شریف اور نواب اسلام خاں کے مقبرہ کی چھت کا پانی جمع ہوتا ہے۔ نالیاں فرش کے اندر بنی ہیں۔ سال بھر تک برابر اس میں پانی رہتا ہے۔ جس سے خاص و عام آرام پاتے ہیں۔ میں نے جس وقت اس کی بلندی کی پیمائش کی تو ۳۲ فٹ کی گہرائی پر پانی تھا۔</p> <p>انتظام درگاہ شریف</p> <p>میں درگاہ شریف کے اندر کی کُل عمارات کا تفصیل وار حال لکھ چکا اب مجھے صرف اُس کے انتظام کے متعلق لکھنا باقی ہے وہ تحریر کرتا ہوں۔ درگاہ شریف کے مہارف کے واسطے غالباً اکبر ہی کے عہد سے حسب ذیل دیہات وقف چلے آتے تھے۔ موضع مہدو۔ موضع جاجٹو۔ موضع بہراؤتی مع نگلہ با۔ موضع سرولی۔ موضع باغ ہر پور واقع پرگنہ ہاڑی مہاراجہ</p>	

املاک کا ندو بارڈر تعلقہ کراولی۔ املاک تالاب قصبہ فتحپور۔ املاک اندرون بیرون فتحپور سیکری

مع باغات (۱)

اکبر سے لیکر شاہجہاں کے عہد تک عوس کے موقع پر خزانہ شاہی سے بھی کچھ خرچ کیا جاتا تھا جہاگیر نے سگہ جلوس میں لکھا ہے ”کہ میں نے ہزار روپے ملا علی احمد مہرکن اور ملار وزیر بن شیرازی کے حوالہ کر کے حکم دیا کہ حضرت شیخ سلیم چشتی م کے عوس میں روضہ مبارک پر جاکر صرف کریں“ شاہجہاں جب ۲۴ ذیقعد ۱۰۲۵ھ کو روضہ مبارک پر حاضر ہوا تو چار ہزار روپے نواب اکرام خاں سجادہ نشین کو دیکر حکم دیا کہ مستحقین درگاہ میں تقسیم کر دیں۔

ان دیہات کی آمدنی کے علاوہ حضرت شیخ کے بیٹے پوتے اور خاندان کے دوسرے لوگ اپنے پاس سے بھی عوس کے موقع اور درگاہ کی مرمت وغیرہ میں بہت کچھ خرچ کرتے تھے اکبر۔ جہاگیر بلکہ شاہجہاں اور جہاگیر کے عہد تک حضرت شیخ کے خاندان میں امارت و ریاست کا دور دورہ رہا۔ ہزاروں علما۔ فقرا۔ مشائخ اس خاندان کی بدولت پرورش پاتے اور عیش آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت شیخ کے عہد میں شیخ حاجی حسین جو آپ کے تمام خلفاء کے صدر نشین تھے خانقاہ کے مہتمم اور با اختیار تھے۔ ان کے بعد کے حال کا کسی تحریر سے پتہ نہیں چلتا۔ جب سلطنت مغلیہ میں ضعف پیدا ہوا تو اس خاندان میں بھی افلاس نے منہ دکھایا۔ آخر کار کل دار مدار انہیں دیہات کی آمدنی پر رہ گیا۔ انہی آمدنی سے خاندان کی پرورش بھی ہوتی اور مصارف درگاہ بھی کئے جاتے تھے۔ سجادہ نشین کا تقرر ہمیشہ دربار شاہی سے ہوتا اور اُسی کے نام ان دیہات کی معافی کا فرمان عطا ہوتا تھا اور وہی اپنے اہتمام سے کل آمدنی کو صرف کرتا تھا۔ برٹش گورنمنٹ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی طریقہ جاری رہا۔ جب بندوبست ہوا تو مجبوراً چٹھی سکرٹری گورنمنٹ محالک مغربی و شمالی اگرہ نمبر ۳۷۴/۱۸۳۷ء مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۳۷ء باستثنائے موضع بدرپور (۲) کے جو ریاست دھولپور میں شامل ہو گیا تھا

(۱) بدرپور ریاست دھولپور میں اور باقی کل گاؤں پرگنہ کراولی ضلع اگرہ میں واقع ہیں ۱۶

(۲) یہ موضع ریاست دھولپور کی جانب سے بھی عرصہ تک بدستور سابق معاف رہا۔ درمیان میں کسی وجہ سے ضبط ہو گیا لیکن چند سال بعد پھر آزاد شد ہو کر لامضبطی کا روپیہ بھی سجادہ نشین کو مرحمت کیا گیا۔ اس کے بعد جب رہن کر دیا گیا تو ریاست سے حکم ہوا کہ یہ معافی رہن نہیں ہو سکتی اگر تک رہن نہ کر لیا جائیگا تو معافی ضبط کر لی جائیگی۔ ریاستوں کا مرٹھی انتظام حکم کے کئی برس بعد راہنسان کو اطلاع ہوئی

اس وقت دہاں معافی ضبط بھی ہو گئی تھی پھر بہت کوشش کی گئی مگر کچھ ساعت نہیں ہوئی ۱۲

مکمل مواضع کا انتظام قابضان کے ساتھ کر دیا گیا اور جو روپیہ معرفت تحصیلدار کے قابضان سے وصول ہو کر سجادہ نشین کو دیا جاتا تھا وہ طریقہ مسدود کر دیا گیا اور بجائے اُس کے آٹھ ہزار تین روپے سرکاری خزانہ سے دئے جانا قرار پائے۔ اُس دن سے مرمت بھی سرکاری اہتمام سے ہونے لگی۔ جب ایکٹ ۲۰۸۴ء نافذ ہوا تو تین مسلمان میمبر (لوکل ایجنٹ) اس درگاہ کے انتظام کے واسطے بھی مقرر ہوئے۔ جنہیں حسب ضابطہ اہل اسلام فقہور منتخب کرتے ہیں۔ سجادہ نشین کا تقرر (خاندان حضرت شیخ سے) تقسیم وظیفہ مقررہ و تنخواہ ملازمان۔ اور اخراجات متفرق کا اختیار انہیں میمبران کو حاصل ہے۔ مصارف عرس۔ تقسیم لنگر و خراج روشنی و نگرانی ملازمان کا اہتمام یہ نگرانی میمبران مذکور سجادہ نشین کے ہاتھ میں ہے مدرسہ درگاہ کے منتظم شیخ تاج حسین صاحب پیرزادہ ہیں۔ مرمت بدستور سرکاری اہتمام سے ہوتی ہے۔ اب آمدنی و خرچ حسب ذیل ہے۔

آمدنی

۸۰۵۳

آمدنی مالگنداری بعد منہائی ابواب وغیرہ

۲۱۶

کرایہ آمدنی املاک نزول درگاہ ۱۱ ماہوار

۸۲۶۹

خرچ

مرمت درگاہ و کام سیپ - اخراجات مدرسہ درگاہ - مصارف عرس - خرچ لنگر و زمرہ

۳۰۰

۱۰۰

۲۰۰

۱۰۰

روشنی و زمرہ - تنخواہ ملازمان درگاہ - تنخواہ علماء سرشتہ و متفرقات

۲۰۰

۱۰۰

۱۰۰

پنشن شیخ تاج حسین صاحب پیرزادہ - پنشن شیخ محمد اسحاق صاحب و شیخ عظیم الدین صاحب پیرزادگان

۲۴۳۲

۴۰۰

پنشن شیخ فضل رسول صاحب تاج و نشین - پنشن شیخ احمد شام علی صاحب پیرزادہ - پنشن متفرقات

۲۴۰

۲۲۸

۳۲۰

میزان کل خرچ
۹۵۱

مازماں درگاہ اس تفصیل سے ہیں یہ سب شاہی زمانہ کے اہل فرمان ہیں کہ ان کی اولاً اب تک اپنے کار خدمت پر نسل بعد نسل مامور چلی آتی ہے۔

پیش امام -	خادم -	داروغہ -	بخشی -	مفتدی -	مشریف
۳	۳	۱	۱	۱	۱
لحمہ راہوار	محمہ راہوار	محمہ راہوار	محمہ راہوار	محمہ راہوار	لحمہ راہوار

مؤذن -	پیادے	دریان	خوشبو ساز	فراش	آیدار
۱	۲	۴	۱	۲	۱
عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	عمرہ راہوار

تحویل دار	گھڑیاں	قوال	نقارچی	شہناچی	
۱	۲	۲	۳	۳	
عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	

نان پز	حلوائی	بھشتی	گلفروش	حجام	
۲	۴	۱	۲	۱	
فی عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	عمرہ راہوار	فی عمرہ راہوار	عمرہ راہوار	

میزان

۴ نفر

خاکروب

۱

عمرہ راہوار

وصوبی

۱

عمرہ راہوار

جھالرہ

فتحپور کے پہاڑ پر پانی کی سخت قلت تھی اس وجہ سے نواب قطب الدین خاں کو کھٹاش نے جو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے نواسے تھے بلند دروازہ کے قریب درگاہ کے گوشہ جنوب مغرب میں یہ گہری جھیل بنوا دی تھی جو جھالرہ کے نام سے موسوم ہے سوائے روضہ مبارک کی چھت کے جس کا پانی برکھ میں جاتا ہے کل درگاہ شریف کا برساتی پانی مختلف نالیوں کے ذریعہ سے اس میں جمع ہوتا ہے۔ یہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ فتحپور کے ہزاروں غریب آدمی

اس کا پانی پیٹے اور بانی کو دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں اور اوپر کے خرچ میں تو علی العموم اسی کے پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ غرض کہ فتحپور میں یہ ایک چشمہ فیض ہے کہ جاری ہے۔ پہلے درگاہ کی دیوار پر سے تیراک اس میں کود کر اپنا کمال دکھاتے تھے چند روز ہوئے کہ مسٹر پابلس صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ ضلع نے اس کی حفاظت کر دی ہے۔

مشرقی جانب جھارہ میں اترنے کے واسطے سنگین بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہیں۔ ۳۸ سیڑھیوں کے بعد ایک محراب دار دروازہ ۱۱ فٹ چوڑا ہے۔ سیڑھیوں کے ارد گرد اول دو کوٹھریاں اور ان کے بعد دوسہ دریاں ۲۰ فٹ ۳ انچ ۲ فٹ ۹ انچ بنی ہیں۔ ان سہ دریوں میں ایک ایک زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنا ہے جن کا دروازہ اب بند کر دیا گیا ہے۔

جھارہ کی عمارت ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۳۴ فٹ ہے۔ اندر ہر پہل میں محراب دار درگاہ نشان بنا ہوا ہے جنوب و مغرب کے دو ضلعوں کے اوپر کے حصہ میں پانچ پانچ محراب دار درگاہ سرخ کے ستونوں پر قائم ہیں جن سے خیال ہوتا ہے کہ کچھ اور عمارت بھی تھی جو کسی زمانہ میں منہدم ہو گئی۔

جھارہ کی گہرائی اوپر سے اُس مقام تک جہاں سے سنگین ہشت پہل عمارت کا سلسلہ شروع ہے ۲۶ فٹ ہے اور اس سال باوجود اس کے کہ بارش بالکل نہیں ہوئی ۲۵ فٹ پانی سب سے گہرے مقام پر ہے۔ چند روز سے اس کے پانی میں خفیف سرخ رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے قریب کہیں گہرو کی کان ہے جہاں تک کسی طرح پانی کا سلسلہ پہنچ گیا ہے۔

حمام نواب اسلام خاں

یہ عالی شان حمام بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے جسے نواب اسلام خاں (شیخ علاؤ الدین چشتی رح) نے عام فقرا اور مساکین کے واسطے تعمیر کرا کر درگاہ کے متعلق کر دیا تھا۔ اس میں دو درجہ ہیں۔ پہلے درجہ میں درمیان میں ہشت پہل کمرہ اور ارد گرد پانچ غسل خانے ہیں۔ دوسرے درجہ میں درمیانی کمرہ کے آس پاس ۸ چھوٹے بڑے غسل خانے اور کپڑے

ہلنے کے مکان ہیں۔ دونوں درجوں کے غسل خانوں میں گرم و سرد پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض
نہ۔ نالیاں وغیرہ اب تک موجود ہیں۔ بعض بعض مقام پر گزشتہ نقش و نگار کے آثار بھی
نمایاں ہیں۔ اس حمام میں جس باؤلی سے پانی آتا تھا وہ اب موجود نہیں ہے لیکن نالیوں
کے نشان اب تک موجود ہیں۔

لنگر خانہ

بلند دروازہ سے ملا ہوا مشرق کی جانب لنگر خانہ ہے جہاں شاہی زمانہ میں ہزاروں فقرا
اور مساکین کو دو وقتہ کھانا ملتا تھا۔ اس عمارت میں چاروں طرف سنگین والان بنے ہیں۔
جنوبی والان ۸۲ فیٹ ۸ انچ x ۷۱ فیٹ ۸ انچ ہے اس میں نو نو در شمال اور جنوب دونوں
طرف کھلے ہوئے ہیں۔ مشرقی اور مغربی والان ۲۹ فیٹ ۸ انچ x ۷۱ فیٹ ۸ انچ ہے مشرقی
والان میں دونوں جانب تین تین در اور مغربی والان میں صرف صحن کی طرف تین در ہیں
شمالی والان جنوبی والان کی برابر ہے جس کے در بند کر کے تین دروازے بنا دئے ہیں
گوشہ جنوب و مغرب میں لنگر خانہ کا دروازہ اور بقیہ تینوں گوشوں میں کوٹھریاں بنی ہوئی
ہیں جن میں گوشہ جنوب و مشرق کی کوٹھری منہدم ہو گئی۔ دروازہ کے قریب زمین بنا ہے
اور صحن کے نیچے خانہ بنا ہوا ہے جس میں اترنے کی واسطے سنگین زمینہ بنا ہے۔

سہ درمی شیخ ابراہیم معصوم

حضرت شیخ ابراہیم معصوم حضرت شیخ زین اولیا کے بیٹے تھے سلسلہ نسب حضرت
بابا فرید شکر گنج سے ملتا ہے آپ اپنے عہد کے بڑے خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ مزار شریف
نواب اسلام خاں کے روضہ کے جنوبی برآمدہ میں واقع ہے۔ آپ نے درگاہ شریف کے مغربی
جانب جنوبی کھڑکی دروازہ کے قریب یہ سہ درمی تعمیر کرائی تھی جو شمالاً جنوباً ۲۷ فیٹ ۳۷ انچ
اور شرقاً غرباً ۳۱ فیٹ ہے۔ اس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے بنی ہوئی ہے مغربی جانب
تین اور شمال و جنوب میں ایک ایک در ہے۔ مشرقی دیوار میں ۹ محرابدار خوش ناطاق بنے
ہیں اور سہ درمی کے آگے سنگین چوترہ ہے۔

مشرقی دیوار کے اوپر نہایت جلی قلم اور نستعلیق حروف میں کتبہ کندہ تھا۔ غدر سے پیشتر کسی صاحب نے سردری پر غاصبانہ قبضہ کر کے ایک احاطہ سے محصور کر لیا اور اس غوث سے کہ سہ درمی کا کتبہ کسی وقت ان کی غاصبانہ حرکت کو ظاہر نہ کر دے اُس کو اپنی دانست میں بالکل کھرچ ڈالا۔ اُن کی اس حرکت بیجا کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور حاکم ضلع نے اُن سے یا اُن کے وارثوں سے سہ درمی کو خالی کر لیا۔ میں نے اپنے احباب کے ساتھ اس کھرچ ہوئے کتبہ کے پڑھنے میں بہت کوشش کی۔ اوّل پانی سے اُس مقام کو خوب دھویا۔ پھر پڑھنا شروع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ چھ سات گھنٹہ کی کوشش کے بعد کل کتبہ پڑھ لیا جو حسب ذیل ہے

وزمان خلافت سیمت تو اماں فرماں رواے بُرو بچر بادشاہ ہفت کشور ابو الظفر ابو المظفر
ابو المعانی شاہ عالمگیر ابن صاحب قرآن ثانی و درایام جائے نشینی سعادت انتظام صاحب
سجادہ عظام شیخ محمد اسلام، ابراہیم معصوم ابن شیخ زین اولیا کہ نور العالقا قدسی منزلت
قطب اقطاب محلی منزلت شیخ فرید الدین گنج شکر زبدۃ الاولیا و معانی معینی شیخ الاسلام
بدرو واسطہ و جدہ لبسات ارادت پیشود ایوان بنا فرمود داخلہ جنت ابدہ تا یوم الدین۔

مزار بالے میاں

درگاہ شریف کی مسجد کے پشت پر ایک احاطہ ہے جو طولاً ۳۳ فٹ ۸ انچ اور عرضاً ۷۵ فٹ ۸ انچ ہے۔ اس کے اندر سنگین فرش ہے کل احاطہ میں صرف عورتوں اور بچوں کے مزار ہیں۔ جنوبی جانب ایک سنگین چھوٹے سے گوارے کے اندر درخت کے نیچے حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے کا مزار ہے جن کا نام مخدوم شیخ تاج الدین اور خطاب بالے میاں ہے۔ آپ مادر زاد ولی تھے ایک برس کی عمر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ سے کرامات اور عجائبات ظاہر ہونے لگے۔ اکثر اپنی جگہ سے غائب ہو جاتے اور پھر خود بخود آمو جود ہوتے تھے ڈھائی برس کی عمر میں حضرت شیخ رحمہ اللہ سے گویا ہوئے اور حضرت کی دستار مبارک چوہلینگ کے پایہ پر رکھی ہوئی تھی اُٹھا کر اپنے سر پر رکھنا چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیخ بدر الدین رحمہ اللہ کا حق ہے۔ اُسی وقت حضرت کے پاس سے چلے گئے اور تھوڑی ہی

دیر میں انتقال کیا۔ ۲۔ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپ کے بھائی شیخ مندور بھی جنہوں نے صغیر سی میں انتقال کیا اسی جگہ آسودہ ہیں۔

احاطہ کی جنوبی دیوار میں دروازہ ہے جس میں سنگ سرخ کے کوارٹ لگے ہیں۔

مکان شیخ فیضی والی الفضل

ہر چند کہ شیخ ابوالفضل اور ملک الشعرا فیضی کا نام نامی ہمارے ملک کے بچے بچے کی زبان پر ہے اور ان کی شہرت کسی بیان کی محتاج نہیں مگر اس اُصول کے بموجب جو اس کتاب میں ملحوظ رکھا گیا ہے ان دونوں کا مختصر حال اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

ملک الشعرا فیضی

ابوالفیض فیضی فیاضی شیخ مبارک کے بڑے بیٹے ۱۵۴۴ھ میں بمقام آگرہ پیدا ہوئے۔ باپ نے ابوالفیض نام رکھا اور خود تعلیم و تربیت دی۔ فیضی نے بہت جلد جامع علوم عقلی و نقلی میں جو ایشیا میں مروج تھے کمال حاصل کیا۔ ۱۵۶۴ھ میں جبکہ اکبر کے چوتھے پرچہ پڑھائی کی تھی کسی تقریب سے دربار میں ان کا ذکر ہوا۔ اکبر نے فوراً طلب فرمایا۔ حسب الطلب فیضی بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے اُس وقت حضور جس بارگاہ میں تھے اُس کے گرد جالی کا کٹہر لگاتھا۔ یہ اُس کٹہر کے باہر کھڑے کئے گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ اس طرح کلام کا مزہ نہ آئیگا۔ اُسی وقت یہ قطعہ موزوں کر کے پڑھا قطعہ

بادشاہ درون پخیرہ ام	از سر لطف خود مرا جاوہ
ز انکہ من طوطی شکرا خایم	جائے طوطی درون پخیرہ بہ

اکبر اس حاضر کلامی سے بہت خوش ہوا اور پاس آنے کی اجازت دی۔ جو قصیدہ انہوں نے اول دربار میں پڑھا اُس میں تین کم دوسو شعر ہیں۔ مطلع یہ ہے۔

سحر نوید رساں قاصد سلیمانی	رسید ہجو سعادت کشادہ پیشانی
----------------------------	-----------------------------

جو شاہزادہ پڑھنے کے قابل ہوتا تھا اکبر اُس کی اُستاد دی سے فیضی کو اعزاز دیتا تھا۔ ۱۵۸۲ھ میں آگرہ۔ کاپی۔ کالج کی تحقیقات معافی کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔ ۱۵۹۹ھ میں ملک الشعرا کا خطاب مرحمت ہوا۔ ۱۵۹۹ھ میں راجی علی خاں حاکم خاندیس

کی سفارت پر بھیجے گئے۔ جہاں سے ۱۰۱۱ھ میں واپس ہوئے۔ ۱۰۰۴ھ صفر ۱۵۹۹ء کو ضیق النفس (دسم) اور تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ نزاع کی حالت میں اکبر آدھی رات کے وقت حکیم علی کو لیکر مکان پر گئے اور نہایت محبت سے سر پر رکھ کر اٹھایا اور کئی دفعہ پکار کر کہا شیخ جیو ہم حکیم علی کو ساتھ لائے ہیں۔ تم بولتے کیوں نہیں۔ وہاں بولتا کون۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو بادشاہ نے نہایت رنج سے بگڑی زمین پر دے ماری اور تھوڑی دیر میں شیخ ابوالفضل کو تسلی دیکر چلے گئے۔

فیضی کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں۔ تفسیر سواطع الالہام۔ موار الکلم۔ انشائے فیضی دیوان تباشر الصبح۔ مرکز دوار۔ سلیمان و بلقیس۔ نل دمن۔ ہفت کشور۔ اکبر نامہ۔ ترجمہ لیل اوتی وغیرہ۔ بعض تاریخ والے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۰۱ بتلاتے ہیں۔ مرتے وقت کتب خانہ سے ۴۰۰ جلدیں نفیس صحیح کی ہوئی برآمد ہوئیں۔

شیخ ابوالفضل

شیخ ابوالفضل ۴۔ محرم ۹۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ برس سوا برس کی عمر میں صاف باتیں کرنے لگے۔ ۵ برس کی عمر میں زیور علم و فضل سے آراستہ ہو کر درس دینے لگے۔ ۲۲ برس کی عمر تھی کہ ۹۸۱ھ میں حسب الطلب بمقام فقیہ دربار اکبری میں حاضر ہوئے اور مزاج شاکہ اور ادب و خدمت اور اطاعت فرمان اور علم و لیاقت سے اس طرح اکبر کا دل ہاتھ میں لیا کہ ہر وقت روئے سخن انہیں کی جانب ہوتا تھا۔ اول بیستی (۲۰ سواروں کا افسر) کا منصب عطا ہوا۔ ۹۹۳ھ میں ہزاری منصب ہو گیا۔ ستائیس برس میں دو ہزاری منصب پڑتی پائی۔ ۱۰۰۶ھ میں دو ہزار و پانچ سو کے عہدے پر سرفراز ہوئے اسی سال مہم دکن میں تعیناتی ہوئی اور اس مہم خصوصاً فتح قلعہ آسیر میں ایسی کارگزاری دکھائی کہ اس کے صلے میں ۱۰۱۱ھ میں پچاس ہزار روپیہ نقد انعام میں مرحمت ہو کر پنج ہزاری منصب عطا ہوا۔ ۱۰۱۲ھ میں حسب الطلب دکن سے دارالخلافہ کو روانہ ہوئے۔ اُس وقت شاہزادہ سلیم (جہانگیر) باپ سے بگڑا بیٹھا تھا اور وہ انہیں اپنا چغل خور سمجھ کر ہمیشہ ناراض رہتا تھا جب اُس نے یہ حال سنا راجہ نرسنگھ دیوبندیلہ کو خفیہ طور سے لکھا کہ کسی طرح راستہ میں شیخ کا کام تمام کر دے۔ اگر خدا نے تخت نصیب کیا تو خاطر خواہ رتبہ اور انعام سے

سرفراز کرونگا۔ اُس نے نہایت خوشی سے اس خدمت کو قبول کیا۔ جمعہ کے دن بیچ الاو کی پہلی تاریخ ^{۱۱} کو جبکہ شیخ دو تین آدمیوں کے ساتھ قصبہ آنتری (گوالیار سے ۷ کوس ہے) سے تین کوس کے فاصلے پر تھا یہ بندیلہ سردار مع اپنی فوج کے آپہنچا۔ شیخ نے بھی خوب مقابلہ کیا آخر کار کئی زخم کھا کر گھوڑے سے گرا اور جاں بحق تسلیم ہوا۔ راجہ نے سرکاٹ کر شاہزادہ کے پاس بھیج دیا۔ جب اکبر کو یہ حال معلوم ہوا تو اس قدر غمناک اور بے قرار ہوا کہ کسی بیٹے کے لئے یہ حال نہ ہوا تھا۔ کئی دن تک نہ دربار میں آیا نہ کسی بات کی۔ بار بار چچا تپ پر ماتھ مارتا تھا اور کہتا تھا۔ کہ بابے شیخو جی (شاہزادہ سلیم کو شیخو جی کہا کرتا تھا) بادشاہت لینے تھی تو مجھے مارتا تھا شیخ کو کیا مارتا تھا۔ مشہور ہے کہ جب شیخ کی بے سربلش آئی تو یہ شعر پڑھا

شیخ ما از شوق بید چوں سوئے مآمدہ ز اشتیاق پائے بوسی بے سرو پا آمدہ

ابوالفضل کی زندہ یادگار اکبر نامہ اور آئین اکبری موجود ہے۔ آئین اکبری کی تحریر حذبیان سے باہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آئین اکبری نہ لکھی جاتی تو اکبری عہد کے کارناموں اور سلطنت کے ضوابط و قوانین سے آج ہم اُسی طرح ناواقف ہوتے جیسے اُس سے پہلے عہد کے بادشاہوں کے آئین قوانین کے حال سے ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی عہد کی کوئی تاریخ اس سے بہتر نہ پہلے لکھی گئی نہ اس کے بعد کسی نے لکھی۔ شیخ کی انشا پردازی اور مطالب نگاری کی آج تک دھوم ہے اور ہندوستان میں اب تک وہ سب سے بڑا انشا پرداز مانا جاتا ہے۔

فقیہوں میں جو مکان شیخ فیضی اور ابوالفضل کے نام سے موسوم ہے وہ درگاہ شریف کی شمالی دیوار سے ملا ہوا ہے۔ اور یہ بات نہایت دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح زندگی میں ان دونوں بھائیوں سے علوم عقلی و نقلی کا فیض جاری رہا اور باوجود امارت کے ان کے مکانوں میں ہمیشہ درس و تدریس کا سلسلہ رہا وہی سلسلہ آج تک ان کے مکان میں جاری ہے۔ یعنی فقیہوں کا سرکاری اور درگاہ کا مشترکہ مدرسہ اسی مکان میں قائم ہے۔

اس مکان کے موجودہ احاطہ اور اُس کے قرب و جوار کی حالت دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ عمارت کسی عالیشان محل کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اس وقت اس میں دو قطعہ ہیں جن میں مشرقی قطعہ شیخ ابوالفضل اور مغربی قطعہ شیخ فیضی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مشرقی قطعہ میں اندر ایک مستطیل کمرہ ۲۹ فٹ ۴ انچ ۷۰ فٹ ۱۱ انچ ہے جس کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کمرہ ۱۴ فٹ ۱۱ انچ ۷۰ فٹ ۱۱ انچ اور بنا ہے۔ درمیانی کمرہ کے آگے برآمدہ اور ارد گرد کے کمروں کے آگے ایک ایک دو منزلہ سہری ۱۲ فٹ ۱۱ انچ ۱۱ فٹ بنی ہے۔ برآمدے کے توڑے نہایت خوبصورت اور خاص صنعت کے ہیں۔ برآمدہ کے آگے چوترا ۴۸ فٹ لمبا اور ۲۰ فٹ چوڑا ہے۔ چھت پر ۲ فٹ چوڑا گیلری نما راستہ بنا ہے جس میں دورویہ جالیاں لگی ہیں۔ یہ تمام عمارت سنگ سرخ کی ہے جس کی چھت پر گزشتہ نقاشی کے خفیف نشان اب تک نمایاں ہیں۔ اس عمارت کی پشت پر ایک وسیع حمام چمہ درجہ کا موجود ہے۔

مکان شیخ ابوالفضل

مغربی قطعہ میں اندر ایک کمرہ ۲۹ فٹ ۱۱ انچ ۷۰ فٹ ۱۱ انچ ہے جس کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کوٹھری اور آگے ۲۵ فٹ ۷ انچ ۱۵ فٹ ۲ انچ برآمدہ ہے۔ برآمدہ کے آگے ۱۳ فٹ چوڑا چوترا ہے جو اب شکستہ حالت میں ہے۔ چھت پر ایک کمرہ ۲۱ فٹ ۱۱ انچ ۷۰ فٹ اور اُس کے آگے ۱۵ فٹ ۲ انچ ۱۲ فٹ ۴ انچ برآمدہ ہے۔

مکان شیخ فیضی

احاطے کے ایک گوشے میں دو ہرا دالان اور درگاہ کی دیوار سے ملی ہوئی چند کوٹھریاں اور شمالی جانب ایک چھوٹا سا پختہ حوض ۲۲ فٹ ۳ انچ ۷۰ فٹ ۳ انچ بنا ہوا ہے۔ احاطے سے باہر شمالی جانب دور تک آثار قدیمہ کے نشانات ہیں جو سب اسی مکان کے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں دو تین حمام اور پہاڑ کے شمالی کنارے پر ایک نشیمن گاہ کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔ جس کے گزشتہ نقش و نگار اور خوبصورت منبت کاری کا کچھ کام اب تک باقی ہے۔ یہ جگہ عیب پر فضا اور دلچسپ ہے دور تک کا منظر یہاں سے پیش نظر رہتا ہے۔ اسی کے قریب پہاڑ کے نیچے ایک باؤلی ہے جس میں سے اس جانب کے مکانات میں پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جس کی پختہ نالیاں اب تک بنی ہوئی ہیں۔

شفا خانہ فیضی

ملک الشرف فیضی نے فن طب کو بھی حاصل کیا تھا اور ابتدائے عمر ہی سے ہمیشہ بزرگانِ خدا کو معالجہ سے فیض پہنچاتا تھا۔ جب ہاتھ میں رسائی پیدا ہوئی تو دوا بھی اپنے پاس سے دینے لگا۔ جب خدائے امارت و ریاست کے درجہ پر پہنچا تو رفاہ عام کی غرض سے ایک شفا خانہ بنوایا جو غالباً اسی مقام پر کسی جگہ ہو گا مگر اب اُس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اسی مقام کے قریب پہاڑ کے نیچے فیضی کا باغ تھا۔ اخیر زمانہ میں جب اکبر نے آگرہ میں رہنا اختیار کیا تو ابو الفضل نے اپنا اور فیضی کا مکان مع باؤلی اور باغ کے اپنی بہن لاڈلی بیگم زوجہ نواب اسلام خان چشتی (بیرہ شیخ سلیم چشتی) کے نام ہبہ کر دیا۔ چنانچہ اُس وقت سے مدرسہ کا مکان اب تک اُن کی اولاد کے قبضہ میں ہے جس کے ملک آج کل شیخ نجل حسین صاحب پیر زادہ ہیں۔

سموسہ محل

ابو الفضل اور فیضی کے مکان سے شمال کی جانب تھوڑے ہی فاصلہ پر یہ محل واقع ہے۔ اس کے نام کی وجہ تسمیہ کئی طور سے بیان کی جاتی ہے جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دراصل اس محل کا نام سنیا سی محل تھا جو اکبر نے سنیا سیوں اور جوگیوں کے واسطے بنوایا تھا پھر سنیا سی محل سے سموسہ محل مشہور ہو گیا۔ منتخب التواریخ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ ۹۹۱ھ میں اکبر نے دو مکان مسلمان اور ہندو فقروں کو کھانا کھلانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ تعمیر کرائے پہلے کا نام خیر پورہ اور دوسرے کا نام دھرم پورہ رکھا۔ اور جب دھرم پورہ میں جوگی کثرت سے آنے لگے تو اُن کے واسطے ایک علیحدہ مکان تعمیر کر کر اُس کا نام جوگی پورہ رکھا۔ اکثر راتوں کو اکبر اپنے چند خدمتگاران کے ساتھ اس مکان میں جوگیوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور خلوت میں بیٹھ کر اُن کے عقائد مذہب۔ جوگ کے اسرار و حقائق۔ اور عبادت و اشتغال کے طریقے۔ حرکات و سکنات۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ کایا پٹ وغیرہ کے کتب سیکھا کرتا تھا۔ کیمیا گری بھی سیکھی تھی۔ چنانچہ اپنی کیمیا گری سے سونا بنا کر سب لوگوں کو دکھایا تھا۔ شیوراتری کی رات کو جوگیوں کا بڑا مجمع ہوتا تھا اور ہر طرف سے جوگی اکرجع ہوتے تھے۔ اس رات کو اکبر بڑے بڑے جوگیوں کے ساتھ ہم پیالہ دہم نوالہ ہوتا تھا اور انہوں نے اکبر کو

جوگی پورہ

بشارت دی تھی کہ آپ کی عمر معمولی عمر سے سہ چند چار چند ہوگی۔ کیا عجب ہے کہ یہ وہی محل ہو لیکن وجہ تسمیہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ اس کی شکل سمو سہ نما ہے۔ ایک قلمی نسخہ میں یہ محل شیخ ابو الفضل کے محلات میں شمار کیا گیا ہے۔ پس ایسی حالت میں اس کی نسبت کوئی صحیح رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔ چند مدت پیشتر یہ ایسی خراب حالت میں تھا کہ لوگ اس کے اندر جانے سے ڈرتے تھے اب سرکار نے اس کو صفا کر کر کچھ مرمت بھی کرادی ہے۔

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا یہ ایک سمو سہ کی شکل کی عمارت ہے جس کے تین جانب وسیع دالان اور گوشہ جنوب و مغرب میں دروازہ ہے۔ جنوبی پانچ در کا دالان سب سے بڑا ۱۱۳ فٹ \times ۱۳ فٹ ہے۔ مشرقی دالان چہ در کا ۱۷ فٹ \times ۱۳ فٹ اور شمالی دالان چار در کا ۵۰ فٹ \times ۱۳ فٹ ہے۔ درمیان میں صحن ہے جو شرقاً غرباً ۹ فٹ اور شمالاً جنوباً سب سے چوڑے مقام پر ۹ فٹ ہے اور پھر سمو سہ کی شکل میں ترجھا ہوتا ہوا دروازہ کے پاس صرف ۱۰ فٹ رہ گیا ہے۔ دالانوں کی چھت کسی جگہ کی گر گئی اور کچھ باقی ہر تمام در و دیوار پر چوڑے کی استرکاری اور اس پر نہایت خوبصورت پیل بوٹے اور مختلف قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے جو اکثر جگہ کے اب تک اصلی حالت میں موجود ہیں۔ باقی ماندہ آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھت پر بھی کچھ عمارت تھی۔ دروازہ سے ملا ہوا ایک وسیع حاتم بنا ہوا ہے جس میں سرد و گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض اور پانی آنے جانے کی نالیاں اور نل اب تک موجود ہیں۔

نو محلہ

یہ ایک عالی شان نو منزل کی عمارت تھی جسے نواب اکرام خاں (شیخ فضل اللہ) پسر نواب اسلام خاں نے تعمیر کرایا تھا اس کی نسبت یہ روایت مشہور چلی آتی ہے کہ جب نواب موصوف نے ایسی عالی شان عمارت کی تعمیر کا مقصد کیا تو فچہور میں پہاڑ کے اوپر کوئی جگہ میسر نہ آئی بہت کوشش سے تھوڑی سی زمین اس شرط پر ملی کہ اس کے معاوضہ میں لے ان کا مال ضمیمہ میں دیکھو

زمین کے اوپر روپیہ بچھا دیا جائے چنانچہ اسی معاوضہ پر زمین حاصل کی گئی اور اُس کے آگے پہاڑ کے نیچے سہ منزلہ عمارت محض سطح برابر کرنے کے واسطے بنائی گئی۔ اُس کے اوپر اصلی عمارت بننا شروع ہوئی۔ افسوس کہ جس سال یہ عمارت تیار ہوئی اُسی سال بانی نے اس دارِ غایبِ بدار سے انتقال کیا۔ اس کی بالائی منزلیں مدت ہوئی کہ منہدم ہو گئیں صرف نیچے کی تین منزلوں کے نشانِ خراب و خستہ حالت میں عمارت کا نام قائم رکھنے یا اپنے اُلوا الغرم بانی کی نوحہ خوانی کے واسطے ہنوز باقی ہیں۔ بعض جگہ اب تک چوٹے کا نفیس صندلا ایسا چمکتا ہے کہ اُس میں آئینہ کی طرح منہ دکھائی دیتا ہے۔ کچھ نقش و نگار بھی اب تک نمایاں ہیں۔ تعمیر کی تاریخ کسی نے یہ کہی ہے ۵

گفت زیب منزل اکر ام خاں

سال تاریخش چو پر سیدم ز عقل

اس عمارت کے منہدم آثار مسجد سنگ تراش سے تھوڑے ہی فاصلہ پر محلہ تالاب میں واقع ہیں

مسجد قدیم یا مسجد سنگ تراش

درگاہ شریف کے مغربی جانب تھوڑے ہی فاصلے پر یہ مسجد واقع ہے جو بلحاظ قدامت فتحپور کی عمارتوں میں خاص فوقیت رکھتی ہے۔ اس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت شیخ سلیم حشتی رحمہ اللہ اُس غار کے اندر جو اس مسجد میں اب تک موجود ہے عبادت کیا کرتے تھے سنگ تراشوں نے جو پہاڑ پر چکیاں بنائے آیا کرتے تھے۔ آپ کی کچھ کرامت دیکھ کر آپ کے واسطے تعمیر کر دی تھی۔ لیکن اس روایت کی تائید میں تاریخی شہادت موجود نہیں ہے۔ تاریخ سے اتنا پتہ البتہ چلتا ہے کہ جب ۹۱۶ھ میں حضرت شیخ سلیم حشتی رحمہ اللہ دوبارہ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے اس پہاڑی پر ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان خانقاہ تعمیر کرائی۔ پس ظن غالب ہے کہ یہ مسجد اُسی خانقاہ کے متعلق تعمیر کی گئی ہوگی۔ جب اکبر نے جدید خانقاہ (درگاہ شریف) تعمیر کرا دی تو پورانی خانقاہ کی جگہ مکانات تعمیر ہو گئے صرف مسجد باقی رہ گئی۔ چنانچہ اکثر لوگ اُس والان کو جس میں مجلسِ سماع منعقد ہوتی

اور جو اس مسجد سے ملا ہوا ہے پورانی خانقاہ کا ایک حصہ بتلاتے ہیں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ جب ۹۳۲ھ میں حضرت شیخ پہلی مرتبہ سفر حج سے واپس آئے اور اس مقام پر چند رکناات تعمیر ہوئے انھیں کے ساتھ یہ مسجد بھی تعمیر ہوئی ہو۔ بہر حال یہ سب سے قدیم عمارت ہے جس کی قدامت کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس میں سوائے ان پتھروں کے جو مرمت کے طور پر تعمیر لگائے گئے ہیں سب پتھر خاص فچپور کے پہاڑ کے لگے ہیں جو سوائے چلی بنانے کے کسی عمارتی کام کے قابل نہیں سمجھے جاتے۔

مسجد کا طول ۵۱ فٹ اور عرض ۱۲ فٹ ہے۔ ستون اس ترتیب سے نصب ہیں کہ مسجد دو برابر کے حصوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ اندرونی درجہ میں شمالی جانب ۱۰ فٹ لمبا حجرہ بنا ہے جس کے اندر وہ متبرک غار ہے جس کے اندر بیٹھ کر حضرت شیخ ابتدائی زمانہ میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی ٹپوں سے پٹی ہے۔ چھت کے توڑے اسی قسم کے ہیں جیسے حضرت شیخ کے روضہ کے ہیں۔ خوش نمائی کے واسطے مغربی دیوار میں پانچ کنگورہ نما محراب کے دربنے ہیں۔ جن کے کناروں پر خوبصورت بلیں بنی ہوئی ہیں روشنی کے واسطے سنگین ڈیوٹ دیوار میں نصب ہیں۔ درمیان میں پانچ سیڑھیوں کا ممبر ہے جس کے قریب کے درپر یہ کتبہ کندہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ

مَسَاجِدِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾

لیکو اور (اُس وقت) بیچنا (کھوچنا) چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو

(سورہ جمعہ رکوع ۲)

مسجد میں نو در ہیں اور صحن کی طرف ہر در کی پشانی پر کتبہ ہے۔ جس کی نقل مع ترجمہ کے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ ۝ وَلَا نَوْمٌ ۝ ط

اللہ (وہ ذات پاک ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ (کارخانہ عالم کا) بنھالنے والا نہ اُس کو اونگھاتی ہو اور نہ نیند

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں کسی کی سفارش کر

الْأَيُّ ذِيهِ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ

جو کچھ لوگوں کے پیش (آگے) ہے (وہ) اور جو کچھ ان کے پیچھے (پہلو) ہے (وہ) اُس کو (سب) معلوم ہے اور لوگ اُس کی

بَشِيرٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

مملوآت میں سے کسی چیز پر حاوی نہیں مگر جتنے پردہ چاہے اُس کی کرسی (سلطنت) آسمان و زمین (سب) پر حاوی ہے

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○ (پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۳)

اور آسمان و زمین کی حفاظت اُس پر (مطلق) گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان (ہو اور) اُس کی بڑی بارگاہ ہے۔

دوسرے درجے

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَلَمَّا أَتَى الْفُلَّ وَمِنَ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ

وہ اللہ (یسا) پاک ذات ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں (تمام جہان کا) بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے (تمام ہیروئن) بڑی ہے۔ امن دینے والا ہے

الْمُؤْمِنِ الْغَرِيزِ الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ ط سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○

مؤمن ہے۔ زبردست ہے۔ بڑا دباؤ والا ہے۔ بڑی عظمت رکھتا ہے۔ یہ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہیں اللہ کی ذات) اُس سے پاک ہے۔

هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ط يُسَبِّحُ

وہی اللہ (ہر چیز کا) خالق (ہر چیز کا) موجد (ہر چیز کی) صورت دہی (ہر چیز کی) صو قیں بنانے والا ہے (اُس کی) اچھی اچھی صفات ہیں اور اسی سبب) اُس کی کچھ ہی اچھی نام ہیں

لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (پارہ ۳ سورہ شوریٰ رکوع ۱۲)

جو مخلوقات آسمان زمین میں ہیں (سبھی کو) اُس کی تسبیح (تقدیس) کرتے ہیں اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

تیسرے درجے

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا تَمْلِكُ أُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا

(خود) اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور فرشتے اور علم والے بھی (گواہی دیتے ہیں) (اور اللہ عادل) العا

بِنَا لِقِسْطٍ ط لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ

کے ساتھ (اکی) رفاہ (عالم کو) سنبھالے ہوئے (ہے) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں زبردست (اور) حکمت والا ہے دین (حق) تو خدا کے

اللَّهُ الْإِسْلَامُ ط وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا فِي مَعَدِّ

نزدیک (ہے) اسلام ہے اور جس اور اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (دین حق سے) مخالفت کی تو (حق بات) معلوم ہونے بعد (کی اور)

مَا جَاءَهُمْ الْعِلْمُ لَعَنَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ ۖ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ

آپس کی ضد سے (کی) اور جو شخص خدا کی آیتوں سے منکر ہو تو اللہ کو (اُس سے) حساب لیتے (اور اُس کو نافرمانی کی سزا دیتے) کچھ

تسريع الحساب ○ (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۲)

دیر نہیں لگتی۔

چوتھے در پر

اتَّبِعُوا الصَّلَاةَ إِذِ نُوحِيَ إِلَيْكُمُ السَّمْسُ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ ۖ

(اے پیغمبر! آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر عصر مغرب۔ عشا کی) نمازیں پڑھا کرو اور نماز صبح (بھی کیونکہ)

رَأَى قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ○ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ بِحَمْدِهِ تَنَفُّلاً

نماز صبح کا وقت اور ظہر کا وقت ہے۔ اور رات کے ایک حصے میں (نماز) اتنی ہی پڑھا کرو (اور نمازیں فرض ہیں اور یہ) تھا

لَكَ فِي عَيْنَيْكَ أَنْ تَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا ○ وَقُلْ رَبِّ

(نماز) نقل (نہی) بھیجیں کہ (اس کی برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تم کو مقام حمد میں بھیجے اور یہ دعا مانگا کرو کہ

ادْخُلْنِيْ مِنْ دُخْلٍ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مِنْ مَّخْرَجٍ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ

سیر پروردگار (آخرت) جگہ کہ جہیز کر کسی جگہ جا کر رہا ہو جو جگہ (بہشت) ہے (بہشت) جگہ (جگہ) (کافروں کے نرگسے کے لئے تو خیر ہے)

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ○ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

اچھی طرح نکالو اور اپنے ہاں سے جگہ (دشمنوں پر) فتحیابی کے ساتھ غلبہ دیجو

پانچویں اور چھٹے در پر

قَالَ تَبَارَكَ اللَّهُ تَعَالٰی - "إِنَّمَا يُعْمَرْ مَسْجِدُ اللَّهِ مِنْ أَمَنِ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

(حقیقت میں تو) اللہ کی مسجد کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ روز آخرت پر ایمان لایا

الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَحْشَسْ إِلَّا اللَّهَ فَنَسِئَ أُولَٰئِكَ

اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈرنے مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت توقع کی جا سکتی ہے

أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ○ (پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳)

کہ (آخر کار) اُن لوگوں میں (جا شامل) ہوں گے جو سترل مقصود پر پہنچے۔

ساتویں در پر

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ - کتبہ فقیر عجائب ابن نور اللہ

آٹھویں اور نویں در پر

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم - مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ تَعَالَى يَبْتَغِي بِهِ
فَسَادًا يَأْتِيهِ صِلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - جو محض خدا کے لئے کوئی مسجد بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ

وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ يَكْتَنِي الْجَنَّةَ

اُس کے لئے دیا ہی ایک مکان جنت میں بنا دے گا۔

مسجد کے آگے ۳۵ فٹ چوڑا سنگین فرش کا صحن ہے جس کے آگے چار دیواری
کھینچی ہوئی ہے۔ آج کل صاحب مکشربہادر کے حکم سے مسجد کا سنگین فرش جو خراب ہو گیا
تھا از سر نو بن رہا ہے اور مسجد کی مرمت بھی ہو رہی ہے جس کی نسبت جملہ اہل اسلام
صاحب ممدوح کے مشکور ہیں۔

مکان شیخ الاسلام حضرت شیخ سلیم چشتی رح

اگرچہ اس مکان میں کوئی ایسی تعمیر نہیں کہ جس کی عمارت یا خوش وضعی کا ذکر کیا جا
صرف پُرانے طرز کا ایک معمولی مکان ہے۔ لیکن نہ صرف اس لحاظ سے کہ یہ حضرت شیخ الاسلام
کا مسکن عالی ہے بلکہ اس تاریخی دلچسپی سے کہ یہ فتحپور کی آبادی کا سب سے پہلا مکان
ہے اسے قابل بیان سمجھتا ہوں۔ میں اپنے خندوم شیخ بھل حسین صاحب اور اپنے مکرّم
شیخ عزیز الدین صاحب پیرزادگان کا کہ جن کی ملکیت میں یہ تبرک مکان ہے یہی ممنون
ہوں کہ انہوں نے اس کی زیارت سے مجھے مشرف کیا۔

اس مکان کے شمالی جانب جو دالان ہے وہ مجلسی دالان کے نام سے مشہور ہے
اسی میں حضرت شیخ الاسلام رہا کرتے تھے۔ اور اسی اعزاز کی وجہ سے خاندان کی تمام تقریریں
اب تک اسی دالان میں ادا کی جاتی ہیں۔ اس کی چھت پر مغرب کی جانب ایک چھوٹا سا
کمرہ ہے جس کی چھت راوٹی نما پٹی ہے یہ منڈف کے نام سے مشہور اور حضرت شیخ الاسلام کا
چلہ گاہ ہے۔ اسی میں ۲۰ رمضان کو تبرکات کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کا بیان
ہے کہ شاہزادہ سلیم اسی مکان میں پیدا ہوا تھا لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ شاہزادہ کی والدہ

کے واسطے اکبر نے اسی مکان کے قریب ایک محل تعمیر کرایا تھا اور اُسی میں شاہزادہ سلیم اور شاہزادہ مراد پیدا ہوئے تھے جس کا حال آگے بیان کیا جاتا ہے۔

رنگ محل

رنگ محل جسے شاہزادہ سلیم (جہانگیر) اور شاہزادہ مراد کی پیدائش گاہ ہونے کا آثار حاصل ہے حضرت شیخ الاسلام کے مکان کے جنوبی جانب اور نواب اسلام خاں کے چوک اور محلات کے درمیان میں واقع ہے۔ اکبر نامہ^(۱) اور آثار الابرار^(۲) سے واضح ہے کہ جب جہانگیر کی والدہ کو محل کے آثار نمایاں ہوئے تو اکبر نے اس خیال سے کہ برکات انفاس قریب تر ہو جائے حرم مذکور کو حضرت شیخ کے گھر بھیج دیا۔ اور حضرت شیخ کے مکان کے قریب ایک مکان حرم مذکور کے واسطے تعمیر کرایا اور اُسی مکان میں ۱۷-ربیع الاول ۹۶۹ھ کو شاہزادہ سلیم اور ۳-محرم ۹۷۰ھ کو شاہزادہ مراد پیدا ہوا (۳)

شاہزادہ سلیم اور
شاہزادہ مراد کا
پیدا ہونا

ابو الفضل لکھتے ہیں کہ اکبر کو مولود مسعود (شاہزادہ سلیم) کے دیکھنے کا اگرچہ سچا شوق

(۱) اکبر نامہ کی خاص عبارت یہ ہے۔ ”وہاں جہاں آرا سے براں قرار گرفت کہ مطلع نیز اقبال را با بعضی از مفسران مرادات عصمت در فہم بردہ در قریب و جو ارشع آرا مش دہند و مراں فضا سے رفیع محل بادشاہی اساس عالی یا بد شاہی بزرگوں نیز بہت بہت در حصول این دولت عظمی متوجہ مبادی فیاض شود و برکات قریب و جو اراو در مہواریں مطلب معین گردد۔ چنانچہ سچا نظر اقدس را یافتہ بود تحقیق پذیرفت (یعنی در فہم بردہ سیکری محل عالی برائے فروکش حشرات عظمی بنا کے عالی نہادند) و ہوا رہ از خدا سے لبس یا بخش خود امیدوار بود انتظار مقدم دولت افزائے آں گوہر کیا سے خلافت سے بروند تا آنکہ در دار الخلافہ فقہور بطلان بہت و چہار درجہ میزان بعد از گذشتن ہفت گھڑی از روز ریش (تاریخ ۸ شمس) ہند بہم شہر یورہ الہی ایں سال فرخندہ موافق۔۔۔ کہ روز بہت افزو غرا سے دولت و اقبال بود و بساختے سعادت اند و گوہر کیا سے خلافت از ہاں خاندان صدق بطون ساحل و جو قدم نہاد و اختر سعادت از افق اقبال طلوع نمود۔“ (صفحہ ۳۹)

(۲) آثار الابرار کی عبارت یہ ہے۔ ”در جہاں ایام مادر شاہزادہ سلیم بار و رشداں میں معنی موجب حسن ظن گردیدہ در قریب و جو ار منزل شیخ نے برائے حاملہ مذکور اساس پذیرفت و رہاں مکان شاہزادہ تولد یافتہ۔“ (جلد دوم صفحہ ۷۷ مطبوعہ کلکتہ) (۳) صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں ”وہ پختہ کے روز تیسری محرم ۹۷۰ھ کو دوسرا شاہزادہ سلطان مراد بدستور سابق حضرت شیخ سلیم حشری رحم کے مکان میں پیدا ہوا (ترجمہ اردو صفحہ ۲۶۲) ابو الفضل لکھتے ہیں ”دریں سال خجستہ بعد از گذشتن پنجاد و دو ہل از شب آسمان بہت و ہفتم مراد ماہ الہی موافق خجستہ سوم محرم ۹۷۰ھ و ہفتاد و ہشت ہالی۔۔۔“ (ترجمہ ۲۶۲) (۴) فرزند فرخندہ اختر کو گستر کہ از افوار بہت بلند از لوہ پیشانی او پیدا بود در منازل اقبال و رود، و جو ار گرامی ولایت اٹھنا و شیخ در فہم بردہ ولادت یافت (یعنی در مکانے کہ شاہزادہ سلیم بسلاستی ساعات و اوقات قدم سعادت در صدر شادت نہادہ بود)

جلد دوم صفحہ ۷۷ تاریخ ۸ شمس

جلد دوم صفحہ ۷۷ تاریخ ۸ شمس

میں نو بادہ گلشن اقبال و سر و جو بار اقبال ہم در جہاں دولت و سلطان جنت کی بخش خاطر پدر و طراوت افزائے دل بدر گردید (اکبر نامہ صفحہ ۱۷۸)

تھا۔ لیکن چونکہ ہندوستان میں قدیم سے رسم چلی آتی ہے کہ جب بچہ بہت اشتیاق اور مدت
مدید کے انتظار کے بعد پیدا ہوتا ہے تو اس کی صورت باپ کو جلد نہیں دکھائی جاتی۔ اس
وجہ سے اکبر نے بھی عام رسم کی پابندی کر کے فچپور کے آنے میں توقف کیا اور نو مولود کا
حضرت شیخ کے نام پر شاہزادہ سلیم نام رکھا اور اسی مقام پر رکھے جانے کا حکم دیا۔

پنجشنبہ کے دن ۱۷۔ ربیع الاول ۹۶۹ھ کو پورے دو برس کے بعد اکبر نے فچپور
میں رونق افروز ہو کر حضرت شیخ الاسلام کے مکان پر قیام کیا اور دونوں شاہزادوں کی صورت
دیکھ کر شادمانی حاصل کی۔ اسی دن شہر کی آبادی اور قصر بے عالی کی تعمیر کا حکم دیا
جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

جب دولت خانہ خاص اور حرم سرا کی عالی شان عمارت تیار ہو گئی تو یہ محل حضرت شیخ
کے واسطے چھوڑ دیا گیا جو اب تک حضرت کی اولاد کے قبضہ اور ملکیت میں چلا آتا ہے۔ کج کل
چونکہ سرکار عالی آثار قدیمہ کے قیام کی طرف بیدار متوجہ ہے لہذا اس محل کو بھی جو کسی زمانہ میں
آرائش و زیبائش میں بے مثل اور آج مرقع عبرت و حسرت بن رہا ہے اور عنقریب صفحہ ہستی
سے معدوم ہوا چاہتا تھا اپنے قبضہ میں لینا چاہتی ہے تاکہ اس کی مرمت کر کر اس قدیم یادگار
کو نابود ہونے سے بچاؤ۔

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو جبکہ راقم الحروف فچپور میں موجود تھا جناب نواب افٹنٹ گورنر صاحب
بہادر صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ مع صاحب کمشنر بہادر و ایکڑ لیکٹو انجنیر صاحب بہادر اس محل کے
ماحظہ کے واسطے تشریف لائے اور دیر تک شیخ محل حسین صاحب اور شیخ عزیز الدین صاحب
پیرادگان سے جن کی ملکیت میں یہ محل ہے گفتگو فرماتے رہے۔ صاحبان موصوف اُن سب
لوگوں کے نزدیک جو آثار قدیمہ سے دلچسپی رکھتے ہیں خاص شکر یہ کہ مستحق ہیں کہ انہوں نے
نواب موصوف کی خواہش کے مطابق اس متبرک محل کو جس میں ہزاروں روپیہ کا پتھر ہی پتھر
ہے گیارہ سو روپیہ کی برائے نام رقم میں کہ وہ بھی نواب موصوف کے بیدار سے منظور
کی گئی محض اس خیال سے سرکار عالی کے قبضہ اور ملکیت میں دیدنی منظور کر لیا کہ اُن کے
خاندان کی یہ قدیمی یادگار ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائیگی۔ نواب موصوف نے دونوں صاحبان

شکریہ ادا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس عنایت کے شکریہ میں سرکار آپ کے مکانات محققہ (چوک
نواب اسلام خاں وغیرہ) کی مرمت بھی اپنے صرف سے کرا دی گئی۔ اسید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی
توجہ سے عنقریب یہ محل اپنے اصلی رنگ روپ میں جلوہ گر ہوگا۔

موجودہ حالت یہ ہے کہ چاروں طرف والاں اور گوشہ شمال و مشرق میں گھونگٹ دار
عالمستان دروازہ ہے۔ مشرقی والاں ۲۶×۱۱ فٹ۔ مغربی والاں ۲۶×۲۴ فٹ
اور شمالی والاں ۳۷×۱۰ فٹ۔ اچھ اور جنوبی والاں ۲۲×۱۱ فٹ ہے۔ درمیان میں
 ۵۰×۲۳ فٹ صحن ہے۔ مغربی والاں کے دونوں بنگلوں میں دو منزلیں دریاں بنی ہیں
جن میں آمد و رفت کے واسطے مغربی دیوار میں ایک گیلری نما راستہ بنا ہے۔ جنوبی والاں میں
بجائے دریوں کے نیچے کوٹھڑیاں اور اوپر دریاں بنی تھیں جو منہدم ہو گئیں پشت پر بھی
والاں اور سہ دری تھی جس کے منہدم نہ نشان موجود ہیں یہ والاں بہت شکستہ حالت میں ہے۔
شمالی والاں کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔ اس کے مغربی بنگل میں دو منزلیں دریاں
اور اس کے محاذ میں مشرق کی جانب دیوار میں سہ دری کا نشان اور درمیان میں توڑوں
کی چھت پر ایک نشست گاہ بنی ہوئی ہے۔ والاں کے شمالی جانب پانچ در کا ایک اور والاں
ہے جس کی کرسی مغربی جانب کی دو منزلیں سہ دری کے برابر ہے یہ والاں محل کے شمالی راستہ پر
چھتہ پاٹ کر بنایا گیا ہے۔ چھت پر بھی عمارت کے آثار موجود ہیں جس میں اب صرف ایک
سہ دری گوشہ شمال و مغرب میں باقی رہ گئی ہے۔ بعض جگہ کے باقیماندہ نقش و نگار سے
ظاہر ہوتا ہے کہ رنگ محل اسم بامسمیٰ اور رنگارنگ کے نقش و نگار اور خوش نمایاں بوتلوں
سے مزین اور مرتفع تھا۔ اس میں ایسا نفیس منقش پتھر لگا ہے کہ دوسری عمارت میں کم نظر
آتا ہے۔ تمام ستون نہایت بلند خوش نما اور اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار سے مرتفع ہیں۔ والاں
میں دوہرے ستون نصب ہیں۔ چھتوں کے خوبصورت ٹوڑے اور ان کے اوپر کے خاص صنعت
کے لتو قابل دید ہیں جو یہاں کی تمام عمارت میں بے نظیر خیال کے جاتے ہیں۔ دروازہ کے
پھانک پر ایک لتو دار محراب دو چھوٹے چھوٹے ہاتھیوں کے سروں پر قائم ہے جس کے
ارد گرد دو خوبصورت انجھرے ہوئے پھول نصب ہیں۔

چوک نواب اسلام خاں

رنگ محل اور نواب اسلام خاں کی حویلیوں کے آگے یہ چوک واقع ہے جو نواب اسلام خاں کا تعمیر کردہ ہے۔ اس کے چاروں طرف چار عالی شان سنگین دروازے ہیں۔ جن کے درمیان میں دو منزلہ سنگین دالان بنے تھے جن کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا اور کچھ باقی ہے شمالی بھاگ سے نواب اسلام خاں کی حویلیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کچھ دور شمالی جانب چلکر دروازہ ہو جاتے ہیں۔ ایک چھتہ میں ہو کر رنگ محل کو گیا ہے۔ دوسرا ایک بڑے دروازہ میں ہو کر جو جھاواں دروازہ کے نام سے موسوم ہے زنانہ مکانات تک پہنچتا ہے۔ اسی دروازہ میں مغرب کی جانب ۱۱ فٹ چوڑی ایک کوٹھری بنی ہے جس میں بیٹھکر حضرت شیخ سلیم چشتیؒ نے چٹہ کھینچا تھا۔ اس کا دروازہ اب بند کر دیا گیا ہے صرف درمیان میں ۵ × ۵ فٹ سنگین کی جالی لگا دی ہے۔ یہ چوک مع مکانات ملحقہ شیخ نجم الحسن صاحب پیرزادہ کی ملکیت میں ہے۔

بدیع محل

بدیع محل جسے جہلانے بدی محل کر دیا ہے فقہ پور کی خوبصورت اور عالی شان حویلیوں میں شمار کیا جاتا ہے یہ حضرت شیخ کے مکان کے قریب واقع ہے۔ اس کا عالی شان دروازہ جس میں کئی ڈیوڑھیاں ہیں مشرق کی طرف واقع ہے۔ میں نے اسے اندر سے نہیں دیکھا مگر سنا ہے کہ درمیان میں برکہ اور چاروں طرف وسیع اور خوبصورت دالان بنے ہیں جس میں نہایت نفیس اور منقش پتھر لگا ہے۔ اندر سے اب اس میں کئی قطعہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں۔ یہ محل حضرت شیخ حاجی حسینؒ کا تعمیر کردہ ہے جو حضرت شیخ کے خلیفہ اول اور خانقاہ کے مہتمم تھے اور اب تک خدا کے فضل سے انہیں کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

حویلی شیخ فیروز (جہاز محل)

اس عالی شان محل کو جو کسی زمانہ میں اپنی وسعت اور ساخت اور خوبصورتی کے لحاظ سے

فتحپور کی عمارتوں میں خاص درجہ رکھتا تھا۔ شیخ فیروز نے جو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ کے داماد تھے تعمیر کرایا تھا۔ علاوہ دیگر مصالح کے اس میں ایک خاص بات یہ تھی کہ یہ جہاز نما بنایا گیا تھا۔ اس کی بنیاد پہاڑ کے نیچے اُس مقام سے شروع کی گئی تھی جہاں آبادی موضع کا ندو بارو کی واقع ہے۔ اس میں کئی منزل عمارت تھی۔ چاروں کونوں پر کمرے اور درمیان میں برکہ بناتا تھا۔ افسوس ہے کہ اب بہت تھوڑی عمارت اس میں باقی رہ گئی ہے جس میں ایک عایشان دروازہ اور جنوبی کمرہ کا کچھ حصہ کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہے جو اس کی گزشتہ خوبصورتی کو یاد دلاتا ہے۔ اس حویلی کے مالک شیخ محمد اسحق صاحب ہیں جو شیخ فیروز کی اولاد میں ہیں۔

مسجد نواب ابراہیم خاں

نواب ابراہیم خاں شیخ موسیٰ برادر کلاں حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی رحمہ کے صاحبزادہ تھے۔ انہوں نے اپنی حویلی کے قریب یہ مسجد تعمیر کرائی تھی جو محلہ تالاب میں پہاڑ کے شمالی کنارہ پر نہایت بلند جگہ پر واقع ہے۔ یہ پانچ در کی سنگ سرخ کی مسجد ہے جو اندر سے ۳۹×۲۲ فٹ ہے۔ چھت سنگ سرخ کی پیٹوں سے پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ شمالی دیوار میں باہر کو نکلی ہوئی ایک نشست گاہ بنی ہے جہاں سے پہاڑ کے نشیب کا کوسوں تک منظر نظر آتا ہے۔ اسی کے محاذ میں جنوبی دیوار میں ایک دروازہ بنا ہے۔ آگے ۲۳×۲۲ فٹ کا صحن ہے جس کے گرد چار دیواری کھینچی ہے۔ مسجد میں کوئی کتبہ نہیں مگر نشست گاہ مذکور کے در کے اوپر سیاہی سے یہ رباعی نہایت خوش خط تین سو برس سے زائد کی لکھی ہوئی اب تک موجود ہے۔ رباعی

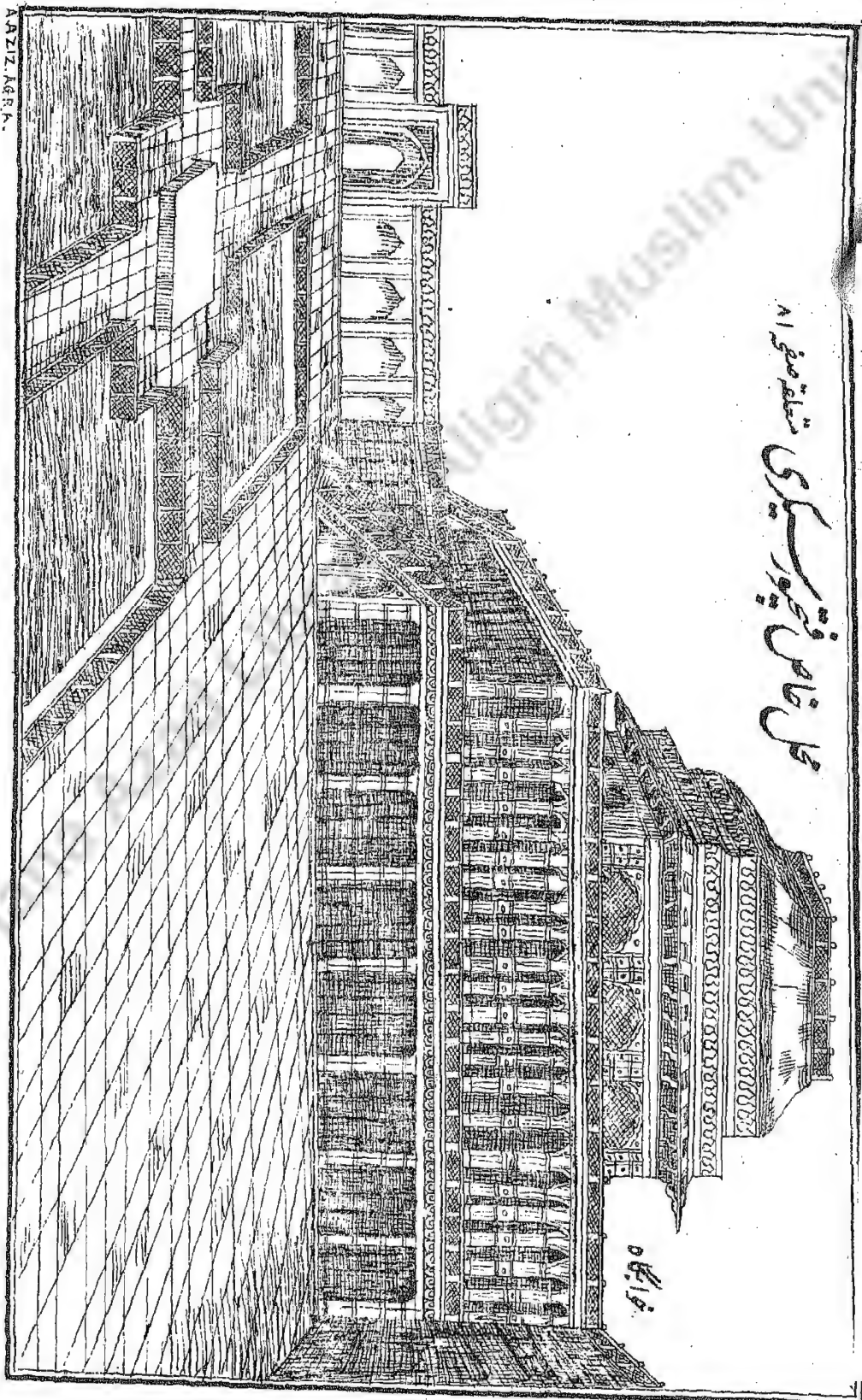
گر نشینی بہ غفۃ مسجد	صورت غم زول تبہ کنی
سبزہ و آب آیدت بہ نظر	ہر کجا از طرب نگاہ کنی

راقمہ عبدالواحد ابن شیخ ابراہیم - ۱۸ - جمادی الثانی سنہ (صاف پڑھانیں جائے)

در کے اندر یہ عبارت سیاہی سے لکھی ہے۔ ”اگر مستحق راز عایت خواہی فرمود محتاج سوال گرواں خاکپائے فقر و راقمہ فقیر سلطان محمد سنہ ۱۰۵۲ھ“

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

حل خاص فیچور سیکری
شملقہ صفحہ ۸۱



مسجد کے قریب و جوار میں دور تک نواب ابراہیم خاں کے دیوان خانہ۔ صمصامی و غیرہ کی منہدم عمارت کے آثار نظر آتے ہیں۔ حویلی کے دو عالی شان سنگین دروازے اب تک اصلی حالت میں موجود ہیں۔

باب سوم

محلات شاہی مع عمارت ملحقہ بالائے کوہ

دولت خانہ خاص یا محل خاص

دولت خانہ خاص جو عام طور سے محل خاص کے نام سے مشہور ہے ایک مستطیل احاطہ سے جو طولا ۲۱۱ فٹ اور عرضاً ۵۳ فٹ ۴ انچ ہے محصور ہے جو آٹ اکثر جگہ سے کھل گیا ہے۔ یہ چاروں طرف وسیع اور خوش نما عمارت سے معمور ہے۔ جس کے شمال و شرقی گوشے میں ترکی سلطان کا مکان اور شمال مغربی گوشے میں لڑکیوں کا مدرسہ اور جنوبی جانب شاہی خوابگاہ۔ اور درمیان میں پختہ حوض ہے۔ یہ کسی زمانہ میں نفاست و تکلفات۔ آرائش و زیبائش میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اسی کی نسبت ابو الفضل نے لکھا ہے ”کہ دنیا کی کوئی عمارت قصر شاہی کی خوبصورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی“۔ اب بھی اس کے بقیہ حیرت انگیز اور دلنشین نقش و نگار سیاحان کو محو حیرت کرتے ہیں۔

صفائے عمارت آں سرسبز	فرح بخش قلب است نور نظر
۹۶۶-۹۶۷ء میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور ۹۶۹ء میں اختتام کو پہنچی۔ اسی سال بنگالی محل آگرہ میں تیار ہوا قاسم ارسلان نے دونوں کی یہ تاریخ کہی ہے۔	
تمام شد دو عمارت بسان خلد بریں	پدور دولت صاحبقران ہفت اقلیم
یکے بلکہ دار الخلافہ آگرہ	دگر بہ خطہ سیکری مقام شیخ سلیم
سپر از پے تاریخ این دو عالی قصر	رقمزدہ دو بہشت بریں بہ کلک قدیم

محل کے جنوبی جانب جو دالان اور کمروں کا سلسلہ ہے منجملہ اُن کے گوشہ جنوب و مشرق میں ایک نہایت نفیس کمرہ ہے جسے منقش کمرہ کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اسے عام طور سے خواجگاہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے تمام در و دیوار انواع و اقسام کے نقش و نگار سے مرصع تھے جس کا بہت سا حصہ اب تک موجود ہے۔ ان میں زیادہ تر چھایا اور پہاڑی درختوں کے نمونے اور مختلف قسم کے گلہ تے اور پل بوتے ہیں۔ کمرہ کا طول ۳۲ فٹ اور عرض ۱۸ فٹ ہے۔ اس میں تین دروازہ ہیں۔ جنوبی دیوار میں ۹ سنگین صندوقچے نما الماریاں اور دروازوں کے گوشوں میں ایک ایک الماری بنی ہے۔ ان الماریوں کے دھکن یا کواڑ بھی پتھر کے تھے اور انہیں میں قفل لگا دئے جاتے تھے۔ ان الماریوں میں قیمتی اشیاء اور شاہی فرمان اور کتابیں رکھی جاتی تھیں۔ کمرہ کے آگے تینوں طرف برآمدہ ہے۔ مشرقی برآمدہ سے ایک راستہ ترکی سلطانہ کے مکان تک گیا ہے۔

اس کمرہ کی پشت پر نگر بالکل علیحدہ ایک دوسرا کمرہ ۷۱ فٹ x ۲۸ فٹ ۲ انچ بنا ہے۔ اس میں جنوبی دیوار سے ملا ہوا سطح سے ۷ فٹ کی بلندی پر چار چوکو رستوفوں پر ایک چبوترہ ۱۳ فٹ ۵ انچ x ۱۲ فٹ ۵ انچ قائم ہے جس کے وسط میں ۶ فٹ بلند اور ۳ فٹ چوڑی کھڑکی جنوبی دیوار میں کھلی ہوئی ہے۔ اس کمرہ کی نسبت عوام کا بیان ہے کہ اس میں اکبر کا ہندو پوجاری رہا کرتا تھا جو اس چبوترہ پر بیٹھ کر پوجا کیا کرتا تھا۔ بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ سومرج کی پرستش کی جگہ ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ جھوک درشن کا مقام ہے۔ چنانچہ ٹھیک اسی مقام پر چھت کے اوپر بھی اسی طرح کا چبوترہ اور جھوک بنا ہوا ہے جس کا حال مناسب موقع پر بیان کیا جائیگا۔ منتخب التواریخ میں لکھا ہے۔ ”کہ عوام ہندو جن کو دولت خانہ کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی اُن کو اکبر سے ایسا اعتقاد تھا کہ روز صبح کو آفتاب پرستی کے وقت زیر چھت جمع ہوتے تھے۔ اور جب تک اکبر کے درشن نہ کر لیتے مسواک کرنا۔ کھانا۔ پینا اُن پر حرام تھا جب اکبر آفتاب کے ۱۰۰ نام کی تسبیح چپ کر پردہ سے نکلتے سب ہندو سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ برہمنوں نے ۱۰۰ نام اکبر کے بھی ترتیب دئے اور کہا کہ رام اور کرشن کی طرح آپ بھی ایک اوتار ہیں اور پریشور نے آپ کی صورت میں حلول کیا ہے پھر یہ نوبت پہنچی کہ ہر شب کو بہت سے

حاجت مند ہندو مسلمان - مرد - عورت - بیمار - تندرست اپنی اپنی حاجت بروائیوں کے واسطے اکبر کے حضور میں جمع ہوتے تھے اُس وقت دربار عام ہوا کرتا تھا۔ پس وہ جھروکہ کا مقام جس کا تاریخ سدرجہ صدر میں ذکر ہے سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

اسی چبوترہ سے ملے ہوئے شمالی جانب دو منقش ستون نصب ہیں جن پر نہایت خوبصورت خوشے دار انگوری پیل - اور دیگر قسم کی باریک پیل اور پھول پتیاں منقش ہیں - کمرہ کے مشرق میں ایک غسل خانہ ہے جس میں پانی آنے کے واسطے اندر ہی اندر نالی بنی ہوئی ہے۔ اسی کمرہ میں ایک دروازہ دفتر خانہ میں آمد و رفت کے واسطے بنا ہے۔

اس کمرہ کے بعد دالان در دالان بنے ہوئے ہیں۔ درمیان میں نیچے پٹاؤ کا ایک دالان پاٹ کر اُس کی چھت پر ایک درمیانی دالان 4×5 فٹ بنا یا ہے جس کے ستون اس ترتیب سے نصب ہیں کہ یہ دو خوش نما حصوں میں منقسم ہو گیا ہے شمالی چار وسط میں 10 فٹ 5 فٹ ایک شہ نشین بنی ہے جہاں سے محل خاص کے حوض (تالاب) اور تمام محل کا نظارہ عمدہ طور سے ہوتا ہے۔ بعض جگہ کے باقی ماندہ نقش و نگار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دالانوں پر بھی مختلف اقسام کی گلکاری کی گئی تھی۔ اسی درمیانی بالا خانہ کے زینہ کے پاس چھت پر چڑھنے کے واسطے 5 سیڑھیوں کا زینہ بنا ہوا ہے۔

مغل دالان محل خاص کے مغربی جانب ایک چبوترہ فرش صحن سے 10 فٹ اونچے بلند بنا ہے جس کا سلسلہ بیچ محلہ تک چلا گیا ہے اس کے اوپر ایک وسیع دالان بنا ہے۔ وسط دالان میں شمالی دیوار میں ایک دروازہ لگا ہے جس میں ہو کر مریم کے محل میں پہنچ جاتے ہیں۔ اب ایک جدید دروازہ جنوب مغربی گوشے میں اور کھل گیا ہے جس میں سے ہو کر دفتر خانہ کو راستہ ہے۔ اسی دروازہ کے اندر دالان کے درمیان ایک حوض ہے جو آبِ پتھر کی پٹیوں سے بند کر دیا گیا ہے مختلف تالیوں کے ذریعہ سے اوّل اس حوض میں پانی جمع ہوتا تھا اور یہاں سے محل کے بڑے حوض میں پہنچتا تھا۔ اسی دالان میں کئی پرنا لے برساتی پانی کے بنے ہیں جن میں ہو کر مریم کے مکان اور اُس جانب کے دیگر محلات کا پانی اُن چھوٹے چھوٹے حوضوں میں جو پرنا لوں کے نیچے فرش کے اندر بنے ہیں ہوتا ہوا بڑے حوض میں

جاتا تھا۔ بیچ محلہ کی جانب والاں کے پانچویں در کے سامنے فرش سے ۴ فٹ ۵ انچ کی بلندی پر دیوار میں ۸ فٹ ۸ انچ چوڑا سنگین پرنا لگا ہے۔ شمالی کارخانہ آبرسانی سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے اس پرنا میں پانی آتا تھا اور اس پر سے بذریعہ ایک چھرنے کے جس کے اب خفیف نشان باقی رہ گئے ہیں اتر کر ایک سنگین حوض میں جو ۳ ۱/۲ x ۳ ۱/۲ فٹ ہے جمع ہوتا۔ اور پھر ایک مختصر نالی میں ہوتا ہوا والاں کے در کے نیچے کے حوض میں ہوتی تھی اور ایک پتھر میں ترشا ہوا ہے اور جس کا قطر ۸ فٹ ۸ انچ اور ہر ضلع ۹ انچ ہے گرتا تھا اور وہاں سے ایک پیپار نالی کے ذریعہ سے اسی طرح کے دوسرے حوض میں پہنچتا پھر وہاں بیچ و خم کھاتا ہوا صحن کے بڑے حوض میں جا گرتا تھا۔

خوابگاہ خاص
(بالا خانہ)

محل خاص کی جنوبی عمارت کی چھت پر وہ چھوٹا سا خوبصورت اور طلسماتی کمرہ واقع ہے جو خوابگاہ کے نام سے موسوم ہے چونکہ یہ خاص بادشاہ کی خوابگاہ کے واسطے بنایا گیا تھا اس وجہ سے باکمال صنائعوں اور عالی دماغ مصوروں نے اس کے خوش نما بنانے میں کوئی ایسی تدبیر نہیں اٹھا رکھی تھی جو انسان کے دست قدرت سے باہر نہ ہو۔ رنگساز کے اعلیٰ درجہ کے کاریگروں نے اندر۔ باہر۔ نیچے۔ اوپر تمام در و دیوار کو رنگارنگ کی شکوفہ کاری اور طرح طرح کی گلکاری سے مزین کر کے کمرہ کو نمونہ بہشت بریں بنا دیا تھا۔ مصوروں نے اپنے کمالات مصوری کا کمال دکھا کر طرح طرح کی تصویروں اور مختلف منظروں کے نقشوں سے تمام کمرہ کو نگارخانہ چین بنا کر عالم طلسمات کو مات کیا تھا۔ جو اہر رقم اور صغیر قلم کتبہ نویسوں نے مختلف گلکاریوں کے بیچ میں اس تراکت اور صفائی سے کتبوں کو لکھا تھا کہ جن کے نظارہ سے آنکھوں میں نور پیدا ہوتا تھا۔ غرض کہ اس مقام پر ہر قسم کے صنائعان باکمال نے اپنی اپنی صنایعوں کو درجہ کمال پر پہنچا دیا تھا۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ یہ بے نظیر کمرہ اس زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کے بجائے اب مرقعہ عبرت اور مقام حسرت بن رہا ہے۔ اس کے تمام طلائی نقش و نگار اور گلکاریاں نہ معلوم کن ظالم ہاتھوں سے محو ہو گئیں۔ یہاں تک کہ کوئی زر پرست دیواؤں کے کواڑ تک اُتار کر لے گیا افسوس ۵

<p>نہ وہ رنگ حجاباتی نہ چشم سرمہ سابی نہ انداز وفا باقی نہ ناز دل ربا باقی</p>	<p>تغیر آگیا نقش و نگار حسن میں یکسر مٹی ساری ادائیں اڑ گئے جو بکے سب نقشے</p>
<p>اگر گورنمنٹ آثار قدیمہ کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو چند ہی روز میں اس کے وہ پس ماندہ نقش و نگار بھی جو کسی طرح زمانہ کے نظربد سے اب تک محفوظ رہے ہمیشہ کے واسطے معدوم ہو جاتے۔ کسی زمانہ میں گورنمنٹ نے اس میں منصفی کا دفتر قائم کر رکھا تھا اب اُس کا یہ بدل کیا ہے کہ زرخیر صرف کر کے نہ صرف کل عمارت کی مرمت کرا دی بلکہ اکثر مقامات کی رنگ آمیزی از سر نو کر کر گزشتہ نقش و نگار کو اصلی حالت میں دکھایا ہے جس سے سیر کرنے والوں کی نظروں میں کمرہ کی گزشتہ خوبصورتی کا منظر پھر جاتا ہے۔ یہ کمرہ اندر سے ۱۴ فٹ ۵ انچ x ۱۴ فٹ ہے۔ اس کی چھت اوپر سے ہموار اور اندر سے ایک خاص قسم کے سنگین لداؤ سے جو لیلیٰ جنوں کا پٹاؤ کہلاتا ہے پٹی ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں جن کے پٹاؤ کے اوپر جالی دار کھڑکیاں لگی ہیں۔ آگے چاروں طرف ۹ فٹ ۹ انچ چوڑا پانچ پانچ در کا برآمدہ ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے کھیریل ناہٹی ہے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا کمرہ اور برآمدے کی کوئی جگہ نقش و نگار سے خالی نہ تھی حتیٰ کہ دروازوں کے چوبے تک مختلف خوبصورت نقش و نگار سے مرصع تھے جس کا نمونہ مسٹر اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب دو آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا۔ وی مغل آرکیالاجیکل آف پنجپور سیکری میں دیا ہے۔ کمرہ اندر دروازوں کے درمیان میں سطح سے ۳ فٹ ۵ انچ کی بلندی پر دو دو طاق ۴ ۱/۲ x ۴ ۱/۲ فٹ بنے ہیں ان کے نیچے مختلف رنگوں کی تختیوں پر فن مصوری کے کمالات دکھائے گئے تھے منجملہ آٹھ تختیوں کے صرف دو کی تصویروں کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے جنہیں مسٹر اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب مندرجہ صدر میں دکھا کر بقاے دوام کے مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ منجملہ ان کے شمالی دروازہ کے مغربی طاق کے نیچے دریا اور کشتی کا منظر بنایا ہے۔ کشتی میں کئی آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ملاح کشتی کو چلا رہے ہیں۔ ایک ملاح مستول پر چڑھا ہوا ہے۔ دریا کے کنارے عالیشان اور خوبصورت مکان بتے ہیں جنہیں دیکھ کر تھیںٹر کے پردوں کا لطف آ جاتا ہے۔ کسی کسی تختی کا کچھ خفیف حصہ باقی رہ گیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز بنائی تھی صرف</p>	

اتنا پتہ چلتا ہے کہ انسانوں کی تصویروں کے علاوہ مانتی۔ ہرن۔ مور۔ بطخ وغیرہ جانوروں اور مختلف عمارتوں اور فرشتوں کی خیالی تصویریں بنائی گئی تھیں۔ اب یہ باقی ماندہ تصویریں سرسری نظر سے دیکھنے میں نظر نہیں آتیں بلکہ نہایت غور یا دور بین سے دیکھنے میں معلوم ہوتی ہیں۔

ان تصویروں اور طاقوں کے درمیان میں وہ انچہ چوڑی سرخ رنگ کی رنگ کی پٹری دی گئی ہے اس پر سیاہی سے نہایت خوش خط کتبے لکھے ہوئے تھے جو اب صاف پڑھنے میں نہیں آتے۔ کہیں کس کے حروف اور لفظ باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت محنت اور کئی اجاب کی مدد سے جو کچھ پڑھا گیا وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

مشرقی دروازہ کے شمالی طاق کے نیچے

رنگ فردوس برین است و نگارستان ہمیں	منزل اعلیٰ ست و ایم در نظر منظور باد
شمالی دروازہ کے مغربی طاق کے نیچے	
یارب ایں دولت سرا از چشم بدست
مشرقی دروازہ کے جنوبی جانب	
... بسیار است الحق این عمارت را شرف	حظ برخوردار می صاحب از موقوفہ باد
چوں فروغ آرد نظر کردن دریں زیبا مقام	صاحب این قصر عالی دمدم مسرور باد
کمرہ کے اندرونی جانب دروازوں کے اوپر نگارنگ کی گلکاری اور نقش و نگار کے درمیان میں آپ زر سے فیضی کے یہ اشعار لکھے ہیں جن پر حال میں جلا کی گئی ہے۔	
(مغربی دروازہ پر)	
قصر شہت بہر باب بہ از خلد بریں	سخن نیست دریں باب کہ خلدیت بریں
(جنوبی دروازہ پر)	
غرفہ شاہ نشین و خوش و مطبوع و بلند	کردہ در قطعہ او جنت اعلیٰ تضمیں
(مشرقی دروازہ پر)	
فرش ایوان ترا آئینہ ساز و رضواں	خاک در گاہ ترا سرمد کند حور العین

(شمالی دروازہ پر)

چوں ملک ہر کہ کند سجدہ خاک در تو | شود از خاصیت خاک درت زہرہ جبین

برآمدہ میں بھی چاروں طرف اسی قسم کی گلکاری کے درمیان میں کتبے لکھے ہوئے تھے جو آج بالکل مٹ گئے ہیں کہیں کہیں کا کوئی لفظ یا حرف باقی رہ گیا ہے صرف یہ ایک مصرعہ

پڑھا گیا ع | نگارندہ ملک ہندوستان

ایک کم سن سال بزرگ نے اپنی بیاض دکھائی جس سے واضح ہوا کہ شعا فیل بھی خواجہ کے برآمدے میں تحریر تھے۔

زہے باغ دو عالم خرم از تو	اساس زندگانی محکم از تو
سیماں را نگین بود و ترا دیں	سکندر آئینہ دارو تو آئیں
سکندر آئینہ کیخسرو از حجام	تو داری عدل و عہد نیک فرجام

دیگر

رباعی	فردوس بہ سببیں و کوثر نازد	دریا بہ گہر فلک بہ اختر نازد
	عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد	کونین بہ ذات پاک اکبر نازد

برآمدہ کے شمال و مشرق میں چوٹے اور گچ کا پختہ فرش ہے۔ مغرب میں سنگین فرش اور جنوب میں کٹہر لگا ہوا ہے۔ مشرقی صحن میں جنوبی دیوار سے ملا ہوا ایک سنگین چبوترہ ۱۵ فٹ ۱۴ اینٹ بنا ہے جس کے وسط میں چھو کہ درشن کی بالائی کھڑکی ۱۴ فٹ اونچی اور ۲ فٹ چوڑی کھلی ہے۔ غالباً بلحاظ موسم کبھی اکبر اس مقام میں اور کبھی اس کے نیچے کی کھڑکی میں جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے بیٹھ کر درشن کراتے ہونگے۔ ملا علی قزوینی اپنی کتاب منتخب التواریخ میں لکھتے ہیں۔ ”کہ دولت خانہ میں ایک بالا خانہ خواجہ کہلاتا ہے۔ اکبر اس کی کھڑکی میں بیٹھتے ہیں اور خلوت میں دیوئی (دیپ) برہنہ کو جو

۱۷ حال میں جو جلا دی گئی ہے اس میں ”چوں“ کا ”ن“ تدارک دیا ہے۔

۱۸ فیضی نے یہ رباعی ملا و حید طاہر گجی کی اس رباعی کے جواب میں موزوں کی تھی۔ رباعی

زنگی بہ سپاہ و خیل دلشکر نازد | روی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد

اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد | عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

مہا بھارت کا ترجمہ کرتا ہے چارپائی پر بٹھا کر رسیاں ڈال کر اوپر کھینچو لیتے ہیں۔ وہ معلّق ہوتا ہے کہ زمین پر نہ آسمان پر۔ اُس سے آگ۔ سورج۔ ستارہ اور ہر ایک دیوی۔ دیوتا۔ برہما۔ ہما دیو۔ بشن۔ کرشن۔ رام۔ مہامائی وغیرہ کی پوجا کے طریقے اور اُن کے منتر سیکھتے ہیں۔ اور اُن کے مسائل اور افسانوں کو بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کی ساری کتابیں ترجمہ ہو جائیں۔ شیخ تاج الدین اجمودھنی کو دیوی برہمن کو خوابگاہ پر جاتے ہوئے دیکھ کر شوق پیدا ہوا۔ اور وہ بھی مکرو حیلہ کی کسب پھینک کر خوابگاہ پر پہنچنے لگے بہت مقاصد قرآن اور مطالب پران کے ملا کر ایک کر دئے۔ اور وحدت وجود کی بنیاد رکھ کر ہمہ اوست کا منارہ بلند کیا اور فرعون کو بھی مومن ثابت کر کے کسی کو ایمان سے محروم نہ رکھا بلکہ منقوش خاطر کر دیا کہ مغفرت کی اُمید ہمیشہ خوف عذاب پر غالب ہے۔ غرض کہ ایسی ایسی بہت سی گمراہیاں پھیلائیں

خوابگاہ کے صحن سے مغربی دالان کی چھت پر ہوتا ہوا ایک پردہ دار راستہ بنا ہے جس کا سلسلہ مریم کے مکان اور پنج محلہ ہوتا ہوا جو دھبائی کے مکان تک چلا گیا تھا۔ اس راستہ کے ذریعہ سے بیگمات اور شہزادیاں اپنے اپنے مکانات سے خوابگاہ اور خوابگاہ سے پنج محلہ۔ مریم کے مکان اور باغ۔ نیکہ مسجد۔ اور جو دھبائی کے محل سے لیکر حرم بینار (ہرن بینار) تک نہایت آزادی سے آمد رفت کر سکتی تھیں۔ درمیان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آرام لینے کے واسطے نشستگاہیں اور سیر کرنے کے واسطے باریک جالی دار کھڑکیاں بطور چٹنوں کے بنی ہوئی تھیں اب اس راستہ کا سلسلہ اکثر جگہ سے شکست ہو گیا ہے مگر اس کا بڑا حصہ اب تک موجود ہے۔ اسی طرح کا دوسرا راستہ خوابگاہ سے شمال و مشرقی جانب ترکی سلطانہ کے مکان اور وہاں سے دیوان عام تک چلا گیا تھا۔ راستہ میں دیواروں پر طرح طرح کے نقش و نگار اور پیل بوٹے بنے تھے جو کہیں کہیں کے اب تک باقی ہیں۔

محل خاص کے صحن میں سنگین فرش ہے جو شرقاً غرباً ۸۲ فٹ اور شمالاً جنوباً ۲۱ فٹ ہے۔ پچھپیسی کے فرش سے بلند ہے۔ درمیان میں ایک مربع سنگین حوض بنا ہے جس کا نام عہد اکبری کی تاریخوں میں انوپ تلاؤ لکھا ہے اور اب چمن کے نام سے موسوم ہے۔ اس

زندان راستہ

حوض کلاں
(انوپ تلاؤ)

حوض کا ہر ضلع ۹۵ فٹ ہے۔ چاروں طرف سیڑھیاں پانی میں اترنے کے واسطے بنی ہوئی ہیں درمیان میں سنگین ستونوں کی چھت پر ایک مربع چبوترہ بنا ہے۔ جس کا ہر ضلع ۲۹ فٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف جالیدار کٹہر نصب ہے۔ چبوترہ کے درمیان میں ایک شہ نشین ۹×۹ فٹ بنی ہے۔ چبوترہ اور اس شہ نشین میں آمد رفت کے واسطے حوض میں چاروں طرف پتھر کے چوکور ستونوں پر چارپل قائم ہیں۔ ان میں ہر ایک ۳۴ فٹ لمبا اور ۱۲ فٹ چوڑا ہے۔ پہلے یہ حوض بہت گہرا تھا۔ جہاں گہرائی اس کا عمق ۴۴ فٹ گز۔ اور ابوالفضل نے دو آدمیوں کے قد کی برابر۔ اور ملا عبدالقادر نے ۳۴ فٹ گز لکھا، لیکن جس زمانہ میں مصنفی کا دفتر اس محل میں تھا اس کے اندر بلبلہ بھر کر اوپر سے پختہ فرش کر دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اب اس کا عمق درمیانی چبوترہ سے صرف ۲۴ فٹ رہ گیا ہے پہلے چبوترہ کے نیچے پانی بھرا رہتا تھا جو اب بند ہو گیا تھا۔ حال میں اصلی حالت دکھانے کی غرض سے کچھ فرش کھودا گیا ہے تو نیچے سے سیڑھیاں نکل آئی ہیں اور برساتی پانی چبوترہ کے اندر جمع ہے۔

اب حوض میں محض بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے لیکن اکبری عہد میں نہایت صاف و شفاف پانی شمالی کارخانہ آب رسانی سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے بیربل کے مکان مریم کے محل۔ اور محل کے مغربی دالان میں ہوتا ہوا خمدار نالیوں کے ذریعہ سے اس حوض میں آتا تھا۔ اور جب یہ حوض لبالب بھر جاتا تو شمالی جانب کی نالی کے ذریعہ سے پچھلی اور دیوان خاص کے فرش سے گزرتا ہوا ایک بھرنے کے ذریعہ سے نیچے اتر کر کینٹے حوض میں جو دیوان خاص کے نیچے شمالی جانب واقع ہے پہنچ جاتا تھا۔ خیال کرو کہ پانی کا اس پیچ و خم کے ساتھ برابر جاری رہتا کیسا دلچسپ اور خوش نما منظر پیدا کرتا ہوگا۔

اب اس حوض کی تعمیر کا تاریخی حال سنئے ۹۸۶ھ میں ایک حکیم فقیہ پور میں آیا اور اُس نے دربار اکبری میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسا مکان بنا سکتا ہوں جس کے چاروں طرف پانی ہو۔ اُس پانی میں غوطہ مار کر مکان کے اندر جاویں لیکن پانی اُس کے اندر بالکل نفوذ نہ کرے۔ اس پر اکبر نے اُس سے یہ حوض تیار کرایا اور اس کے درمیان میں

ایک حجرہ سنگین اور اُس کی چھت پر ایک بلند منارہ بنوایا۔ اور اُس حجرہ کے چاروں طرف
پل بنائے گئے۔ لیکن حکیم نے جس کمال کا دعویٰ کیا تھا جب وہ پورا نہ ہو سکا تو خود غوط
مار گیا یعنی چھپ کر کہیں بھاگ گیا۔ اسی سال جب بادشاہ فتحپور سے بھیرہ کی طرف لشکر کو
چلے تو حکم دیا کہ ناتمام حوض کو صاف کر کے ہر قسم کے سکوں سے لبریز کرو کہ ہم اعلیٰ سے
ادنیٰ تک خلق اللہ کو اس کا فیض پہنچا دیں گے۔ چند روز کے بعد راستے میں راجہ ٹوڈر مل نے
عرض کیا کہ اگر ٹوڈر بھر چکے ہیں مگر بھرا نہیں۔ فرمایا کہ جب تک ہم پہنچیں بہا لب کر دو۔
اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ جب بھر گیا تو ۱۳ راہ الہی کو اکبر اس کے کنارے پر آئے۔ اول شکر الہی
بجایا لائے۔ اس کے بعد ایک اشرفی۔ ایک روپیہ۔ ایک پیسہ آپ اٹھایا۔ پھر اسی طرح
اُمرائے دربار کو عنایت فرمایا۔ پھر مٹھیاں بھر بھر تقسیم کیں اور دامن بھر بھر کر لوگ لے گئے
شیخ منجمو قوال صوفیانہ وضع رکھتا تھا اور شیخ اوہن جو نیوری کے مریدوں میں سے تھا
انہیں دونوں میں اُسے بھی حوض مذکور کے کنارے پر بلایا اور اُس کا گانا سن کر بہت خوش
ہوئے۔ تانہیں اور اچھے اچھے گوتوں کو بلوا کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کیفیت کو تم میں سے
ایک بھی نہیں پہنچتا۔ پھر اُس سے کہا۔ منجمو۔ جاسب نقدی تو ہی اٹھالے جا۔ اُس سے
بھلا کیا اٹھ سکتی تھی! عرض کی۔ حضور! یہ حکم دیں کہ جتنی غلام اٹھا سکے اٹھا لے جائے
منظور فرمایا۔ غریب ہزار روپے کے قریب باز دھ لے گیا۔ اسی طرح تین برس کے عرصہ میں

۱۵ اس کے بعد ۱۵۸۳ء میں حکیم علی نے اسی طرح کا ایک حوض لاہور میں بنایا کہ پانی سے لبریز تھا۔ حوض د
طول ۲۰ x ۲۰ گرا ۳ گز۔ بیچ میں سنگین حجرہ۔ اُس کی چھت پر بلند منارہ۔ حجرہ کے چاروں طرف چار پل۔ لطف یہ کہ
حجرے کے دروازے کھلے تھے اور پانی اندر نہ جاتا تھا۔ میر حیدر مسلمان نے اس کی تاریخ حوض حکیم علی سے نکالی۔
اکبر بھی اس کی سیر کو گئے۔ سننا کہ جو اندر جاتا ہے۔ راستہ ڈھونڈتا ہے۔ نہیں ملتا۔ دم گھٹ کر گھبراتا ہے اور پل آتا
ہے۔ خود کپڑے اتار کر غوط مارا۔ اور اندر جا کر مارا حال معلوم کر لیا۔ جہانگیر کے عہد میں حکیم موصوف نے اگرہ میں بھی
اپنے باغ میں جو آبِ حکیم کا باغ کہلاتا ہے اسی طرح کا ایک حوض تیار کیا تھا۔ جہانگیر نے ملتان میں لکھا ہوا آج
اگرہ میں حکیم علی کے گھر چند مہاجروں کے ساتھ اُس حوض کا تماشہ دیکھنے گیا جیسا والد کے وقت میں لاہور میں بنایا تھا
۶۴۶ ہے۔ پہلو میں نہایت روشن حجرہ ہے جس کا راستہ اسی حوض میں سے ہے۔ مگر اس راہ سے پانی اندر نہیں آتا
دن باڈہ آدمی اس میں جلتا ہوا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ جہانگیر نے اس کے صلے میں حکیم کو دو ہزاری مہنہ پر سرفراز کیا
(دربار اکبری صفحہ ۱۲۳۔ توڑک جہانگیری صفحہ ۳۷)

سب نقدی ٹکا کر حوض کو خالی کر دیا۔ صاحب دربار اکبری تحریر کرتے ہیں: ”کہ میں نے ایک پڑائی تصویر دیکھی۔ اکبر اس تلاؤ کے کنارے پر بیٹھے ہیں۔ بیڑوں وغیرہ چند اہل حاضر ہیں کچھ مرد۔ کچھ عورتیں۔ کچھ لڑکیاں پنہاریوں کی طرح اس میں سے گھڑے بھر بھر کر لئے جاتے ہیں“ ۱۵

جہاں گہیر نے بھی بواقعات ۳۱۲ جلوس دولت خانہ خاص کے حال میں اس کا ذکر تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”۳۴ کڑوڑ ۴۸ لاکھ ۴۶ ہزار دام جو ۱۶ لاکھ ۷۹ ہزار ۴۴ سو پیر کے برابر ہیں اور باقی روپے کل ایک کڑوڑ تین لاکھ روپے کی نقدی اس میں سمائی تھی۔ ضرورت اور احتیاج کے پیاسے مدتوں تک آتے اور دلوں کی پیاس بجھاتے رہے“ ۱۶ اسی حوض کی وجہ سے اکبری عہد کی تاریخوں میں اکثر مقام پر اس محل کا نام دولت خانہ انوپ تلاؤ لکھا ہے۔

مکان شہر کی سلطانی

محل خاص کے شمالی و مشرقی گوشے میں وہ بے نظیر مکان واقع ہے۔ جو شہر کی سلطانی کے مکان کے نام سے موسوم ہے اسے جہلا تہوں کا محل اور اکثر لوگ بیگم استنبول کا محل بھی کہتے ہیں۔ چونکہ بیگمات اکبری میں استنبول کی کسی بیگم کا ہونا تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا لہذا کیا عجب ہے کہ یہ اکبری بیگم سلیمان بیگم کے رہنے کا مکان ہو۔ یہ محل رخ بہ بیگم کی صاحبزادی تھیں جو کہ ہمایوں کی حقیقی بہن تھیں۔ باپ مرزا نور الدین محمد خواجگان کا شہر سے ایک خاندانی شخص تھے۔ سلیمان سلطانی رشتہ سے ہمایوں کی بھانجی ہوئیں۔ یہ پاک دامن خاتون اگرچہ محلوں کی بیٹھنے والی تھیں مگر غلام ان کا اُمرائے نیک مرد کے ذیل میں لکھا نظر آتا ہے۔ وہ نہایت نیک طبیعت خوش بیان۔ شیریں کلام۔ حاضر جواب۔ باسلیقہ۔ صاحب تدبیر تھیں۔ جب خاندان سلطنت میں کوئی معاملہ الجھتا تھا تو ان کی دانائی اور عقل کی رسائی اور حسن تقریر کی وکالت سے سلجھتا تھا۔ صاحب علم۔ سخن فہم۔ سخن شناس

۱۵ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ منتخب التواریخ ترجمہ اردو صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳۔ دربار اکبری صفحہ ۱۲۵

۱۶ نوزک جاگیر صفحہ ۲۶۔

اور کتاب کے مطالعہ کا شوق رکھتی تھیں۔ اور اہل سخن کی قدردانی میں شہرہ آفاق تھیں
 اوّل خانخانان ہرم خاں کے عقد میں تھیں۔ اس کے بعد بیگمات اکبری میں داخل ہوئیں
 ۹۵۲ھ میں مع گلبدن بیگم اکبر کی بھوپھی کے گجرات کے راستہ سے حج کو گئیں۔ چارج متواتر
 کئے۔ واپسی میں ہماز تباہی میں آگیا اس وجہ سے ایک برس عدن میں ٹھہرنا پڑا۔ ۹۹۱ھ
 میں واپس آئیں۔ جہانگیر کے عہد میں ۴۰ برس کی عمر میں ۱۰۲۱ھ میں وفات پائی اور اپنے
 باغ کی عمارت میں جو موضع منڈھاگر (تحصیل آگرہ میں فتحپور کی سڑک پر واقع ہے) میں تھا
 مدفون ہوئیں۔ ان کی یہ بیت بہت مشہور ہے ۵

کا کلت رامن زمستی رشتہ جاں گفتہ ام | مست بودم زیں سبب حرف پریشاں گفتہ ام

ترکی سلطانہ کا موجودہ مکان ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جو اندازے سے $13 \frac{1}{2} \times 13$ فٹ
 اور باہر سے $14 \frac{1}{2} \times 14$ فٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف سنگ سرخ کا برآمدہ ہے جو
 شمالاً جنوباً 33 فٹ 8 انچ اور شرقاً غرباً 32 فٹ 3 انچ ہے اور 8 فٹ 9 انچ چوڑا ہے۔ کمرہ اور
 مغربی جانب کے برآمدے کی چھت منقش پٹیوں سے پٹی ہے جس کے آگے نہایت نفیس
 منقش چھپرہ لگا ہے۔ باقی تینوں طرف کے برآمدے کی چھت سنگین کھسپریل نما ہے۔ اس کے
 قرب و جوار کی حالت دیکھنے سے خیال ہوتا ہے کہ علاوہ اس عمارت کے اور بھی کچھ عمارت
 اس مکان کے متعلق ضرور ہوگی جو کسی زمانہ میں مہندم ہو گئی۔ موجودہ عمارت بلحاظ صنعت و
 خوش نمائی دنیا کی نفیس ترین عمارتوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ تمام عمارت نیچے سے
 اوپر تک منقش۔ اور بالکمال سنگتراشوں کی مختلف دستکاریوں سے مرصع ہے۔ اگر اس کو
 نگار خانہ چین لکھیں تو روا ہے یا زمانہ قدیم کے سنگتراشوں کی دستکاریوں کا بے نظیر عجائب خانہ
 کہیں تو سچا ہے۔ اس کی باریک بلیں۔ نہایت نفیس شجر۔ گلدستے۔ پھول۔ پتے دیکھ کر
 عقل بیکار ہو جاتی ہے۔ حجر میں شجر کو تراشنا پھر اس میں غنچہ اور شکوفہ کی مینا کاری دکھانا۔
 کلیوں کا چٹخنا۔ پھولوں کا کھلنا۔ پتوں کا ہوا سے مڑنا۔ خوشوں کا درختوں میں لٹکنا۔ مختلف
 جانوروں کا جنگل میں پھرنا۔ چڑیوں کا درختوں پر چھپنا۔ ایسا عجیب کمال ہے جو ہر شخص کو
 محو حیرت کرتا ہے۔ نہ معلوم یہ سنگ تراشوں کی کارستانی ہے یا کسی بالکمال موجد نے پتھر کو

موم کر کے مختلف سانچوں میں ڈھال لیا ہے۔ غرض کہ کل عمارت میں کوئی جگہ سادہ نہیں ہے۔
 کمرہ کے اندر دروازوں کی بخلوں میں فرش سے ۳ فٹ کی بلندی پر ۴ فٹ
 اونچے اور ۳ فٹ چوڑے ایک خاص قسم کے کشتی نما مختلف پہلوں کے بہت سے طاق
 پتھر میں ترشے ہوئے ہیں۔ چاروں دروازوں کے اوپر ایک ایک جالیدار کھڑکی لگی ہوئی ہے
 طاقوں کے نیچے اکثر مقامات کے منظر دکھائے گئے ہیں۔ چنانچہ مشرقی دروازہ کی شمالی بخل میں
 ہمالیہ کے کسی پرفضا جنگل کا منظر دکھایا ہے۔ درختوں کی ٹہنیوں پر طوطے، مینا وغیرہ کئی قسم
 کی چڑیاں بیٹھی ہوئی نغمہ سرائی کر رہی ہیں۔ درخت کے نیچے دو شیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے
 برابر دروازہ کی دوسری بخل میں کسی دوسرے مقام کا سین ہے۔ برگد کا عظیم الشان درخت
 ہے۔ جس پر لنگور اور بندر کو درہے ہیں۔ چڑیاں ٹہنیوں پر جمی ہوئی ہیں۔ درخت کے نیچے تالاب
 ہے۔ جس میں کنول کے خوش نما پھول کھل رہے ہیں۔ ایک جانور تالاب میں پانی پی رہا ہے
 کچھ جانور بچھوں کو دودھ پلا رہے ہیں۔ لنگور اور بندر ان چوپایوں کو درخت کے اوپر سے
 دیکھ رہے ہیں۔ ایک طرف ہر ابھرا باغ لگا ہے جس میں انگور اور کھجور کے درخت بھی موجود
 ہیں۔ انگور کے درخت میں خوشے لٹک رہے ہیں۔ ایک طرف جھاڑیاں قائم ہیں۔
 بقیہ تین دروازوں کے ارد گرد بھی چھالیا، سرو، تاڑ اور دیگر پہاڑی درخت اور گلہ سستے
 نہایت خوبصورتی سے ترشے ہوئے ہیں۔ اکثر درختوں میں خوشے اور تاڑ کے درختوں میں تازی
 کے لوٹے لٹک رہے ہیں۔

جانوروں کی تصویریں جہاں جہاں ہیں ان کی صورتیں مسخ کر دی گئی ہیں اس کی نسبت
 یہ مشہور ہے کہ شہنشاہ عالمگیر نے پاس شریعت ان تصویروں کو بگڑا دیا ہے۔
 شاہی حتام اور اس مکان کے درمیان میں ایک مختصر پائیں باغ تھا۔ اسی پائیں باغ
 میں دیوان عام کی دیوار سے ملا ہوا وہ زینہ ہے جس پر ہو کر دیوان عام کی چھت کے زینانہ
 راستے پر پہنچ جاتے ہیں۔

مدرسہ نسواں

محل خاص کے شمال و مغربی گوشے میں لڑکیوں کا مدرسہ ہے۔ موجودہ حالت میں

یہ ایک سادہ سنگین عمارت ہے مگر بعض جگہ کے باقی ماندہ نقش و نگار سے جو اب بہت ہی خفیف باقی رہ گئے ہیں اس وقت تک اتنا پتہ چلتا ہے کہ اس کے در و دیوار پر بھی خوش نما گلکاری موجود تھی۔ نیچے بہت سے ستون نصب کر کے ان کی چھت پر یہ مدرسہ بنایا گیا ہے۔ اس میں دو کمرے ہیں۔ ایک مغرب کی جانب بچ محلہ کی طرف ۲۱ فٹ ۶ اینچ ۵ فٹ ۵ اینچ - دوسرا اُس سے ملا ہوا مشرق کی جانب ۱۴ x ۱۱ فٹ ہے۔ شمالی جانب ۳۴ فٹ ۱۰ اینچ x ۹ فٹ ۵ اینچ برآمدہ ہے۔ برآمدہ کے آگے شمال میں ۳۳ فٹ ۹ اینچ x ۲۴ فٹ ۲ اینچ اور مشرق میں ۵۰ فٹ ۱۰ اینچ x ۲۴ فٹ ۹ اینچ صحن ہے۔ کمروں میں خوبصورت الماریاں اور طاق کتا ہیں اور قلمدان رکھنے کے واسطے بنے ہیں۔

شاہی حمام

محل خاص کے مشرقی جانب ترکی سلطانہ کے پائیں باغ کے بعد یہ حمام ہے۔ اس میں کئی درجے ہیں۔ صدر دروازہ میں داخل ہو کر اوّل جنوبی جانب ایک سینچی اور شمالی جانب ایک کمرہ بنا ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جس پر نہایت خوبصورت نسبت کاری کا کام تھا منجملہ اُس کے ایک بڑا پھول اب تک باقی ہے۔

درجہ اول

اب مشرقی دروازہ میں داخل ہو کر دوسرے درجہ کی سیر کیجئے۔ اس کی چھت بھی گنبد نما لداؤ کی ہے۔ مشرقی دیوار میں پانی کی نالی تین طاقوں کے اندر بنی ہے۔ اس نالی میں ہوتا ہوا پانی اُس خزانہ میں پہنچتا تھا جو اسی درجہ کی شمالی دیوار میں بنا ہوا ہے۔ اس درجہ میں شمال و جنوب کی جانب دو دروازے ہیں۔

درجہ دوم

جنوبی دروازہ میں داخل ہو کر ایک کمرہ میں پہنچ جاتے ہیں جس کی چھت مسیحی معرول لداؤ کی ہے اس کی مشرقی دیوار میں حوض بنا ہے۔

درجہ سوم

شمالی دروازہ سے گزر کر حمام کے سب سے بڑے اور خوبصورت درجہ میں پہنچ جاتے ہیں یہ کمرہ ہشت پہل ہے جس کا قطر ۹ اینچ ۲ اینچ ہے اور ہر ضلع ۹ فٹ ۱۰ اینچ ہے۔ اس کی سفید سنگ مرمری استرکاری کی نزاکت اور چمک دمک سے تعجب ہوتا ہے کہ باوجود سترھویں صدی

درجہ چہارم
(وزیرانی بڑا درجہ)

برس گزرنے کے اب تک بعض جگہ خصوصاً گوشہ جنوب و مغرب اور جنوب و مشرق میں آئینہ کی طرح منہ دکھائی دیتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی معماران چابکدست نے اس کی تعمیر سے ہاتھ اٹھایا ہے۔ چاروں طرف فرش سے ۳ فٹ ۲ انچ کی بلندی تک زرد رنگ کی زمین پر جو سرخ رنگ کی پٹریوں سے محصور ہے آسمانی رنگ کا نہایت نفیس کام بنا ہے۔ جنوب و مغرب اور جنوب و مشرق کی محرابوں کے اندر بیخنی رنگ سے بندرومی کا نہایت نفیس اور پچھرا جال بنا ہے جسے دیکھ کر حمام کی گزشتہ خوبصورتی کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ چھت لہ او کی ہے جس میں چوٹے سے لہرے بنا کر کنول کے پھول کی مشابہ بنا دیا ہے۔ درمیان میں کمرہ کے گرم رکھنے کے واسطے انگیٹھی لگی ہوئی تھی جس کے اوپر بہشت پہل چبوترہ بنا تھا جو اب شکستہ حالت میں ہے۔

درجہ پنجم اس کمرہ کے جنوب و مغربی گوشے میں غسل خانہ کا کمرہ ہے۔ جس میں دو حوض بنے ہیں۔ مشرقی حوض میں گرم پانی اور مغربی حوض میں سرد پانی رہتا تھا۔ دونوں حوضوں کے اوپر پانی کا خزانہ ہے۔ اس کمرہ کے گوشہ نقش و نگار کا بھی کچھ نمونہ اب تک موجود ہے۔ درمیانی بڑے کمرہ کے جنوب و مشرق میں پانی گرم کرنے کا کمرہ ہے۔ اس میں جنوب کی جانب ۱۰ فٹ ۵ انچ لمبی بھٹی بنی ہے جس میں آگ حمام کے پشت پر سے جلائی جاتی تھی اور اُس پر آہنی توار رکھا تھا اس کے اوپر پانی بھرا رہتا تھا جو گرم ہو کر اندر ہی اندر نالی کے ذریعہ سے درجہ پنجم کے گرم پانی کے حوض میں پہنچ جاتا تھا۔ اس حمام میں جنوبی کارخانہ آب رسانی سے پانی آتا تھا۔

فرش پچسی

محل خاص اور دیوان خاص کے درمیان میں ایک سنگین فرش ۱۷ ۱/۲ x ۵۴ فٹ ہے جو پچسی کا فرش کہلاتا ہے۔ یہ دیوان خاص کے فرش سے بلند اور محل خاص کے فرش سے نیچا ہے۔ اس کے مشرقی اور مغربی کناروں پر والان در والان بنے تھے جن کا بہت ستھوڑا حصہ اب باقی رہ گیا ہے۔ فرش کے درمیان میں ایک بڑی پچسی بنی ہوئی ہے

جس کے درمیان میں سنگ سرخ کا ایک معمولی تخت ۴ فٹ ۱۰ انچ x ۴ فٹ ۳ انچ نصب ہے
بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ اس تخت پر بیٹھ کر چھپی کھیل کرتے تھے۔ اور چھپی کے خانوں
میں بجائے مہروں کے غلام یا لونڈیاں بٹھائی جاتی تھیں جو صرف اشارہ سے ایک خانہ
سے دوسرے خانہ میں منتقل ہو جاتی تھیں۔

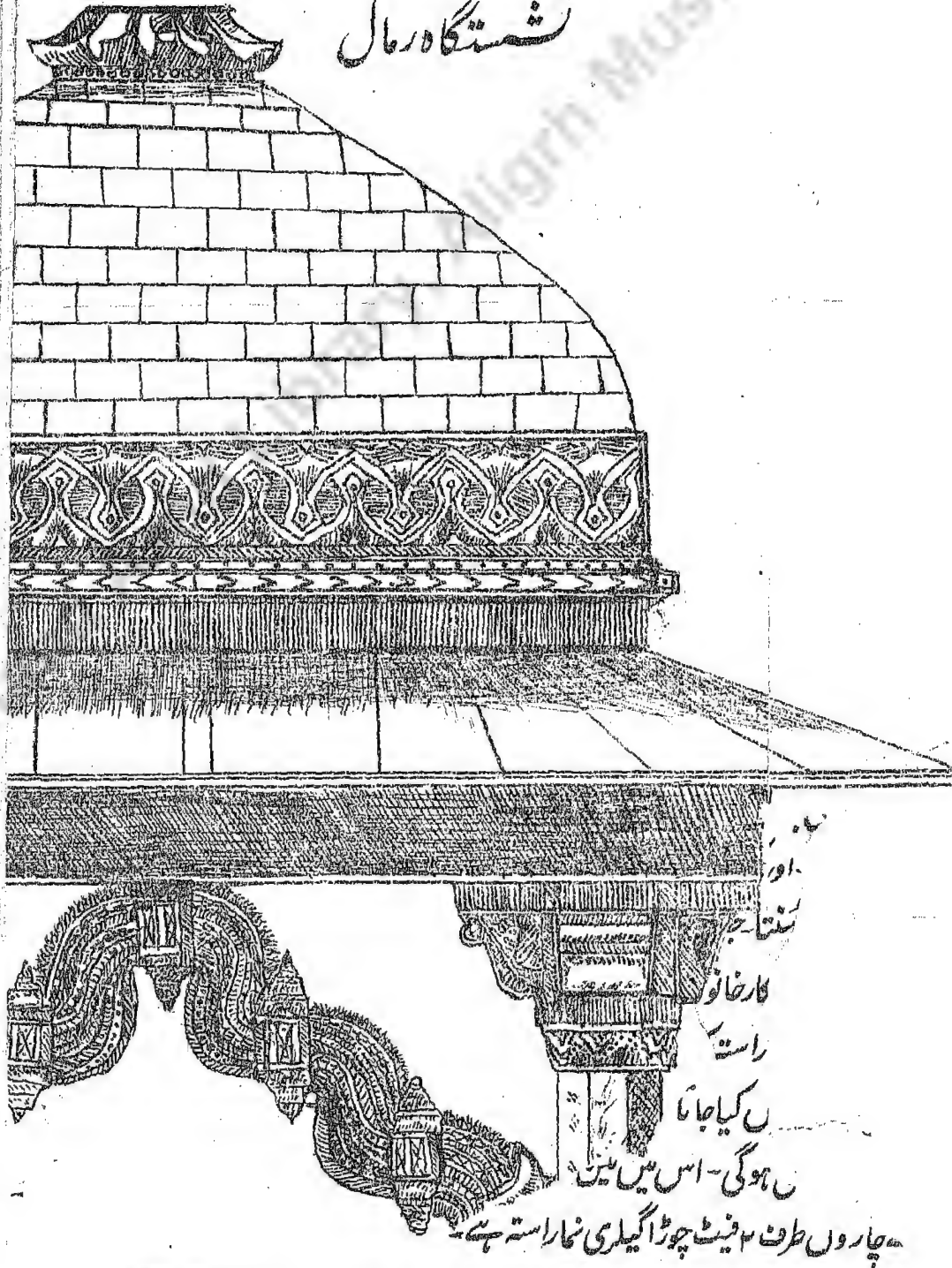
نشتگاہ رمال

فرش چھپی کے گوشے شمال و مغرب میں آنکھ مجولی سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی
گنبد نما چھتری بنی ہوئی ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں اکبر کا رمال یا نجومی
بیٹھا کرتا تھا۔ بعض لوگ اسے گرو کی منڈھی بھی کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُس زمانہ
میں کوئی کام بغیر ساعت نکلوانے شروع نہیں کیا جاتا تھا اور بادشاہ سے لیکر ادنیٰ امرا
تک کے پاس نجومی ملازم رہتے تھے۔ خاندان مغلیہ میں یہ طریقہ اور رنگ زیب کے حد تک
جاری رہا۔ اور رنگ زیب نے اپنے جلوس کے اٹھارھویں سال ۱۵۸۵ء میں تمام نجومیوں
کو جو بادشاہ اور شاہزادوں اور صوبہ داروں کے پاس ملازم تھے موقوف کر کے اس طریقہ کو
بند کر دیا اور صورت نکلوانے کی جگہ یہ دستور مقرر کیا کہ دو شنبہ اور پختنبہ کو کو بیچ
ہوا کرے۔ پس کیا تعجب ہے کہ دربار خاص کے وقت شاہی خیمہاں بیٹھ کر اپنی پوتھی باجنتا
اور صورت نکالا کرتا ہو۔

اس چھتری کی وضع بالکل ایسی ہے جیسے گیارھویں اور بارھویں صدی میں چینوں
کے گنبد ہوتے تھے۔ یہ ایک مربع چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۹ فٹ اور ارتفاع ۹ انچ ہے۔ چار
ستونوں پر قائم ہے۔ ستونوں کے درمیان میں ایک عجیب و غریب صنعت کی لہریہ دار محراب
بنی ہے۔ پتھر میں رگڑ کے منہ تراش کر کے ستونوں میں نصب کئے ہیں پھر ان کے درمیان
میں محراب قائم کی ہے۔ اس قسم کی محراب چینوں کی عمارت میں اکثر پائی جاتی ہے جس کے
عمدہ عمدہ نمونے چٹوڑ گڑھ اور گرنا اور مندر دمالا شاہ واقع کوہ آلو میں موجود ہیں۔

اس کی چھت گنبد نما ہے جس میں سرخ زمین پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں سیاق میں

نشتگاہ رمال



مدی

سج ۱۹

ت کی

ہیں پھر

ریالی جاتی

ح وہ آلو میں موج

ع زمین پر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں سابلق میں

چاروں طرف کٹہر لگاتھا جس کے نشان موجود ہیں۔

آنکھ مچولی

یہ سنگ سرخ کی نہایت مضبوط عمارت ہے جو شہنشاہ رمال اور دیوان خاص سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے نسبت مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور ہے کہ اکبر یہاں بیگمات کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلا کرتا تھا مگر یہ محض گڑھت معلوم ہوتی ہے کیونکہ عقل سلیم اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتی کہ اکبر سا بیدار مغربادشاہ بیگمات سے آنکھ مچولی کھیلنے کے واسطے دیوان خاص کے قریب اور بیگمات کے محلوں سے بالکل علیحدہ یہ عمارت بنواتا۔ اکبر کیا رنگیلا محمد شاہ یا پیا واجد علی شاہ تھا کہ جو اپنا عزیز وقت ایسی فضولیات میں صرف کرتا۔ ذرا اس کی تقسیم اوقات کو دیکھو اور پھر خیال کرو کہ یہ یہودہ روایت کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے۔ وہ شام کو تھوڑی دیر آرام لے کر علما و حکما کے جلسے آتا تھا۔ یہاں مذہب کی خصوصیت نہ تھی۔ ہر طبق اور قوم کے صاحب علم جمع ہوتے تھے ان کے مباحثے سنکر معلومات کے خزانے کو آباد کرتا تھا۔ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جو عرضیاں حکام و عمال نے بھیجی تھیں انہیں سنتا تھا اور خود مناسب حکم لکھاتا تھا۔ آدھی رات کو یاد الہی میں مصروف ہوتا اس کے بعد شبستانِ راحت میں غروب ہوتا تھا لیکن بہت ہی کم سوتا تھا۔ اس کی نیند علی العموم تین گھنٹے ہوتی تھی بلکہ اکثر اتر بھر جاگتا رہتا تھا۔ علی الصبح ضروریات سے فارغ ہوتا۔ نہادھم دو گھنٹے یا دھڑا کرتا۔ اور آفتاب کے ساتھ دربار میں طلوع ہوتا تھا۔ وہاں خاص و عام ادنیٰ اعلیٰ سب کی عرض معروض سنتا۔ جب اس سے فارغ ہوتا صیطل۔ فیلانی۔ شترخانہ۔ آہو خانہ وغیرہ میں جا کر جانوروں اور کارخانوں کو دیکھتا تھا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کر کے پھر بارگاہِ عدالت کو آراستہ کرتا۔ اور سوتے وقت بھی علی کتا میں سنا کرتا تھا۔

جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے یہ عمارت کسی خاص دفتر یا خزانہ کے استعمال کے واسطے بنائی گئی ہوگی۔ اس میں تین کمرے ہیں۔ درمیانی کمرہ ۳۳' ۱۶" x ۱۶' ۱۶" فٹ ہے اس کے چاروں طرف ۲ فٹ چوڑا گیلری نما راستہ ہے۔ مشرق و مغرب میں تین تین اور

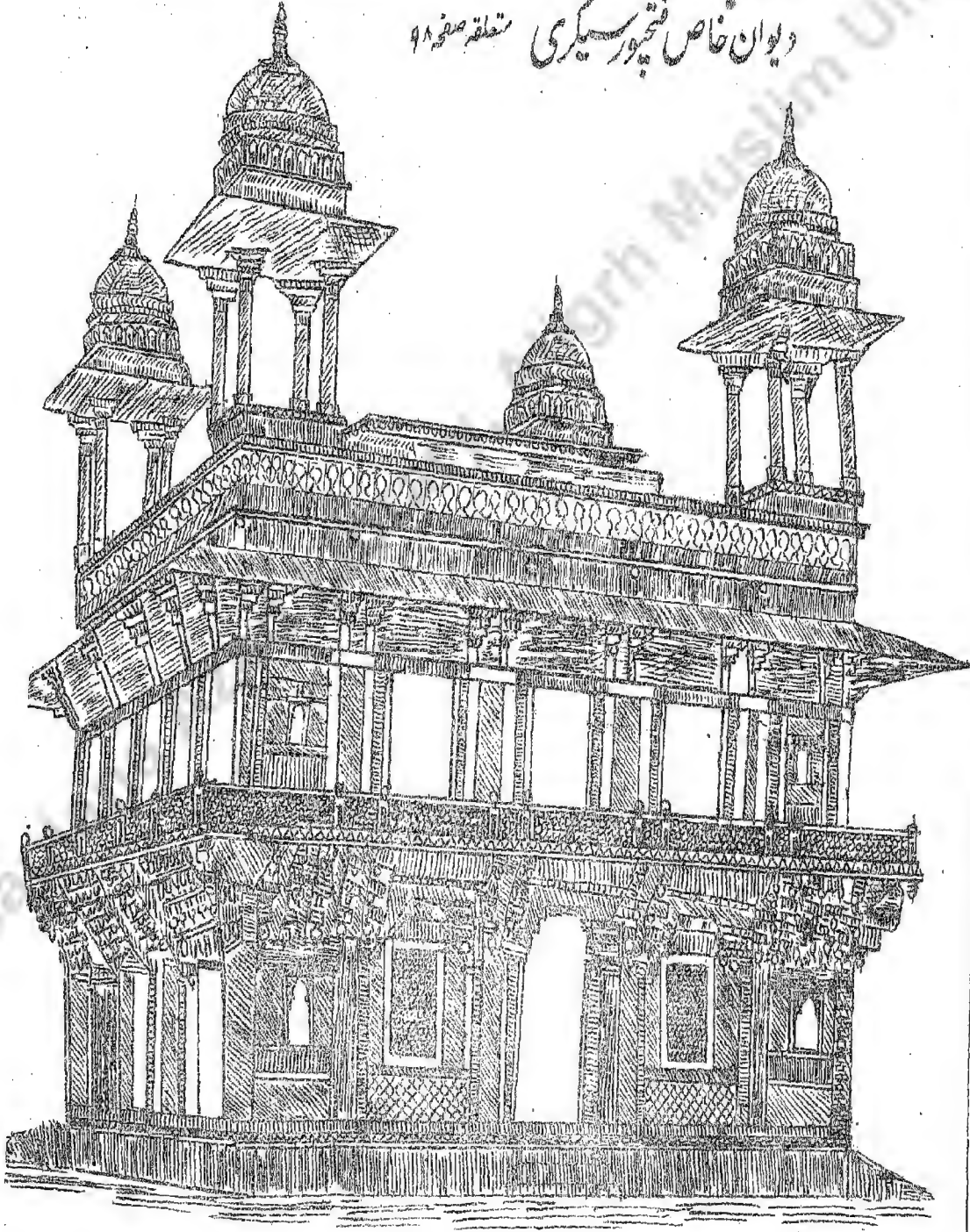
شمال و جنوب میں ایک ایک دروازہ ہے۔ شمالی اور جنوبی دروازوں پر کھلی ہوئی اور مشرقی اور مغربی دروازوں پر جالیدار کھڑکیاں نصب ہیں۔ چاروں گوشوں پر فرش سے ۳ فٹ ۱۰ انچ کی بلندی پر دو دو سنگین الماریاں (یا طاق) دیواروں میں ترشی ہوئی ہیں جو ۳ فٹ ۱۰ انچ لمبی اور ۳ فٹ ۱۱ انچ چوڑی اور ۴ فٹ ۷ انچ گہری ہیں۔ باستثناء دو الماریوں کے جو مشرقی جانب ہیں سب کے اندر ۲ فٹ گہرے صندوق بنے ہیں جس کے اوپر کا منہ مربع شکل کا ۱۰ انچ x ۱۰ انچ ہے اسی میں ڈھکن لگا رہتا تھا اور اُس میں قفل لگا دیا جاتا تھا۔ چھت ایک خاص صنعت سے پائی گئی ہے۔ چاروں طرف توڑوں کے اوپر شیشہ بنا پتھر رکھ کر اُس پر معمولی پٹیوں کا پٹاؤ دیا ہے۔ تین تین پٹاؤ کے درمیان میں ایک ایک پھول مرتب ہے۔ توڑے بھی نہایت نفیس ہیں۔ ہر ایک میں ہاتھی کا منہ بنا ہوا اُس میں سے ایک لہریہ دار بیل نکل کر مگر کے منہ میں ملا دی ہے۔ بقیہ دونوں کمرے اس کے شمال و جنوب میں واقع ہیں جو رقبہ میں قریب قریب اسی کے برابر ہیں اور اس سے ملکر زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ ان کمروں میں بھی اُسی طرح کی الماریاں اور اُن میں خزانہ کے صندوق بنے ہیں جیسے درمیانی کمرہ میں ہیں۔ دونوں میں شمال و جنوب میں تین تین اور مشرق و مغرب میں ایک ایک دروازہ ہے۔ دونوں کی چھت سنگین اور لداؤ کی ہے۔ ان کمروں کے ارد گرد بھی گیلری نما راستہ بنا کر اُس کا سلسلہ درمیانی کمرہ کی گیلری سے ملا دیا ہے۔ گیلری میں کمروں کے دروازوں کے سامنے دوسرے دروازے بنے ہیں۔ مشرق کی جانب دو زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں۔

اس عمارت کے شمال و مغرب میں کچھ عمارت اور بھی تھی جس میں سے اب ایک چھوٹا سا کمرہ شمال کی جانب باقی رہ گیا ہے اُس کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے دروازہ لگے ہیں جن میں ہو کر شفا خانہ کو راستہ ہے۔ اس عمارت کے نیچے شمال کی جانب دالان بنے ہیں جن کی چھت پر اس عمارت کا صحن ہے۔

دیوان خاص (یک کھمبہ)

دیوان خاص جو یک کھمبہ کے نام سے بھی موسوم ہے محل خاص اور فرش چھپی کے

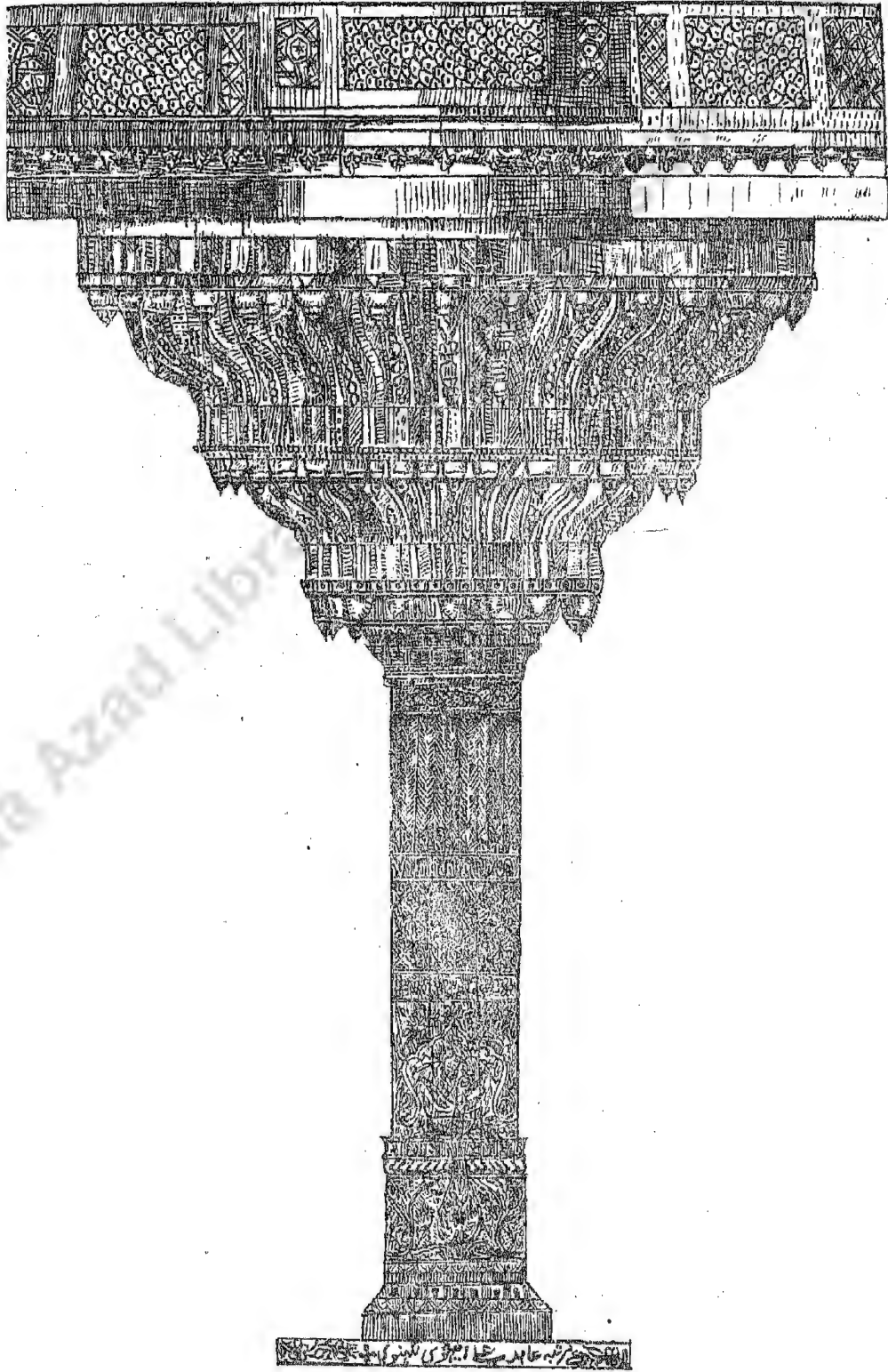
دیوان خاص فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۹۸



2022-23-2023

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

درمیان ستون دیوان خاص فتحپور سیکری متعلقہ صفحہ ۹۹



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

شمالی جانب واقع ہے۔ یہ منچور کی دیگر عمارت کی طرح سنگ سرخ کی عمارت ہے جو دراصل یک منزلہ عمارت ہے لیکن باہر سے دیکھنے میں دو منزلہ نظر آتی ہے۔ اس کی شکل مربع ہے جو باہر سے ۳۴ فٹ ۵ انچ \times ۳۳ فٹ ۵ انچ اور اندر سے ۳۸ فٹ ۱۰ انچ \times ۳۸ فٹ ۱۰ انچ ہے چاروں طرف ۶ فٹ ۱۱ انچ چوڑے اور ۳ فٹ ۳ انچ آثار کے دروازے ہیں جن میں کسی زمانہ میں دوہرے کواڑ لگے تھے مگر اب نہ

ہیں مکان صورت شکستہ دلاں	در کھلے مثل دیدہ حیراں
--------------------------	------------------------

شمالی اور جنوبی دروازوں کے پہلوؤں میں دو دو خوبصورت جالی دار کھڑکیاں اور مشرقی اور مغربی دروازوں کے پہلوؤں میں ایک ایک جالی دار کھڑکی اور ایک ایک کھڑکی کا نشان جس کے اندر زینہ بنے ہوئے ہیں بنا ہے۔ کمرہ کا فرش چوڑا ہے جو سرخ اور سفید پتھر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے۔

کمرہ کے وسط میں وہ سرو قد منقش ستون نصب ہے جسے اس عمارت کی جان کہنا زیادہ موزوں ہے۔ اس کے نیچے کا پایہ مربع شکل کا ہے۔ یہ ۲ فٹ ۵ انچ \times ۲ فٹ ۵ انچ اور ارتفاع ۹ انچ ہے۔ اس کے اوپر ستون کا حصہ چوکور ہے جو ۳ فٹ بلند ہے اس میں خوبصورت نقش و نگار کندہ ہیں۔ اوپر چاروں گوشوں پر چار لٹوئے ہیں۔ اس سے اوپر کا حصہ ہشت پہل ہے۔ اس کا ہر ضلع ۹ انچ اور یہ ۳ فٹ بلند ہے ہر گوشے میں ایک نقیش اُبھرا ہوا پھول مرتب ہے۔ اس سے اوپر ستون گول کر دیا گیا ہے جس کا محیط ۵ فٹ ۴ انچ ہے یہ ۲ فٹ بلند ہے اس میں خوش نما لہریہ دار بیل بنا کر ۱۶ پہل قائم کئے ہیں۔ جس کے اوپر ایک فٹ اونچا گول پایہ ہے۔ غرض کہ یہ ستون پانچ مختلف وضع حصوں سے مرکب اور ۹ فٹ ۹ انچ بلند ہے۔ اس کے اوپر ۱۶ خوش نما لٹو دار توڑے لگا کر چھت پائی ہے پھر اس پٹاؤ کے کناروں پر ۳۲ توڑے قائم کر کے ایک اور چوڑا پٹاؤ دیا ہے۔ اس کی چھت کے اطراف میں دوسری قسم کے توڑے نصب کر کے ان کے اوپر گول دائرہ نما چھت پائی ہے جس کا قطر ۱۶ فٹ ہے یہ ہی نشیمن قلع النبی یا شہ نشین ہے۔ جس کے اوپر تخت پر بیٹھ کر اکبر دربار خاص کیا کرتے تھے۔

درمیان ستون کی بلندی کے برابر کمرہ کے چاروں گوشوں میں اسی طرح کے لٹوٹا توڑے قائم کر کے اُن کے اوپر چھت پائی ہے۔ پھر شہ نشین اور ان چھتوں کے درمیان میں بڑی بڑی پتھر کی پٹیاں رکھ کر پل بنا دئے ہیں اسی کے برابر دیوار میں چاروں طرف توڑے قائم کر کے اُن کی چھت پر ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک گیلری نما راستہ بنا دیا ہے۔ پلوں کی لمبائی ۹ فٹ اور چوڑائی ۲ فٹ ہے اور قریب قریب یہ ہی چوڑائی چاروں طرف کے گیلری نما راستہ کی ہے۔ شہ نشین اور راستہ اور پلوں کے ارد گرد ۱۲ فٹ بلند جالی دار کٹھرہ نصب ہے۔

کمرہ کے مشرقی اور مغربی دروازوں کے پہلوؤں میں دوزیہ بنے ہیں انہیں طے کر کے اس درمیان حصہ میں پہنچتے ہیں۔ اس کے شمال و جنوب میں تین تین اور مشرق و مغرب میں دو دو دروازے لگے ہیں۔ دروازوں کے آثار میں ہو کر درمیان گیلری نما راستہ اور دروازوں کے باہر بیرونی جھجوں پر ۳ فٹ چوڑا تیسرا گیلری نما راستہ بنا ہے۔ جس کے کنارہ پر جالی دار کٹھرہ لگا ہے۔ جن توڑوں پر یہ جھجہ قائم ہے وہ ایک نئے طرز کے دوہرے توڑے ہیں دروازوں پر بیرونی جانب بطح۔ مور وغیرہ جانوروں کی تصویریں پتھر میں ترشی ہوئی ہیں جو کسی قدر بگاڑ دی گئی ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شہ نشین پر بادشاہ کا تخت رکھا جاتا ہے۔ چاروں کونوں پر چار وزیر اور گیلری پر نورتن اکبری کے بڑے بڑے اُمرا دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ جس وزیر یا امیر کو بادشاہ سے کچھ عرض کرنا ہوتا یا بادشاہ خود اُسے بلا تے۔ وہ نہایت ادب کے ساتھ پل پر سے گزر کر تخت کی برابر حاضر ہوتا تھا۔

کمرہ کی چھت لداؤ کی سنگین ہیں درمیان میں ایک خوبصورت پھول مُزین ہے۔ پہلے تمام کمرہ اور چھت پر نقاشی تھی جس کے آثار کہیں کہیں پر اب تک نمودار ہیں۔ چھت کے اوپر یکے بعد دیگرے تین سنگین چوترے بنے ہیں۔ پہلا ۲۸ x ۲۸ فٹ۔ دوسرا ۲۴ x ۲۴ فٹ۔ تیسرا ۱۶ x ۱۶ فٹ ہے۔ اوپر کے چوترہ اور چھت کے اطراف میں کٹھرا لگا ہوا تھا جو اب نہیں رہا۔ چاروں گوشوں پر ۴ x ۴ فٹ چوتروں پر چار گنبد دار برجیاں بنی ہیں جن پر

سے دو کے اندر نیچے سے آئے ہوئے زینے ہیں۔

دیوان خاص کے چاروں طرف سنگین چبوترہ ہے یہ شمالاً جنوباً ۱۲۶ فٹ اور شرقاً غرباً ۱۳۱ فٹ ہے۔ مشرقی جانب اس چبوترہ سے ۲۱ فٹ نیچے اتر کر ایک سنگین فرش اور ہے جس کی لمبائی دیوان خاص کے چبوترہ کی برابر اور چوڑائی ۹ فٹ ہے۔ اسی فرش سے ملی ہوئی دیوان عام کی دیوار ہے جس میں دیوان عام میں جانے کے واسطے ایک دروازہ بھی قائم ہے۔ فرش کے چاروں گوشوں پر ۱۴ فٹ ۱۰ انچ چوڑے دالان بنے تھے جن کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا اور کچھ باقی ہے۔ شمالی جانب ایک بلند چبوترہ کا نشان موجود ہے۔ دیوان خاص کے شمالی جانب بھی ایک دالان شکستہ حالت میں موجود ہے۔

دیوان عام

دیوان خاص اور فرش پچھلی اور محل خاص کے مشرقی جانب دیوان عام واقع ہے۔ اس میں چاروں طرف ۱۴-۱۴ فٹ چوڑے سنگین دالان بنے ہیں جن میں حسب ذیل ایوان یا در ہیں۔

جانب مشرق $۳۸ = ۱۸ + ۲۰$ درمیان میں پھاٹک ہے

جانب مغرب $۳۲ = ۱۶ + ۱۶$ درمیان میں شہ نشین ہے اور ایک چھوٹا دروازہ دیوان خاص میں جانے کے واسطے لگا ہے۔

جانب شمال $۱۸ = \dots ۱۸$ مغربی گوشے میں پھاٹک ہے جس کی چھت پر ایک گھڑی بنی ہوئی

جانب جنوب $۱۸ = ۸ + ۱۰$ درمیان میں پھاٹک ہے

۱۰۶

دالانوں کے درمیان میں شمالاً جنوباً ۳۷ فٹ اور شرقاً غرباً ۱۸۰ فٹ صحن ہے۔ پہلے کل صحن میں سنگین فرش تھا جس میں اب صرف شہ نشین کے سامنے ۸۳ x ۳۰ فٹ سنگین فرش باقی رہ گیا ہے۔ اب صحن میں ہو کر مشرقی اور جنوبی پھاٹک میں ہوتی ہوئی بچتہ سڑک نکل گئی ہے۔

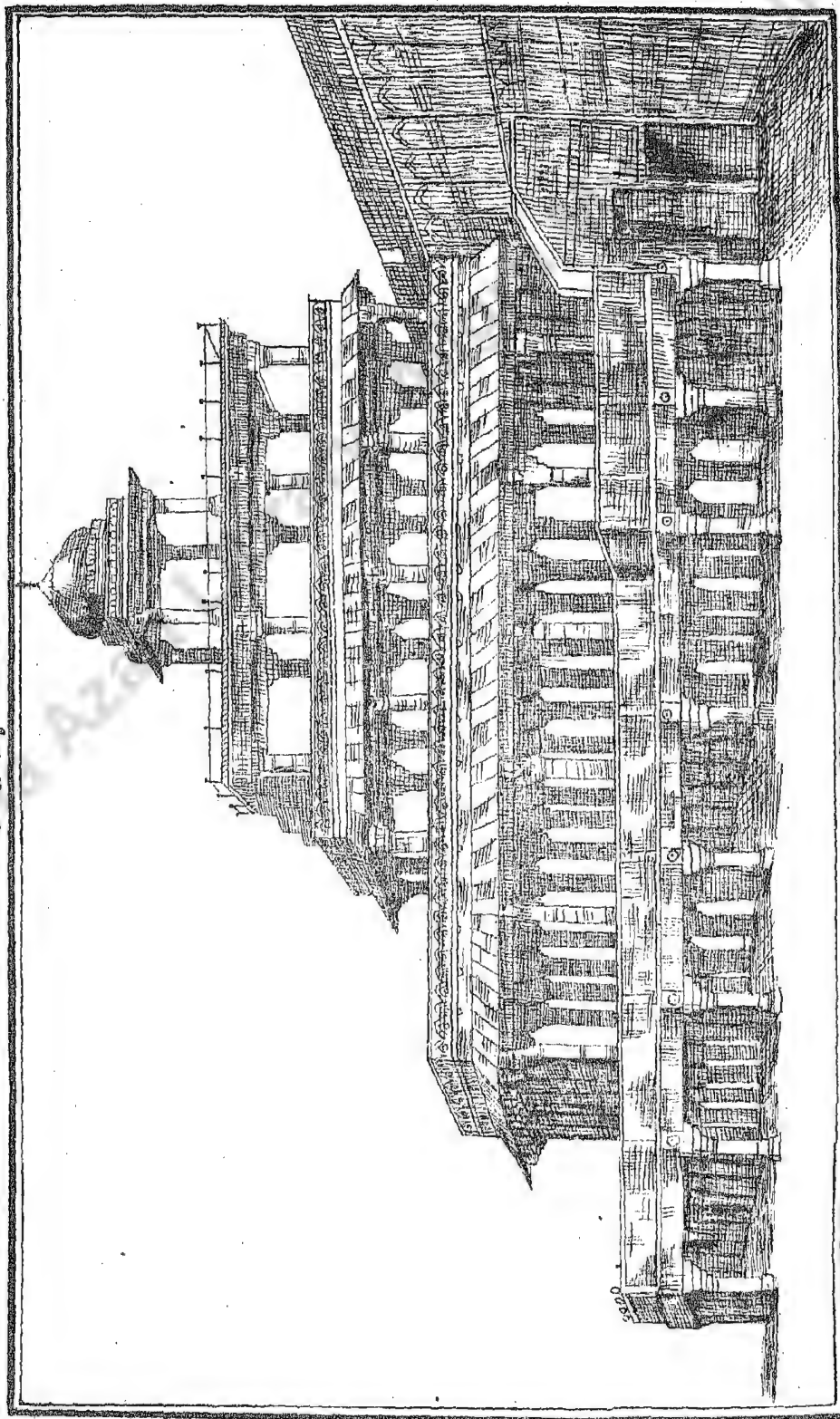
مغربی جانب وسط میں شہ نشین کا کمرہ ہے جو شمالاً و جنوباً ۳۳ ۱/۲ فٹ اور شرقاً غرباً ۵۵ فٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے ۳ فٹ ۳ انچ آٹار کے ہیں۔ جن میں دو ہرے کوڑوں کے نشان ہیں۔ دروازوں کے اوپر ایک ایک کھڑکی کھلی ہے۔ کمرہ کے اندر الماریاں (یا بڑے طاق) بنی ہوئی ہیں۔ چھت پر گزشتہ نقش و نگار کے آثار اب ناک نمایاں ہیں۔ کمرہ کے چاروں طرف ۹ فٹ چوڑا برآمدہ ہے جس کی چھت کھیریل نمایاں ہے۔ مغربی جانب کا برآمدہ محل خاص کے اندر ہے اُس میں کٹہرہ نہیں ہے۔ باقی تینوں جانب کے برآمدہ میں جالیدار کٹہرہ لگا ہے۔ مشرقی برآمدہ کے درمیان میں ۹ x ۹ فٹ جگہ کو خوبصورت سنگ سرخ کی جالیوں سے محصور کر کے شہ نشین بنائی ہے جو نیچے کے سنگین فرش سے ۵ فٹ بلند ہے اسی میں بادشاہ کا تخت رکھا جاتا تھا جہاں روزانہ دو مرتبہ دربار عام منعقد ہوتا تھا اور خود بادشاہ تخت پر بیٹھ کر عدل و انصاف کے دروازے کھولتے اور ستم رسیدوں کی فریادیں سنتے تھے۔ اور ہر شخص بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے آکر عرض معروض کر سکتا تھا۔

مغربی والوں کی چھت پر پردہ دار راستہ ہے جس کا زینہ محل خاص میں ترکی سلطان کے پائیں باغ میں بنا ہے۔ اس زینہ میں دس سیڑھیاں ہیں جنہیں طے کر کے اس راستہ پر پہنچ جاتے ہیں اوپر دو کمرے اور ایک برآمدہ بنا ہے جن کا مجموعی رقبہ ۳۰ ۱/۲ فٹ x ۱۱ ۱/۲ فٹ ہے۔ سب سے پہلے جنوب رو یہ برآمدہ ہے۔ اُس کے بعد دو برابر کے کمرے ہیں جن میں چاروں طرف دروازے لگے ہیں۔ مشرقی دروازوں میں ایک ایک بند شستگاہ بنی ہے جن میں دیوان عام کے صحن کی طرف چھوٹی سی جالیدار کھڑکیاں لگی تھیں جن سے سبکدات دیوان عام کی سیر کیا کرتی تھیں۔ کمروں اور برآمدوں میں چوڑے کی استرکاری پر نقش و نگار بنے تھے جن کا کسی قدر اچھا نمونہ برآمدہ میں اب تک موجود ہے۔

بیچ محل

فتحپور کی دلفریب اور نادرا لوجود عمارات میں سب سے زیادہ عجیب و غریب عمارت بیچ محل یعنی پانچ منزل کی عمارت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ محل خاص سے ملی ہوئی گوشتہ شمال مغرب

تہذیبی و تاریخی عجائبات
صفحہ ۱۰۲



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

میں واقع ہے۔ آج صحیح طور سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ عمارت کس غرض سے بنائی گئی تھی۔ محض قیاس کر لیا گیا ہے کہ اکبر نے بیگمات اور شاہزادوں اور شاہزادیوں اور خاص خاص اراکین سلطنت کے واسطے یہ ایک تفریح گاہ بنائی تھی۔ واقعی یہ نہایت ہوادار اور دلچسپ عمارت ہے۔ اس میں چاروں طرف سے نہایت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آیا کرتی ہیں۔ اوپر کی منزلوں سے تمام شہر اور دور و نزدیک کی عمارتیں اور پہاڑ کے نشیب کا سبزہ زار کو سوں تک بخوبی نظر آتا ہے۔

اس عمارت میں خاص صنعت یہ ہے کہ ہر ایک اوپر والا درجہ اپنے نیچے والے درجہ سے جس کی چھت پر وہ قائم ہے چھوٹا ہوتا گیا ہے یہاں تک کہ سب سے اوپر کا درجہ یعنی پانچویں منزل ایک چھوٹا سا قطعہ ہے جو چھوٹے چھوٹے چار ستونوں پر قائم ہے۔ بیرونی جانب دو ہرے ستون ہیں کیونکہ اُن پر بہت زیادہ بوجھ رکھا گیا ہے۔ ایک منزل سے دوسری منزل خاص صنعت کے ساتھ ستونوں پر ستون قائم کئے گئے ہیں جنوب و مغربی گوشے میں اوپر کی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔

سب سے نیچے کا درجہ جو سنگین چوتراہ پر ہے ۵۸×۷۲ فٹ ہے۔ اس میں ۸۴ ستون پہلی منزل

ہیں۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے بٹی ہے جس کے درمیان میں ایک اکھرا ہوا خوش نما پھول مرتن ہے۔ چھت پر گزشتہ نقاشی کے کچھ آثار بھی نمایاں ہیں۔

زینہ کی ۱۱ سیڈھیاں طے کر کے دوسری منزل پر پہنچتے ہیں جو سب سے زیادہ خوش نما

یہ ۵۳ فٹ ۲ انچ ۳۷×۴۷ فٹ ۷ انچ ہے اس میں ۶۹ سروقد ستون نصب ہیں جو سب منقش اور انواع و اقسام کی بیلوں۔ خوشے دار درختوں۔ مختلف گلہ ستون۔ پھول پتیوں سے مرتن و مرتع ہیں۔ ہر ستون کے نقش و نگار ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک ستون پر جو کام ہے وہ آپ کو کسی دوسرے ستون میں ہرگز نظر نہ آئیگا۔ اس درجہ میں شمال مغرب کی طرف صحن چھوٹا ہوا ہے اور جنوب میں جا لیدار کٹہرہ لگا ہے۔

دوسری اور تیسری منزل کے درمیان میں ۹۱ سیڈھیاں ہیں تیسری منزل کا رقبہ

۳۵×۱۸ فٹ ہے۔ اس میں ۲۰ ستون ہیں چونکہ یہ درجہ زیادہ بلندی پر تھا اور اسی

درجہ میں خواجگاہ کے زمانہ راستہ کا سلسلہ آکر مل گیا ہے لہذا اس کے شمال و مغرب اور جنوب کی جانب پتھر کی پٹیوں سے پردہ کی دیوار بنادی تھی جو اب باقی نہیں رہی صرف اُس کے نشان باقی ہیں۔

تیسری اور چوتھی منزل کی ۲۳ درمیانی سیڑھیاں طے کر کے چوتھی منزل پر پہنچتے ہیں یہ ۲۵ فیٹ ۵ انچ x ۹ فیٹ ۷ انچ ہے جس میں صرف ۱۲ استون ہیں۔

چوتھی منزل سے ۱۲ سیڑھيوں کے بعد پانچویں منزل ملتی ہے یہ ۱۰ x ۱۰ فیٹ ہے چاروں طرف چالیدار کٹھرن لگا ہے اس میں چارستون ہیں جن پر گنبد وار برجی بنی ہوئی ہے کل عمارت میں ۱۷۹ استون ہیں۔

چوتھی منزل

پانچویں منزل

محل مریم الزمانی بیگم یا سنہرامکان

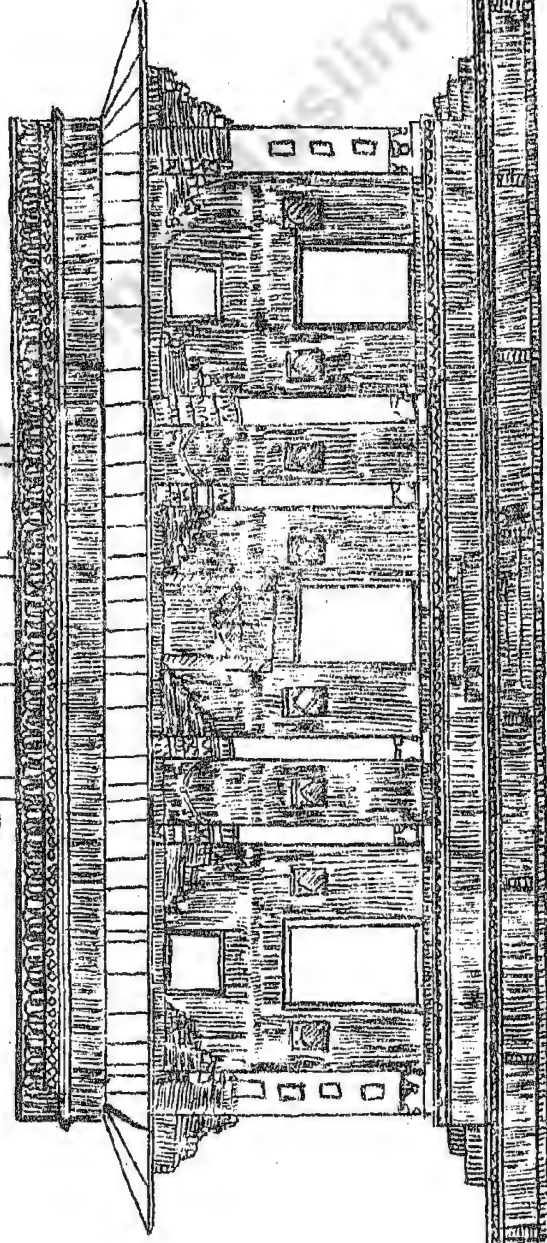
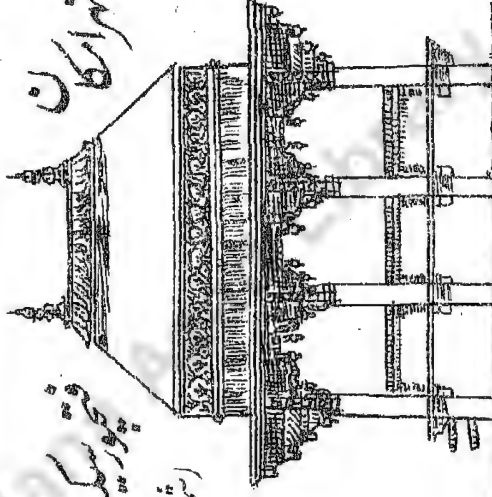
محل خاص کے مغربی جانب یہ بے نظیر عمارت واقع ہے جو مریم کا محل اور بوجہ سنہرے کام ہونے کے سنہرے مکان کے نام سے بھی موسوم ہے۔ جس وقت یہ مکان تعمیر ہوا تھا اس کے تمام ستونوں اور دروازوں پر قسم قسم کے خوش نما نقش و نگار بنا کر طرح طرح کی طلائی اور نقرئی شگوفہ کاری کی گئی تھی۔ باکمال مصوروں نے صاحب مکان کے مذاق اور دلچسپی کا اندازہ کر کے اندر باہر نیچے۔ اوپر طرح طرح کی تصویریں خاص خاص تاریخی واقعات رزم و بزم کے منظر اس نفاست اور تکلفات سے کھینچے تھے کہ صنعت کی جگہ جادوگری کر کے طلسمات کا عالم بنا دیا تھا۔ خوش نویسیوں نے اپنے قلم جادو رقم سے مختلف گلکاریوں کے بیج میں نہایت خوش خط کہتے لکھے تھے۔ اب اگرچہ گزشتہ آرائش و زیبائش اور زیب و زینت کے لحاظ سے یہ مکان جائے فرحت کی جگہ مرقعہ حسرت بن رہا ہے مگر اس کے وہ باقی ماندہ نقش و نگار اور تصاویر کا حصہ جو ابھی تک زمانہ کی نظر بد سے محفوظ ہے اس مٹی حالت میں بھی سیاحان عالم کو حیرت میں ڈالتا ہے۔

یہ قصر عالی شہنشاہ اکبر کی اُس خوش نصیب بیگم کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا جس کی قسمت میں قسام ازل نے ایک جلیل القدر بادشاہ کی بیگم اور دوسرے عظیم الشان بادشاہ کی ماں

محفل مریم النمازی بیگم یاسنہ ارکان

فتح سیکری متعلقہ صفحہ ۱۰۴

(شمالی جانب سے)



ریت عابد علی انصاری لکھنؤ

Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

مریم الزماني بيگم

بننے کا اعزاز لکھ دیا تھا۔ اس عفت مآب خاتون کا اصلی نام ہماری محدود تاریخی واقفیت کے پردہ میں ہے۔ خطاب البتہ ہمیں معلوم ہے وہ ہم آپ کو بھی بتائے دیتے ہیں۔ ان کا خطاب مریم الزماني بيگم تھا جو اکبر نے جہانگیر کے پیدا ہونے کے بعد عطا فرمایا تھا۔ یہ راجہ بھار مل کچھوایا والی انبیر (جے پور کے قریب ہے) کی بیٹی اور راجہ مان سنگھ کی بھوپھی تھیں۔ اکبر نے اس خاندان کی نیک نیت اور اخلاص و محبت کو دیکھ کر سوچا کہ ان کے ساتھ قرابت ہو جائے تو بہت خوب ہو۔ اور جب یہ امر ممکن نظر آیا تو بڑے موقع کے ساتھ سلسلہ جنبا نی کی۔ اور اُس میں کامیاب ہوا۔ یعنی ۹۶۹ھ میں ۱۵۶۱ء میں سانہر کے مقام پر یہ عالی خاندان خاتون بیگمات اکبری میں داخل ہو کر محل کا سنگار ہو گئی۔ اور یہ سب سے پہلی راجپوت بیٹی تھی جسے خاندان مغلیہ کی حرم سرا میں داخل ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ جب ۹۷۹ھ میں ان کے بطن سے جہانگیر پیدا ہوا۔ اُس دن سے اور بھی زیادہ مرتبہ پایا۔ جہانگیر بھی ان کی حد سے زیادہ وقعت کرتا تھا۔ ہمیشہ ان کے خطاب مریم الزماني کے ساتھ حضرت کا لفظ استعمال کر کے حضرت مریم الزماني لکھا کرتا تھا۔ کل تقریبیں اور جشن انہیں کے مکان پر منعقد ہو کرتے تھے ۱۰۳۲ھ میں انتقال کیا۔ مقبرہ سکندرہ میں اکبر کے روضہ کے پاس واقع ہے جس میں ۹۷۲ھ سے عیسائیوں کا یتیم خانہ ہے۔ اکثر فسانہ نویس مورخوں نے مریم الزماني کے خطاب پر پاڑا باندھ کر انہیں گوا کے عیسائی پادری کی بیٹی بنایا ہے۔ یہ وہی نقل ہوئی ہے

چہ خوش گفت است سعدی در زینجا | الایا ایہا الساقی اور کاساؤ وناولما

یہ محل ایک سنگین چوڑے کے وسط میں بنا ہے جو ۹۸ × ۷۷ فٹ ہے۔ اس میں چار کمرے اور شمالی کمرہ کے آگے برآمدہ ہے۔ ایک بڑا کمرہ مستطیل شکل کا شمال سے جنوب کو اور تین اُس سے چھوٹے ہیں جو بڑے کمرہ سے مل کر جنوبی گوشے میں زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ بڑا کمرہ ۲۲ × ۱۴ فٹ ہے۔ اس میں دو دروازے مشرق و مغرب میں اور ایک ایک دروازہ شمال و جنوب میں لگا ہے۔ کمرہ کے شمال میں ایک محراب دار در قائم کر کے کچھ حصہ سپنجی بنا کر دیا ہے۔ نیچے اوپر بڑے بڑے طاق یا الماریاں ترشی ہوئی ہیں اُن میں تصویریں بنی تھیں جن کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ چھت نہایت صحت

سے پتھر کے چھوٹے چھوٹے مربع شکل کے ٹکڑوں کو باہم وصل کر کے پائی گئی ہے۔ اس کے جنوب میں دوسرا کمرہ ہے جو شرقاً غرباً ۱۲ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۱۲ فیٹ ہے اس کے چاروں طرف ایک ایک دروازہ اور جنوبی جانب دوزینے چھت پر جانے کے واسطے بنے ہیں۔ پھر اس کمرہ کے مشرق و مغرب میں دو برابر کے کمرے بنے ہیں۔ ان میں ہر ایک ۱۲ فیٹ ۱۰ انچ \times ۱۰ فیٹ ۱۰ انچ ہے جن میں تین تین دروازے ہیں۔ ان دونوں کمروں کی چھت اور طاقوں کا رنگین خوبصورت کام کسی قدر اچھی حالت میں ہے۔ چھوٹے تینوں کمروں کی چھت بہت نیچی پٹی ہے۔ جن کی چھت پر اسی پیمائش اور قطع کے تین کمرے آؤ بنے ہیں جن کا رنگین کام مثل نیچے کے کمروں کے کسی قدر عمدہ حالت میں باقی ہے درمیانی کمرہ میں ایک دروازہ شمال کی جانب بڑے کمرہ کے درمیان میں لگا ہے۔ جنوبی جانب چھت پر جانے کے واسطے آسنے سامنے دوزینے بنے ہوئے ہیں۔

چاروں کمروں کی چھت پر ایک ہوا دار چھتری ۱۴ فیٹ \times ۹ فیٹ بنی ہے۔ یہ چھت سے ۹ فیٹ کی بلندی پر تعمیر کی گئی ہے جس کے نیچے ایک کوٹھری بنی ہے اس چھتری میں تین تین در شمال و جنوب میں اور ایک ایک در مشرق و مغرب میں ہے چھت پر دو پتھر کے کلس نصب ہیں۔ کمروں کی چھت کے اطراف میں کٹرا لگا ہوا تختہ جس کے اب صرف نشانات باقی رہ گئے ہیں۔

بڑے کمرہ کے شمال و مشرق اور مغرب میں برآمدہ ہے شمالی برآمدہ ۲۸ فیٹ ۷ انچ \times ۱۳ فیٹ ۷ انچ ہے۔ اس میں تین بڑے اور دو چھوٹے در ہیں۔ مشرقی اور مغربی برآمدہ ۳۴ فیٹ \times ۱۳ فیٹ ۸ انچ ہے اس میں تین تین در ہیں۔ گوشہ شمال و مغرب میں عالی شان دروازہ کے باقی ماندہ نشان اور گوشہ شمال و مشرق اور گوشہ جنوب و مغرب میں بھی کچھ عمارت کے نشان اب تک موجود ہیں۔

صحن کے شرقی اور جنوبی گوشے میں ایک چھوٹا سا منقش مکان اور بنا ہے جو باورچی خانہ کے نام سے موسوم ہے یہ شمالاً جنوباً ۲۴ فیٹ اور شرقاً غرباً ۲۲ فیٹ ہے۔ اس کے جنوب میں ایک کوٹھری ۱۹ \times ۱۳ فیٹ اور اس کے آگے برآمدہ ۱۵ \times ۳ فیٹ بنا ہے

باورچی خانہ

مکان کے تمام در و دیوار پر طرح طرح کی بلیں۔ گلستے۔ لہرے۔ گھنٹے وغیرہ پتھر میں ترشے ہوئے ہیں۔ چچہ بھی منقش اور خوبصورت ہے۔

باقی نقش
نکار

اب کمرہ اور برآمدہ کے بقیہ نقش و نگار کا حال مختصر طور سے لکھا جاتا ہے۔ ان میں بعض تصویریں اور شکلیں صاف نظر آتی ہیں۔ بعض نہایت غور سے دیکھنے یا دور میں سے دیکھنے میں صاف معلوم ہوتی ہیں۔ کسی کسی کا کوئی خاص حصہ باقی رہ گیا ہے۔ افسوس کہ اب جو کچھ باقی ہے یہ بھی نیست و نابود ہوتا جاتا ہے۔ محرابوں کے اوپر منہسوں کے جوڑے اور رام اور کرشن اوتار کے چلنے بنے ہوئے ہیں۔ کرشن جی کے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک کنول کا مقدس پھول ہے۔ ہنومان جی حضوری میں حاضر ہیں۔ تصویر کے اوپر کرتی لکھا کا ایک گچھا بنا ہے۔ کنارے پر بطنیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بنا ہے جو صاف نظر نہیں آتا۔

ایک مقام پر نہایت عمدہ تصویر ایک فرشتہ کی بنی ہے جو ایک کرسی پر بیٹھا ہو۔ اسکی ایک ٹانگ سمٹی ہوئی اور دوسری بائیں ٹانگ کرسی سے نیچے لٹک رہی ہے۔ یہ ایک نیلے رنگ کا جبہ پہنے ہے سینہ اور پیٹ ڈھکا ہے۔ چہرہ مٹ گیا ہے مگر کندھوں پر جو پڑ گئے ہیں وہ اور گلے کا طوق صاف نظر آتا ہے۔ اسی کے قریب غالباً دوسری تصویر اسی قسم کی تھی جس کے اب صرف پُر نظر آتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھتری بنی ہے جس کی چھت میں ایرانی نقاشی کا عمدہ کام ہے۔

شمالی برآمدہ کے ستونوں پر بہت نفیس کام بنے تھے جن کے رنگ اگرچہ معدوم ہو چکے ہیں مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ نیلا رنگ زیادہ استعمال کیا گیا تھا۔ شمالی برآمدے کے تیسے ستون پر جو مشرق سے مغرب کی طرف ہے دو ہاتھیوں ”بخت ملی“ اور ”پرتاپ“ نام کی لڑائی کا منظر کھینچا ہے۔ ایک ہاتھی کی تصویر مٹ گئی جس کا بہت خفیف حصہ باقی رہ گیا ہے۔ دوسرے کی کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہے۔ اس کے اوپر ایک شعر لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر منظر پر جو بنایا گیا تھا اسی قسم کے اشعار لکھے تھے جو اب مٹ گئے یہ بھی تھوڑے ہی دن کا زمانہ معلوم ہوتا ہے چنانچہ جس مقام پر خط کھینچا ہوا ہے وہ مٹ چکا ہے۔ پست

قوتِ بہجت ملی، پس کہ چہ فتنہ انگیزت

مشت زد بر سر "پرتابہ" کہ مغز نش رایت

اس مقام پر فیلباتوں کی تصویر کا بھی کچھ حصہ باقی ہے۔ اس ستون کی برابر کے دوسرے ستون پر بھی دو ہاتھوں کی لڑائی کا تماشا بنایا گیا ہے۔ ان میں ایک ہاتھ کی پوری اور ایک کی نصف تصویر موجود ہے۔

برآمدہ کے شمال و مغربی گوشے میں کسی مقام کا منظر دکھایا ہے۔ ایک ندی بہہ رہی ہے جس کے کنارے پر درخت کھڑے ہیں۔ شیر بھی موجود ہے۔ ایک بڑے درخت پر مختلف رنگ کی خوبصورت چڑیاں بیٹھیں پر بھی ہوئی ہیں جو زبان حال سے کل من علیہا فان کا سبق ہر آئندہ ورنہ کو سناتی ہیں۔ اس مقام کی زمین نیلی اور درخت سرخ رنگ کے اور چڑیوں کے پر مختلف رنگ کے ہیں۔

ایک جگہ شاہنامہ کی کسی لڑائی کا سینہ کھینچا ہے۔ عمدہ عمدہ ہاتھوں پر سرخ رنگ کے ہودے مرتب ہیں۔ ایک مقام پر پیدلوں کی لڑائی۔ ایک جگہ جیتہ کا شکار۔ ایک جگہ کسی شکار گاہ کا منظر دکھایا ہے۔

ایک جگہ دیوار پر چوگان بازی کا میدان بنایا ہے۔ بہت سے سوار۔ کچھ پیادے۔ اپنے اپنے کرتب دکھا رہے ہیں کسی کے ہاتھ میں تیر و کمان ہے۔ کسی کے پاس بندوق۔ کسی کے ہاتھ میں تلوار۔ قریب ہی دو ہاتھ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔

مغربی برآمدہ کے ایک طاق میں ایک مٹی ہوئی تصویر کے کچھ نشان باقی ہیں جس کی نسبت وہ لوگ جنہوں نے اسے اصلی حالت میں دیکھا تھا بیان کرتے ہیں کہ یہ شیر ایران و زابلستان یعنی رستم کی تصویر ہے۔ اور اس مقام پر وہ منظر دکھایا گیا تھا جہاں رستم دعا اور فریب کا شکار ہو کر کٹوئے میں گرا اور گرتے ہی اُس نے ایک تیر سے اپنے دشمن بھائی شخا و بدینا د کا کام بھی تمام کر دیا۔ اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ اس عمارت میں شاہنامہ کی تمام خاص خاص لڑائیوں کا تماشا دکھایا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اکبر کو شاہنامہ کے سننے کا بہت شوق تھا اور اُس نے نہایت کوشش اور زور کثیر کے صحت سے تمام تصاویر کو مہیا کر کے شاہنامہ کو نہایت خوش خط با تصویر لکھوایا تھا۔ پس کیا تعجب ہے کہ اُن کی نقل اس

مصوّران عہد اکبری

عمارت پر بھی کی گئی ہو۔ اکبر کے عہد میں بڑے بڑے نامی مصوّر جمع تھے جن میں میر سید علی تہری خواجہ عبدالصمد شیریں قلم۔ سونٹھہ کمار۔ بساوان۔ کیسو۔ لال۔ مکند۔ مسکین۔ فرخ۔ مادھو۔ جگن۔ ہمیش۔ گھیم کرن۔ تارا۔ سانولا۔ ہربنس بہت مشہور ہیں۔ ان سب کا سردار استاد ہزا د تھا جو پہلے اسماعیل شاہ صفوی والی ایران کے دربار کا مصوّر تھا۔ پھر اکبری دربار میں حاضر ہو کر منصب اعلیٰ پر پہنچا۔ یورپین مورخ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کسی یورپین مصوّر یا نقاش سے کم نہ تھا بلکہ اس کا کام اگر ان کے مقابلہ میں رکھا جائے تو سب سے بڑھا رہیگا۔

برآمدہ کی چھت کے ارد گرد ہر جگہ بہت عمدہ نقش و نگار تھے جن کے درمیان میں ملک الشعرا فیضی کے وہ اشعار جو خاص اس عمارت کی تعریف میں موزوں کئے گئے تھے۔ زین قلم محمد حسین کشمیری اور مولانا محمد باقر۔ اور محمد امین مشمدی۔ اور مولانا عبدالحی۔ اور میر عبد القادر نظامی مشہور خوشنویسان عہد اکبری نے نہایت نفاست سے لکھے تھے۔ افسوس کہ اب یہ کمال اشعار باقی نہیں رہے اور جو کسی قدر باقی بھی ہیں ان کے اکثر حروف مٹ گئے ہیں کہ پڑھنے میں نہیں آتے۔ جو کچھ باقی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

(شمالی برآمدہ میں)

کعبہ راماندولے میں راضفائے دیگر است ملجائے آسمان و قبلہ ہفت اختر است ہم ز چو پستانش آسمان را محور است شمسہ اش را گر بہ از خورشید و اہم بہتر است در لطافت ہچو قصر لا جورد چہر است	اس عمارت کو شرف از ہفت گردوں برتر است ملتجائے دولت است و امن امن و اماں می کشد حیرت ز طرح و نقش این عالی مقام ارضفائے صحنش ایوان فلک را ہیبت است غرفہ اش را برتر از گردوں اگر گویم رواست گلستان نقش ہائے او برنگ باغ خلد در نزاکت ہچو طاق زرنگار آسمان
--	--

(مغربی برآمدہ میں)

ہست اگر چہ در گرہ کار سے فلک سحر آفرین	کرد
--	-----------

مریم کا چمن یا زنانہ باغ

مریم کے محل کے گوشہ شمال و مغرب میں اور جودہ بانی کے محل سے شمالی جانب زنانہ باغ تھا۔ یہ طول میں ۹۲ فٹ اور عرض میں ۴۲ فٹ ہے پہلے یہ چار دیواری سے محصور تھا اور سو اے بادشاہ یا شاہزادوں اور شاہزادیوں اور بیگمات کے کوئی اس کے اندر نہیں جاسکتا تھا۔ مالیوں کی جگہ مالینیں اس میں چمن آرائی کرتی تھیں۔ اب راستہ کرنے کی غرض سے اس کی چار دیواری گرا دی گئی ہے۔ اس کی جنوبی دیوار بیربل کے مکان کے واسطے راستہ کرنے کی غرض سے چند ہی مدت ہوئی کہ گرائی گئی تھی یہ ۱۲ فٹ بلند اور ۴ فٹ آثار کی تھی مغربی دیوار ابھی موجود ہے جس کے اوپر حرم سینار کا زنانہ راستہ بنا ہی نیچے چار محراب دار بڑے بڑے درنگینہ مسجد کی جانب بنے ہوئے ہیں۔

اکبری عہد میں اس باغ کے اندر گلزار ارم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ پختہ سنگین روشوں پر ہفت رنگ کے پھول عطر پاشی کرتے تھے۔ خیابانوں میں ہر قسم کے نایاب۔ نفیس۔ اور لذیذ سیوے شاخوں میں جھوماکرتے تھے۔ ہمیشہ صاف و شفاف پانی سوبانہ خرام سے خوش نما نالیوں میں گلگشت کرتا رہتا تھا۔ جس وقت موسم بہار میں خاتونانِ عفت مآب اپنے اپنے عشرت کدوں سے نکل کر باغ کی روشوں پر خراماں خراماں سیر کرتی پھرتی ہونگی اُس وقت متم متم کے پھولوں کی ہمک۔ سنبھل کا بال بکھیرنا۔ ریحماں کا چشمہ دل فریب سے تکتا۔ محط ہوا کا چلنا۔ چھٹی تال میں رنگ برنگ مچھلیوں کا تیرنا۔ طائرانِ خوش الحان کا نغمہ سرائی کرنا فرشِ زمردین کا لہلہانا۔ کیسا عجیب و غریب اور دلچسپ منظر پیدا کرتا ہوگا۔

باقی ماندہ آثار میں دو برجیاں (نشستگاہیں) ایک سنگین تالی۔ ایک چھوٹا سا چھتی تال

باقی ماندہ آثار میں دو برجیاں (نشتگاہیں) ایک سنگین تالی۔ ایک چھوٹا سا چھتی تال

اور کچھ سنگین روشوں کے نشان ہیں۔ ایک بُرجی شمال میں چوتراہ کے اوپر بنی ہے اُس سے لیکر دوسری برجی تک جو چھٹی تال کے کنارے پر ہے پختہ نالی بنی ہوئی ہے۔ شمالی کارخانہ آبِ رسانی سے حوض میں ہوتا ہوا پانی اسی نالی کے ذریعہ سے چھٹی تال میں پہنچتا تھا۔ چھٹی تال $5 \times 4 \times 3$ فیٹ ہے۔ یہ صرف ۲ فیٹ ۱۱ انچ گہرا ہے۔ اس کے مشرق و مغرب میں تین تین چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں پانی میں اُترنے کے واسطے بنی ہیں۔ جنوب میں ان سیڑھیوں کے درمیان ایک ڈھلوان چھڑنا لگا ہے جس پر ماہی پکشت کا جال ہے۔ شمالی جانب ایک پتھر میں ۸ ۱/۲ انچ چوڑے اور ۷ ۱/۲ انچ گہرے سات سات طاق نیچے اوپر کھدے ہوئے ہیں۔ درمیان میں ایک چھوٹا سا ہشت پہل حوض ایک پتھر میں تراشا ہوا نصب ہے جو $3 \times 2 \times 1$ فیٹ ہے۔ رات کے وقت ان طاقوں کے اندر چھوٹے چھوٹے مختلف رنگ کے لیمپ رکھ دئے جاتے تھے۔ ان کی روشنی میں چھڑنے سے پانی کا اُترنا۔ پھر اُس پر مختلف رنگوں کا عکس پڑنا عجیب و غریب لطف پیدا کرتا ہوگا۔ تالاب میں رنگ برنگ کی خوبصورت مچھلیاں تفریحاً پالی گئی تھیں جن کی ناک میں سونے کی تختیاں پہنائی گئی تھیں۔ گوشہ جنوب و مشرق میں ایک مسقف حوض مربع شکل کا بنا ہے جس کا ہر ضلع ۲۶ فیٹ ہے اسے مریم کا حاکم کہتے ہیں۔ موسم گرما میں یہاں بیگمات غسل کیا کرتی تھیں۔ اس کے چاروں طرف پردہ کی دیوار تھی۔ یہ حوض ۴ فیٹ گہرا ہے۔ چھت ۱۲ ۱/۲ فیٹ بلند ہے جو سنگین ستونوں پر پائی گئی ہے۔ چاروں کونوں پر تین تین سیڑھیاں پانی میں اُترنے کے واسطے بنی ہیں۔

شفا خانہ

آٹھ چولی اور بیچ محلہ اور زنانہ باغ کے درمیان میں شفاخانہ واقع ہے جو 14×12 فیٹ 108×108 فیٹ ہے۔ اس میں شمال کی جانب مریضوں کے رہنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ ۱۲ قطعہ بنے تھے جو ہر ایک ۱۴ فیٹ 9×12 فیٹ تھا۔ جس میں سے اب صرف چھ سات باقی رہ گئے ہیں۔ باقی منہدم ہو گئے۔ ان کے آگے ۱۱ فیٹ ۲ انچ چوڑا برآمدہ تھا جس کا

کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ مغربی جانب کچھ عمارت اور تھی جس میں اب صرف کچھ یا خانے اور دیوارچی خانے باقی رہ گئے ہیں۔ موجودہ عمارت کی چھت منقش کھیریل نما ہو جو ترکی سلطان کے مکان کے برآمدہ کی چھت کے مشابہ ہے۔ اندرونی جانب دیواروں پر موٹے موٹے چوٹے کی استرکاری تھی۔ دروازوں اور کھڑکیوں کے چاروں طرف سرخ و سفید رنگ کے نقش و نگار زیور کی قسم کے بنے ہیں۔ کپڑے ٹانگنے کے واسطے کھونٹیوں کے بجائے ہلالی خمدار ترشے ہوئے پتھر دیواروں میں نصب ہیں کہ جن میں جانوروں کے چہرے ترشے ہوئے ہیں مغربی دیوار میں تین ایسی کھونٹیاں اب تک نصب ہیں جن میں گھوڑوں کے منہ ترشے ہوئے ہیں۔ شمالی دیوار میں چہ ہوا دار دروازے لگے ہیں جن سے پہاڑ کے نیچے کوسوں تک کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ مہندہ عمارت کے بہت سے منقش اور سادہ پتھر احاطہ میں جمع ہیں۔

ایک مشہور انگریزی مؤرخ لکھتا ہے ”کہ یہ شفا خانہ وسعت اور آرام و آسائش کے لحاظ سے ہمارے یہاں کے شفا خانوں کے مقابلہ میں نہایت تنگ اور مختصر ہے۔ مگر بہت نہایت دلچسپ ہے کہ ایسی عمارتیں سوٹھویں صدی میں بھی ہندوستان میں موجود تھیں“ تعجب ہے کہ مؤرخ مذکور ہندوستانی تاریخ سے اتنا ناواقف ہے کہ سوٹھویں صدی کے شفا خانہ پر تعجب کرتا ہے بجا لیکہ اس سے دو ڈھائی سو برس پہلے ہندوستان میں اس قسم کی بہت سی عمارتیں موجود تھیں ۱۵

نگینہ مسجد

مریم کے چمن کے مشرقی جانب اور اُس سے ملی ہوئی ایک چھوٹی سی زنانی مسجد بنی ہوئی ہے جو نگینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ حرم سرا کی بیگمات کے واسطے بنائی گئی تھی اور ایک چار دیواری سے محصور تھی جو آب کھل گئی ہے۔ جس کا طول ۵۳ فٹ ۶ انچ اور عرض ۳۲ فٹ تھا۔

مسجد میں تین تین محرابدار در کے دو درجہ ہیں دونوں درجوں کا مجموعی رقبہ ۲۴ فیٹ ۹
 x ۱۲ فیٹ ۲ انچ ہے پچھت نہایت ستھرے سنگ سرخ کے ستونوں پر پتھر کی پٹیوں سے
 پٹی ہے۔ مغربی دیوار میں تین لٹو نما محرابوں کے درخوش نمائی کے واسطے بنا دئے ہیں۔
 شمالی جانب چھوٹا سا برآمدہ اور جنوبی جانب قناتی مسجد کا نشان بنا ہے۔ آگے سنگین فرش کا
 صحن اور گوشہ جنوب و مشرق میں ایک شکستہ حمام واقع ہے۔ مسجد کے نیچے بھی دالان
 بنا ہوا ہے۔

بیرونی جانب دیواروں میں چڑیوں اور کبوتروں کے رہنے کے واسطے مکان
 بنا دئے ہیں جو اندر سے کشادہ ہیں اور اوپر کے سوراخ ہلالی شکل کے ہیں۔ ان میں
 طوطے۔ فاختے۔ کبوتر اکبر کے عہد سے نسلاً بعد نسل رہتے چلے آتے ہیں۔

محل جو دھبائی یا جہانگیری محل

محل جو دھبائی جو جہانگیری محل کے نام سے بھی موسوم ہے فتحپور کی رفیع الشان
 اور خوش وضع عمارتوں میں صنعت و رفعت اور مضبوطی کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتا
 ہے اور یہ ہی ایک عمارت محلات شاہی میں ایسی ہے جو اپنی اصلی صورت و ہیئت پر اب تک
 قائم ہے۔ یہ حریم کے محل کے گوشہ جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ جو دھبائی کو عام لوگ
 اکبر کی بیگم سمجھتے ہیں حالانکہ اکبر کی بیگمات میں اس خطاب کی کوئی بیگم موجود نہیں تھی۔
 جو دھبائی دراصل جہانگیر کی بیگم تھی جس کا ایک محل قریب قریب اسی نمونہ اور قطع کا
 آگرہ کے قلعہ میں بھی بنا ہوا ہے۔ اکبر نے غالباً یہ محل جہانگیر کی جو دھبائی کے ساتھ شاہی
 ہونے کے بعد تعمیر کرایا تھا اس لحاظ سے یہ فتحپور کی سب سے آخری اکبری عمارت ہے
 اکثر مؤرخین نے رنگ محل کی جگہ اسے سب سے پہلی عمارت سمجھا ہے۔ یہ اُن کی سخت
 غلطی ہے کیونکہ اُس عہد کی جملہ تاریخوں میں صاف طور سے لکھا ہے کہ سب سے پہلا محل
 جو جہانگیر کی ماں کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا حضرت شیخ سلیم چشتی رحم کے مکان کے پاس تھا
 پس یہ وہ محل کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ قبل اس کے کہ عمارت کا حال بیان کیا جاوے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جودھ بانی کی مختصر سوانح عمری تحریر کی جاوے۔ یہ راجہ اُدے سنگھ رٹھور
 عوف موتہ راجہ والی جودھ پور کی بیٹی تھیں۔ اصلی نام مان متی تھا اور بوجھ علم و فضل جگت گسائیں
 کے خطاب سے موصوف تھیں۔ ۹۹۲ھ میں جہانگیر کے ساتھ شادی ہوئی۔ اکبر مع امرے
 دربار اور بیگمات کے راجہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہیں مجلس عقد منعقد ہوئی۔ اور
 نہایت دھوم دھام سے وطن کو پیادہ کر مکان پر لے آئے۔ ان کی حاضر جوابی کی یہ روایت
 مشہور ہے۔ ایک رات جبکہ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی نور جہاں بیگم لباس سفید زیب بدن کئے
 ہوئے جہانگیر کے پاس بیٹھی تھیں۔ عطر جہانگیری کی خوشبودار لپٹوں سے جو تمام
 در و دیوار اور کپڑوں پر چھڑکا ہوا تھا بادشاہ اور بیگم دونوں کا دماغ معطر ہو رہا تھا۔
 بادشاہ نے اُسی حالت میں انہیں بھی یاد فرمایا۔ پرستاریں دوڑیں اور تھوڑی ہی دیر میں
 یہ بھی سرخ لباس زیب بدن کر کے آمو جو دھوئیں۔ اور بادشاہ کی برابر بیٹھ گئیں۔ بادشاہ
 ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ نور جہاں بیگم کو رشک پیدا ہوا۔ بادشاہ کی طرف دیکھ کر بولیں
 کہ آخر کو جودھ بانی زمیندار ہی کی بیٹی ہے۔ اس وقت کہ ہر طرف فوارہ نور کشادہ ہیں۔
 اور فرش سنان نسرین و نسترن بچھا ہوا ہے۔ اور جلوہ مہتاب ہو رہا ہے۔ ایسے عالم میں لباس
 سرخ کیا مناسب رکھتا ہے۔ جودھ بانی نے فوراً جواب دیا کہ میرا سہاگ قائم ہے اس
 وجہ سے میں نے لباس سرخ پہنا ہے۔ تمہارا سہاگ اُٹھ چکا ہے (یعنی شیر افکن خاں پہلے
 شوہر کا انتقال ہو چکا ہے) اس سوگ میں تم نے سفید لباس پہنا ہے۔ اور یہ دوا پڑھا ہے
 جا روں نارتاس کا ہیا ایک چھوڑ جن دو جا کیا

نور جہاں بیگم اس حاضر جوابی سے خفیف ہوئیں اور جہانگیر ہنس کر چپ ہو رہے۔ ۱۰۰۱ھ
 میں انہیں کے بطن سے شاہجہاں پیدا ہوئے۔ ۱۰۰۲ھ ربیع الثانی ۱۰۱۸ھ کو انتقال
 کیا۔ اور آگرہ میں اپنے آباد کئے ہوئے محلہ سہاگ پورہ میں مدفون ہوئیں۔ دو تین
 برس پہلے تک ان کے مقبرہ کا نشان موجود تھا اب کھد گیا لیکن وہ مقام جہاں مقبرہ
 بنا تھا اب بھی جودھ بانی کے نام سے مشہور اور موضع بھوگی پورہ پر گنہ آگرہ تحصیل میں
 واقع ہے۔

یہ قصر عالی سر تا پا سنگ سرخ سے بنا ہے اس کا رقبہ باہر سے ۲۱۷×۲۱۷ فیٹ ہے اندر چاروں طرف سوال جواب کے طور پر قریب قریب ایک نمونہ کی عمارت دو منزلہ بنی ہوئی ہے مشرق میں عالی شان دروازہ ہے۔ عمارت کے درمیان میں ۸۳ فیٹ \times ۸۳ فیٹ صحن ہے جس میں سنگین فرش ہے۔ وسط صحن میں ایک پتھر میں تراشا ہوا ایک تھانوا رکھا ہے جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں پوجا کے واسطے ترسا کا درخت لگا ہوا تھا۔

مغربی جانب وسط میں مندر بنا ہے جو شرقاً غرباً ۱۰ فیٹ \times ۱۰ فیٹ اور شمالاً جنوباً ۳۴ فیٹ ہے۔ اس کی چھت ۲۰ منقش ستونوں پر جن میں مختلف طرز کے گلدستے اور نقش و نگار ترشے ہوئے ہیں قائم ہے۔ مغربی دیوار سے ملا ہوا سنگماسن بنا ہوا ۱۳×۱۱ فیٹ ہے جس کے اوپر مورت استھاپن یعنی مورتیں رکھنے کا طاق بنا ہے۔ اس کے علاوہ اسی طرح کے چھ طاق مندر میں اور بھی ہیں یہ بالکل اُس طرز کے ہیں جیسے قدیم بودھ اور جینیوں کے مندروں میں ہوتے ہیں۔ مندر کے تین دروں میں صرف درمیانی در کھلا ہے ارد گرد کے دونوں در ۵ فیٹ بلند ہندوانی طرز کے سنگین کٹھ سے نصف سے زیادہ بند ہیں کٹھ کے اوپر جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ مندر کے اندر شمال و جنوب میں ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ جن کی بغل میں صحن کی جانب دو زینہ چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں۔

مند کے شمال و جنوب میں یعنی دونوں جانب ایک ایک قطع اور ایک ہی پیمائش کی عمارت ہے اول ایک بڑی کوٹھری ۲۰ فیٹ \times ۱۱ فیٹ ہے جس میں صرف ایک دروازہ صحن کی جانب لگا ہے۔ اس کی نصف مغربی چھت لداؤ کی گنبد نما ایک محراب دار در کے اندر پٹی ہے۔ بقیہ نصف پتھر کی پیٹوں سے پٹی ہے۔ اس کے اندر چوڑے کا نہایت نفیس چمکدار صندوق لایا ہوا ہے۔ ان کوٹھریوں کے بعد دالان در دالان ہے جس کا رقبہ ۳۵ فیٹ ۵ ایچ \times ۲۳ فیٹ ۱۰ ایچ ہے۔ اس کی چھت ۱۲ سنگین ستونوں پر پتھر کی پیٹوں سے پٹی ہے درمیان میں ایک بڑا در اور اُس کے ارد گرد دو دو چھوٹے در ہیں۔ ان دالانوں کی شمالی بغل میں ۲۰×۹ فیٹ کا کمرہ ہے جس میں صرف دو دروازے دالان کے اندر ہیں۔ دالان کے جنوب یعنی محل کے گوشے میں مربع شکل کا کمرہ ہے جس کا رقبہ ۹ فیٹ ۹ ایچ ہے۔

ہے۔ اس میں چار دروازے ہیں۔ دو شمال کی جانب یعنی دالان کے اندر اور دو مشرق کی طرف ہیں۔ محل کے شمال و جنوب میں آٹھ سائے ایک سی عمارت ہے۔ درمیان میں جو عمارت ہے وہ خواجگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ایک دو منزلہ کمرہ اور اس کے آگے برآمدہ ہے۔ کمرہ کا رقبہ ۳۵ فیٹ x ۱۰ فیٹ ہے۔ اس میں نیچے اوپر تین تین دروازے ہیں آگے ۲۲ فیٹ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ میں ۴ منقش ستون مثل مندر کے ستونوں کے نصب ہیں اور اسی طرح کے طاق بنے ہیں جیسے مندر میں ہیں۔ کمرہ کی دوسری منزل کی چھت سنگین شطرنجی بنا پٹی ہے یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صنعت کا نمونہ ہے پتھر کے ٹکڑوں کو اس خوبصورتی سے باہم وصل کیا ہے کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس درجہ میں بہت سی خوبصورت الماریاں اور طاق بنے ہیں۔ تین دروازے برآمدہ میں کھلے ہیں ان کے آگے توڑوں کی چھت پر نہایت خوبصورت شہ نشینیں بنی ہیں جن میں جالید اگر گھر لگا ہوا ہو۔ ان خواجگاہوں کے ارد گرد اسی طرح کے دوزینے چھت پر چڑھنے کے واسطے بنے ہیں جیسے مغربی جانب مندر کے ارد گرد ہیں۔ جنوبی جانب کی خواجگاہ کے مشرقی اور مغربی گوشے میں ایک ایک تنگ راستہ محل کی جنوبی دیوار کے اندر ہوتا ہوا باہر نکل گیا ہے۔ مشرقی راستہ میں ہو کر ایک وسیع اور خوش نما حجام میں پہنچ جاتے ہیں جو پانچ چہرہ درجہ کا ہے اس کے آگے مختصر سا صحن ہے جس کے قریب دو پاخانے بھی بنے ہیں۔ مغربی جانب کے راستہ میں ہو کر ایک دوسرے مکان میں پہنچ جاتے ہیں جس میں کئی پاخانے بنے ہوئے ہیں اس حجام اور پاخانے کی عمارت محل کی جنوبی دیوار سے باہر کو نکلی ہوئی ہو۔ ان خواجگاہوں کے ارد گرد بھی اسی طرح کی عمارت بنی ہے جیسی مندر کے ارد گرد میں ہے۔ شمالی اور جنوبی عمارت میں صرف اتنا فرق ہے کہ شمالی جانب حجام و پاخانے کے مکانات نہیں ہیں۔

خواجگاہ

حجام

پاخانے

دروازہ

مشرق میں مندر کے محاذ میں دروازہ کی عمارت ہے اول مندر کے سامنے اسی طرح کا دالان بنا ہے اس کے اندر گھونگٹ دار دروازہ ہے۔ بیرونی پھاٹک چار دیواری سے ۱۰ فیٹ ۶ انچ آگے کو نکلا ہوا ہے۔ دروازہ کی محراب لٹو دار ہے۔ نیچے چوکیدار بیٹھکیں۔

بغلوں میں سینچیاں۔ اُن کے اوپر خوبصورت نشنگا ہیں۔ اور سب سے اوپر دو بُرجیاں بنی ہیں۔ اندر جنوبی جانب دو درکا والاں ۲۰×۱۳ فینٹ اور شرق میں ایک چھوٹا پر ایک چھوٹا سا دالان اور ایک کوٹھری ۱۳ فینٹ ۱۰ انچ ۱۲×۱۲ فینٹ ۵ انچ بنی ہے۔ محل کے اندر دروازہ کے اطراف میں دونوں جانب اُسی طرح کے دو زینے۔ اور دالان اور کمرے بنے ہیں جیسے دوسری جانب ہیں۔

یہ تو آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ چھت پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف دو دوزینے قائم ہیں۔ اب چلئے اوپر کی سیر کیجئے۔ اور دیکھئے کہ چھت کے چاروں طرف اونچی اونچی پردہ دار دیواریں ہیں جن کے اوپر سنگ سرخ کے نہایت خوبصورت کنگورے فزین ہیں۔ چاروں گوشوں پر اُن مربع کمروں کی چھت پر جو نیچے بنے ہوئے ہیں اُسی پیمائش کے چار مربع کمرے بنے ہیں جن کی چھت لداؤ کی ہے جس کے اوپر نہایت خوبصورت اور خوش قطع گنبد بنے ہیں۔ ان کمروں کے اندر چوڑے کی استرکاری پر خوبصورت نقش و نگار اور پھول پتے بنے تھے منجملہ اُن کے ایک ایک بڑا پھول چھت کے درمیان میں اب تک موجود ہے جو جالدار اور نہایت خوبصورت اور ہر کمرہ میں ایک دوسرے سے مختلف طرح کا ہے بعض مقامات کے خفیف باقی ماندہ نشانات سے پایا جاتا ہے کہ سنہرا کام بھی کیا گیا تھا۔ شمالی جانب کے دونوں کمروں یا گنبدوں میں دو دو اور جنوبی جانب کے گنبدوں میں ایک ایک شہ نشین باہر کو نکلی ہوئی بنی ہے جن میں خوش نما جالدار کھڑے نصب ہیں۔

شمالی اور جنوبی خواجگاہوں کی چھت پر اوپر کی خواجگاہیں یا بالاحالے بنے ہیں۔ دونوں جانب کے کمروں (خواجگاہوں) کا رقبہ ۱۲ فینٹ ۶ انچ ۱۲×۱۲ فینٹ ۷ انچ ہے۔ ان کی چھت سنگین ہے جو راؤٹی ٹناپی ہے اُس کے اوپر سفال کی کھپریل ہے جس کے اوپر نہایت عمدہ چینی کاروغن بچھا ہوا ہے اور یہ نہایت عجیب و غریب صنعت کی بات ہے کہ باوجود اتنی مدت گزر جانے کے یہ روغن اُسی آب کے ساتھ اب تک قائم ہے یہ ملتان کی کاریگروں کی گذشتہ صنعت کی یادگار ہے۔ بعض بعض جگہ کی کھپریل جو کسی خاص وجہ سے خراب ہو گئی یا ٹوٹ گئی ہے اُس کی مرمت محض اس وجہ سے اب تک نہیں ہو سکی کہ

بالاحالے (خواجگاہ)

اس کام کا اب کوئی صنّاع دستیاب نہیں ہوتا۔ ان کمروں کے اندر طالی اور نقری شگونی کی گئی تھی جو اب باقی نہیں رہی۔ مشرقی اور مغربی دروازوں کے اوپر چھت کے قریب ایک ایک نہایت نفیس بلکہ بے نظیر گلہ بستہ بنا ہوا ہے جو سنگ تراشی کی صنعت کا اعلیٰ درجہ کا نمونہ خیال کیا جاتا ہے۔ دونوں کمروں میں تین تین دروازے صحن کی جانب ہیں جن میں صرف درمیانی دروازہ کھلا ہوا ہے اور ارد گرد کے دروازے خوش نما جالیوں سے بند ہیں ان کمروں کے آگے صحن ہے جس کے آگے ۲ فٹ ۲ انچ بلند چوترہ پر جو ۹ فٹ ۴ انچ ہے ایک چھتری جس کی چھت چوگوشی سائبان نما ہے اور جو چار چار ستونوں پر قائم ہے بنی ہوئی ہے۔ ہر چھتری کے اوپر ایک ایک کلس سنگ سرخ کا فریج ہے۔ خوابگاہ کے کمروں اور ان چھتریوں کے چوتروں کے اطراف میں جالیدار کٹھنہ نصب ہے۔ شمالی اور جنوبی خوابگاہ کے کمروں میں صرف یہ تفاوت ہے کہ جنوبی خوابگاہ کے کمرہ کی دیوار میں کوئی دروازہ نہیں ہے لیکن شمالی خوابگاہ کے کمرہ کی شمالی دیوار میں تین دروازے لگے ہیں جو جالیوں سے بند ہیں۔

مغربی جانب کی چھت یعنی مندر کے اوپر والان در والان بنا ہے جس کی مغربی دیوار میں ایک تہ نشین بنی ہے جو شتر خانہ کی چھت کے اوپر ہے۔ آگے صحن ہے جس کے کنارے چوترہ پر چھتری بنی ہے۔ یہ چھتری بنسبت شمالی اور جنوبی جانب کی چھتریوں کے بڑی ہے اور اس کی چھت پر دو کلس نصب ہیں۔ اس کے سامنے دروازہ کی چھت پر ایک سہ دری اور اس کے ایک گوشے میں ایک یکدرہ اور اس کے گوشوں میں ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ پھر دونوں کوٹھریوں کے آگے یعنی بیرونی دروازہ کے اوپر دونوں جانب ایک ایک تہ نشین بنی ہے۔ صحن کے کنارے محل کے اندرونی جانب اسی طرح کی چھتری ہے جیسی مندر کی چھت کے آگے ہے۔

ہم جنوبی جانب کی خوابگاہ زیریں کے دو متزلہ کمرہ کا حال اور بیان کر چکے ہیں اس کی پشت پر سوائے حمام کی بد نما چھتوں کے اور کوئی عمارت نہیں ہے لیکن شمالی جانب کی خوابگاہ میں اسی کے جواب میں جو دو متزلہ کمرہ ہے اس کی شمالی دیوار میں

ہوا محل

۳۲ فٹ کی بلندی پر ایک دروازہ لگا ہے جس کے اندر داخل ہوتے ہی اُس عجیب و غریب اور بڑے فضا کرے میں پہنچ جاتے ہیں جو ہوا محل کے نام سے موسوم اور واقعی ہوا محل ہے یہ مستطیل شکل کا کمرہ محل کی چار دیواری سے باہر کو نکلا ہوا ہے۔ اس کے نیچے ایک بلند چوڑے پر بڑے بڑے ستون نصب کر کے اُس کی چھت پر یہ محل بنایا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۴ فٹ ۱۰ انچ ۲۰ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ جنوبی جانب سنگین دیوار ہے۔ جس کے درمیان میں وہ دروازہ ہے جس میں ہو کر اس محل میں داخل ہوتے ہیں۔ باقی تینوں طرف سنگ سرخ کی نہایت سبک اور خوش نما جالیاں لگی ہوئی ہیں جن میں سے چھن چھن کر خوب ہوا اُٹتی ہے۔ اس کمرہ میں ۳۲ ستون ہیں جو اس ترتیب سے نصب کئے گئے ہیں کہ چاروں طرف ۲ فٹ ۱۰ انچ چوڑا گیلری نما راستہ بن گیا ہے۔ چھت راوٹی بنا پٹی ہو جس کے اوپر دو برجیاں بنی ہیں۔

شمالی جانب کی خواہگاہ زیریں کے مغربی پہلو میں جو زینہ ہے وہ اوپر آ کر تین حصوں میں منقسم ہو گیا ہے اس کا ایک دروازہ مغرب روئے چھت اور بالا خانہ کی خواہگاہ پر پہنچاتا ہے۔ دوسرا مشرق روئے خوش نما ہوا محل کے منظر دکھانے کی رہنمائی کرتا ہے۔ تیسرا جنوب روئے اُس زمانہ راستہ کا راستہ دکھاتا ہے جو مریم کے باغ اور نیکین مسجد کی درمیانی دیوار پر ہوتا ہوا کئی چکر کے ساتھ حرم مینار (مرن مینار) تک گیا تھا۔ یہ راستہ ۵ فٹ ۱۰ انچ چوڑا ہے۔ اس کی پردہ کی دیواریں ۲ فٹ بلند ہیں۔ ۳۴ - ۳۴ فٹ کے فاصلے پر گنبد دار برج بنے ہیں جو چار چار ستونوں پر قائم ہیں۔ اب صرف پانچ درجے اصلی حالت پر قائم رہ گئے ہیں۔ موجودہ اخیر حصہ ایک زینہ پر ختم ہوا ہے جس میں ۳۳ سیڑھیاں ہیں۔ زینہ کی برابر ایک بہت بڑی جالی سنگ سرخ کی لگی ہے جو نہایت خوبصورت اور سبک اور مشکل نقشہ کی ہے۔ اس زینہ کے بعد راستہ کا سلسلہ شکست ہو گیا ہے لیکن نشانات حرم مینار تک اب تک موجود ہیں اور درمیان کا ایک بُرج بھی قائم ہے۔ اسی راستہ میں نیکین مسجد کے قریب محل خاص کے زمانہ راستہ کا سلسلہ آکر مل گیا تھا جو اب شکست ہو گیا ہے۔

علامت پیش دروازہ

جو دھبائی کے محل کے دروازہ کے آگے سنگین چوڑے ہے جو نیچے کے سنگین فرش سے

ایک فٹ اونچا ہے یہ ۴۶ x ۴۹ فٹ ہے۔ اس کے جنوب و مشرقی گوشے میں ایک سنگلہ نمائندہ بنا ہے جس کا طول ۲۷ فٹ اور عرض ۲۰ فٹ ہے۔ اسی کے قریب تین در کا دالان در دالان بنا ہے جو ۲۸ x ۲۴ فٹ ہے اس میں کل ۱۲ ستون ہیں۔

مجر شاہ نے اپنے عہد سلطنت میں یہ محل مع کارواں سرا اور حرم مینار کے عبداللطیف داروغہ محلات شاہی کو مرحمت کر دیا تھا۔ انہوں نے شیخ اسلام مجیرہ نواب محترم خاں کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر معلوم کب اور کس طرح سرکار کے قبضہ میں آ گیا۔ جب تک تحصیل قلعہ میں قائم رہی اسی محل میں اس کا دفتر جاری رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس محل کے دروازہ سے لیکر مریم کے محل کے صحن اور باغ تک زنانہ مینا بازار لگا کر تا تھا۔ دکانوں پر تمام عورتیں ہی عورتیں ہوتی تھیں۔ امرا اور شرفا کی بیبیوں کو بھی عام اجازت تھی۔ کہ جو چاہے آئے اور تماشا دیکھے۔ سوداگری اور سودا بھی زیادہ تر زنانہ ہی رکھا جاتا تھا۔ ہر مہینے میں ایک مرتبہ یہ بازار لگا کر تا تھا اس دن کا نام خوش روز رکھا گیا تھا۔ اسی مقام پر اکثر نسبتیں اور رشتے بھی ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ جبکہ یہ مینا بازار لگا ہوا تھا اور شاہی بیگمات اور امرا کی بہو بیٹیاں مینا بازار اور چمن کی سیر کرتی پھرتی تھیں۔ جہانگیر اس زمانہ میں توجوان لڑکا تھا۔ بازار میں پھرتا ہوا چمن میں آ نکلا۔ دوسری طرف سے زین خاں کو کہ کی خوبصورت بیٹی جس کا چودہ پندرہ برس کا سن تھا۔

مینا بازار

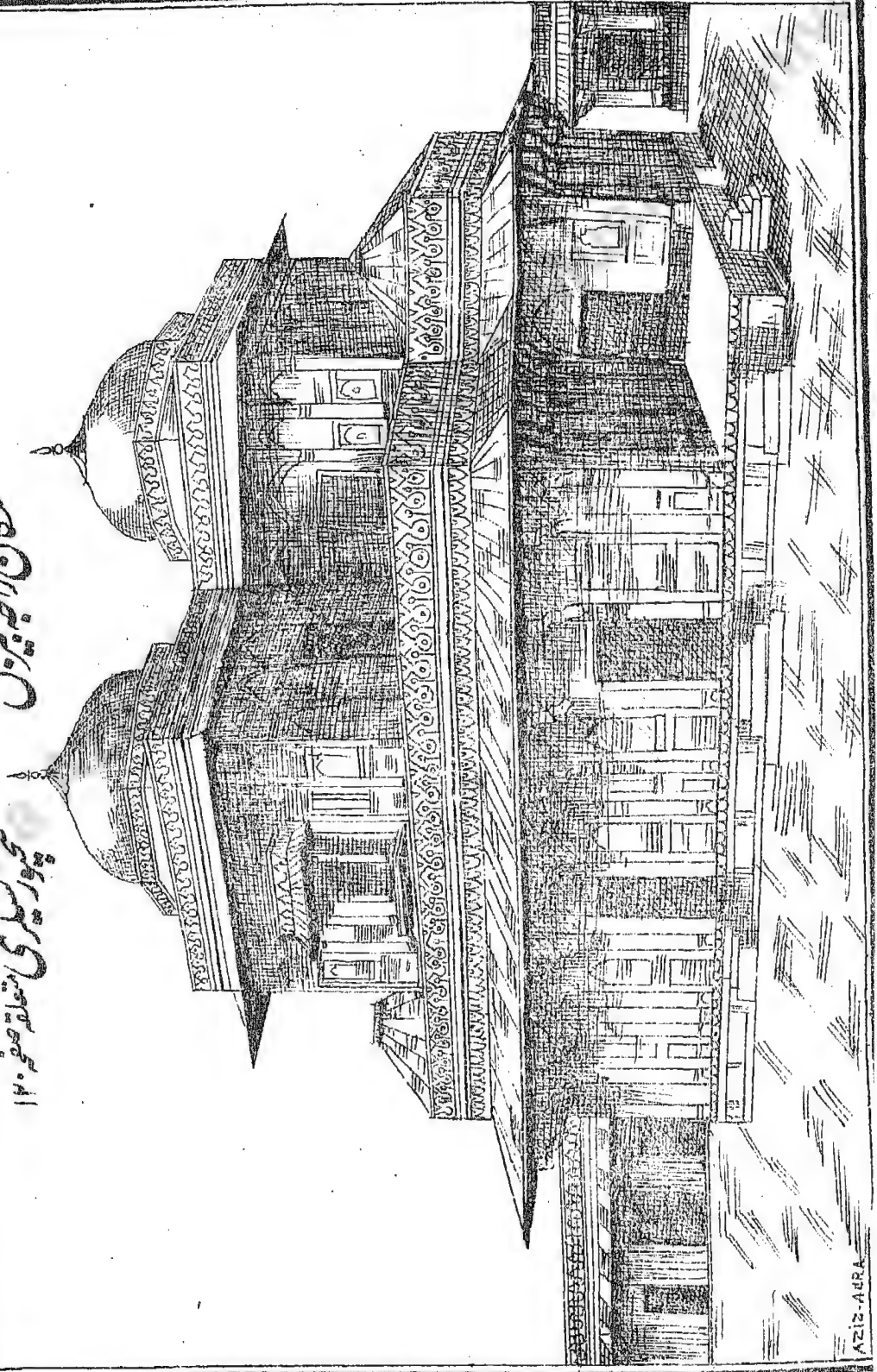
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن	جوانی کی رایتیں مراووں کے دن
----------------------------	------------------------------

سیر کرتی ہوئی آ رہی تھی۔ جہانگیر کا اسے دیکھتے ہی دل بے قابو ہو گیا۔ اور ایسی حالت ہوئی کہ اکبر کو بھی خبر ہو گئی۔ غنیمت تھا کہ اس کی نسبت یا شادی نہ ہوئی تھی۔ اکبر کو ابتدا میں اگرچہ یہ امر ناگوار گزرا مگر جب دیکھا کہ شاہزادہ ہاتھ سے جاتا ہے خود شادی کر دی شاہزادہ پرویز اسی صاحب جمال خاتون کے بطن سے تھا۔

بیربل کا مکان

جودہ بانی محل کے گوشہ شمال و مغرب میں بیربل کا مکان ہے جسے غلطی سے اکثر

مکان ارجیریل
فتح سیکری انتقلہ صفحہ ۱۲۰



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

لوگ بیرل کی دختر کا مکان کہتے ہیں۔ اکبر نامہ سے واضح ہے کہ اکبر نے یہ مکان بیرل کی فرمائش پر اُس کے واسطے تعمیر کرایا تھا جب اخیر ۹۹۲ھ میں یہ بن کر تیار ہوا۔ تو بیرل نے بادشاہ سے ضیافت کے لئے عرض کیا۔ بادشاہ نے اس التجا کو قبول فرمایا اور ۷ تاریخ ماہ بہمن کو اس مکان میں تشریف لائے۔ بیرل نے نہایت دھوم دھام سے جشن منعقد کر کے بادشاہ کی دعوت کی۔ اور بہت کچھ نثار کر کے قیمتی جواہرات پیشکش کی۔

بیرل کا اصلی نام ہمیش داس تھا۔ قوم کی نسبت بعض بہمن اور بعض بھاٹ بتلاتے ہیں۔ کالپی کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں مثل دیگر بھاٹوں یا منگتا بہمنوں کے کت پڑھ پڑھ کر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ اس کے بعد راجپوت بھٹ کی سرکاری نوکری ہو گئے۔ جب قسمت نے زور مارا۔ تو ابتداءے جلوس میں کہیں اکبر سے ملاقات ہو گئی نہ معلوم باتوں باتوں میں کیا بات بھائی کہ چند ہی روز میں کچھ سے کچھ ہو گئے۔ اور اکبر کے مزاج میں ایسا دخل پیدا کیا کہ ”یک جان دو قالب“ کا مضمون ہو گیا۔ اول کب راج پھر راجہ بیرل کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے اکثر اجاؤں کے پاس یہی سفیر بنکر جاتے تھے۔ اگرچہ منصب دوہراری سے زیادہ نہ تھا۔ لیکن عنایت اس قدر تھی کہ ہزاروں لاکھوں روپے کے جواہرات۔ برس بلکہ عینوں میں عطا ہو جاتے تھے۔ صاحب السیف والقلم خطاب میں داخل تھا۔ اکبر انہیں ایسا محرم راز سمجھتے تھے۔ کہ کسی طرح کا پردہ در بیان میں نہ تھا۔ یہاں تک کہ آرام کے وقت حرم سرا کے اندر بھی بلا لئے جاتے تھے۔ ۹۹۳ھ میں مہم سواد و باجوڑ پر زین خان کو کہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے انہوں نے وہاں سے امداد کے واسطے لکھا۔ دربار میں تجویز در پیش تھی کہ کون امیر بھیجا جائے۔ ابوالفضل نے درخواست کی کہ فدوی کو بھیج دیا جائے۔ بیرل نے معلوم مسخرے پن سے۔ یا اس خیال سے کہ بادشاہ مجھے اپنے پاس سے جدا نہ کریں گے۔ مفت کرم داشتی کا مضمون ہو گا۔ فوراً بول اُٹھے کہ غلام کو بھیج دیا جائے۔ چونکہ ان کا بیٹا

۱۰ اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۲۴۲ - ۲۴۵

بیرز ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے قرعہ ڈالا۔ موت کے فرشتے نے انہیں کا نام سامنے کر دیا۔ اکبر کو اگرچہ ایک دم کی جدائی ان کی گوارا نہ تھی مگر نہ معلوم کس طرح اپنے خاصہ کا توپ خانہ ساتھ کر کے نہایت محبت سے رخصت کیا اور بازو پر ماتھہ رکھ کر کہا کہ پیر بل جلد آنا۔ غرض پیر بل رے آفت کے مارے روانہ ہوئے آگے داستان طویل اور جگہ قلیل ہے۔ مختصر طور سے یہ سمجھ لیجئے کہ لاڈلے راجہ محلوں کے شیر تھے مردِ شمشیر نہ تھے ان کی خود پسندیوں نے نہ صرف ہم ہی کو بگاڑ دیا۔ بلکہ خود بھی لاپتہ ہو گئے۔ اکبر کو ایسا رنج ہوا کہ دو رات دن کھانا نہ کھایا۔ مدتوں ان کی یا ان کی لاش کی تلاش ہی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ غرض کہ یہاں بھی مسخر این سے نہ چوگے۔ اور چلتے چلا تے ایک پھل بھری چھوڑ گئے۔

جس طرح نورتن اکبری میں قربت اور مصاحبت کی حیثیت سے کوئی عالیجاہ امیر اور جلیل القدر سردار پیر بل کے رتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اسی طرح قرب مکانی۔ بدیع المثال صناعی۔ اور خوبصورتی میں کسی امیر کا قصر عالی اس بے نظیر مکان کا مقابلہ نہیں کر سکتا نہ معلوم سنگ تراشانِ آذری پیشہ نے تیشہ بجا دو تراش سے پتھروں میں گل تراشی کی ہے یا صناعتِ حدیم المثال نے آبنوس کی لکڑی پر اپنی اعلیٰ صنعت کا نمونہ دکھا کر اکبر سے قدردان بادشاہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ عجیب طلسمات کا مکان ہے جس کی انواع و اقسام کی باریک بیلے۔ نفیس شجر۔ خوبصورت گلدستے۔ پھول پتے اور طرح طرح کے نقش و نگار بڑے بڑے ستیاح اور باکمال صناعوں کو موجود بناتے ہیں۔ اور اس کے خوبصورت پتھروں کو دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھر جاتی ہیں۔

فرگسن صاحب کی اس رائے میں کسی کو کلام نہیں کہ پیر بل اور ترکی سلطنت کا مکان سب سے زیادہ بیش قیمت اور سب سے زیادہ خوبصورت اور نیز اکبر کی تمام عمارتوں میں زیادہ صنعت والی عمارتیں ہیں۔ یہ اگرچہ مختصر ضرور ہیں لیکن کہیں ایسے عمدہ نقش و نگار اور تضاد و یکجہاں ناممکن ہے کہ جہاں کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جہاں کچھ نہ کچھ نقش و نگار موجود نہ ہوں یا بحدے طور سے کہنے ہوں۔“ لے

مسٹر لارنس صاحب بہادر کلکٹر آگرہ اس کی خوبصورتی پر ایسے فریفتہ ہوئے کہ اسے
 فرش فروش سے آراستہ کر کے حکام اعلیٰ کے واسطے ڈاک بنگلہ بنالیا اُس وقت سے عوام الناس
 اس کے نظارہ سے محروم ہو گئے تھے اب لارڈ کرن صاحب بہادر نے علیحدہ ڈاک بنگلہ
 تیار کر کر اس کو کھلوا دیا ہے اور خاص و عام اس کے نظارہ سے لطف حاصل کرتے ہیں۔
 یہ مکان ۱۷۱ فٹ \times ۱۷۱ فٹ سنگین چوترہ کے درمیان میں جو ۳ فٹ بلند ہو
 بنا ہوا ہے اس میں چار برابر کے مربع کمرے ہیں جن کا اندر سے ہر ضلع ۱۵ فٹ ۸ انچہ ہو
 دیواروں کا آثار ۵ فٹ کا ہے۔ ہر کمرہ میں چار چار دروازے ہیں۔ گوشہ جنوب و
 مشرق اور گوشہ شمال و مغرب کے کمروں کے سامنے ایک ایک راؤٹی ٹنہ عمارت اوڑنی
 ہے جو بالترتیب ۲۱ \times ۸ فٹ اور ۱۹ فٹ ۷ انچہ \times ۸ فٹ ہے ان میں ایک ایک
 دروازہ صحن کی جانب اور ایک ایک قریب کے کمرہ کی جانب لگا ہے۔ چاروں کمروں
 کی چھت پتھر کی نہایت خوبصورت منقش پٹیوں سے پٹی ہے۔ کمروں کے دروازوں کی
 بغل میں دو دو خوبصورت طاق بنے ہیں۔

چھت کے اوپر گوشہ شمال و مغرب اور جنوب و مشرق میں نیچے کے کمروں کے برابر
 دو کمرے بنے ہیں جن کی چھت لداؤ کی گنبد دار ہے اور اُس میں ۱۴ پچانگیں قائم کر کے
 خوبصورت بنا دیا ہے۔ چاروں گوشوں میں الماریاں (بڑے طاق) اور محراب دار طاق
 بنے ہیں۔ کمروں کے اوپر خوبصورت گنبد فریق ہیں۔ کمرہ شمال و مغرب میں ایک جالی دار
 کھڑکی شمالی جانب لگی ہے باقی تینوں طرف ایک ایک دروازہ اور اُس کے اوپر جالیدار
 کھڑکیاں لگی ہیں۔ مغربی دروازہ کے آگے توڑوں کی چھت پر ایک مشہ نشین بنی ہے
 جس میں جالیدار کھڑا لگا ہے۔ مشرقی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں زمین ہے۔ دوسرے
 کمرہ میں مشرقی دروازہ کے سامنے مشہ نشین اور مغربی دروازہ کے آگے صحن اور اُسی میں
 دوسرا زمین ہے۔

گوشہ شمال و مغرب میں صحن کے کنارے پر ایک سہ دری ۲۰ فٹ \times ۱۷ فٹ ۱۳ فٹ
 بنی ہے جس کی چھت راؤٹی ٹنہ پٹی ہے۔ جنوبی جانب ایک پختہ دیوار تھی جس کے درمیان

میں صدر دروازہ اصطبل کی طرف بنا تھا۔ یہ دیوار اب منہدم ہو گئی۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا یہ کل عمارت نہایت مضبوط اور نیچے سے اوپر تک انواع و اقسام کے نقش و نگار سے مرصع ہے۔ اس کے چھبے میں جو توڑے لگے ہیں وہ نہایت خوبصورت اور خاص وضع کے ہیں۔ کل عمارت میں چھوٹے سے بڑے تک جس قدر پتھر لگے ہیں سب منقش ہیں اور کوئی جگہ سادہ نہیں ہے۔

اس عمارت کے شمالی صحن کے نیچے اصطبل کا سنگین دالان بنا ہے جس میں گھوڑوں کے باندھنے کے واسطے ٹورے (ایک قسم کے سوراخ دار ترشے ہوئے پتھر) اور گھاس ڈالنے کے واسطے دیوار میں الماریاں (بڑے طاق) بنی ہیں۔

اصطبل

اصطبل اسپان

اکبر کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا۔ نہایت عمدہ عمدہ عربی۔ ترکی۔ ایرانی وغیرہ گھوڑے جمع کئے تھے۔ ہمیشہ ۱۲۰۰۰ گھوڑے شاہی اصطبل میں جمع رہتے تھے اکثر اس سے زیادہ ہو جاتے تھے مگر کم نہ ہوتے پاتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خاص خاص گھوڑوں کے واسطے محلات شاہی میں یہ سنگین اصطبل بنایا گیا تھا جو پیربل کے مکان سے ہلا ہوا جنوبی جانب واقع ہے۔ اس کے مشرق و مغرب اور جنوب میں ۱۴ فٹ ۱۰ انچ چوڑے سنگین دالان بنے ہیں جن کے گوشوں میں ایک ایک کوٹھری اور درمیان میں ۲۹ فٹ ۱۱ انچ ۱۱ فٹ صحن چھوٹا ہوا ہے جس میں پختہ فرش اور درمیان میں ایک پختہ تالی گھوڑوں کے پانی پلانے کے واسطے بنی ہے۔

شرقی اور مغربی دالانوں میں ۲۳-۲۴ اور جنوبی دالان میں ۷ درہیں۔ ہر در کے سامنے دو دو گھوڑوں کے تھان ہیں۔ ہر گھوڑے کے واسطے دیوار میں ۲ فٹ ۵ انچ کی بلندی پر گھاس رکھنے کے واسطے علیحدہ علیحدہ الماری بنی ہے۔ کھوٹوں کی جگہ ہر تھان پر دو ہورے پتھر کے دیوار میں نصب ہیں۔ صدر دروازہ جنوب و مشرقی گوشے میں ہے۔ ایک چھوٹا دروازہ مغربی دالان میں اور دو تین چھوٹے چھوٹے دروازے مشرقی دالان

میں شترخانہ میں کھلے ہوئے ہیں۔

شترخانہ

جو دھبائی کے محل کی مغربی اور اصطلیل اسپان کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا شترخانہ بنا ہے اس کی عمارت شمالاً جنوباً ۷۵ فٹ اور شرقاً غرباً ۲۴ فٹ ہے۔ اس کی چھت ۱۰ سنگین اور بلند ستونوں پر قائم ہے جو اس ترتیب سے نصب ہیں کہ ۱۵ جد اگانہ سے دریاں عمارت میں بن گئی ہیں۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ہر درجہ کی چھت میں چار چار سورخ روشنی کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔ جنوب میں چھوٹا سا صحن ہے۔ جس کے کنارے پر ایک کوٹھری اور ایک یکدرہ بنا ہے مشرق میں اصطلیل اسپان اور شترخانہ کا مشترکہ پچانگ ہے۔

عبادت خانہ یا چارایوان

یہ فچور کی ایک خاص اور تاریخی عمارت تھی جو غالباً اپنے بانی کے ساتھ ہی ساتھ صرف تاریخوں میں اپنا نام چھوڑ کر اس سرے فانی سے رخصت ہو گئی۔ فچور کے مؤرخین نے اس کے آثار اور مقام بتانے میں اختلاف کیا ہے۔ زمانہ حال کے مشہور مؤرخ مسٹر اسمتھ صاحب نے اس کا مقام وہ مقام بتایا ہے جو دیوان عام کے شمالی جانب نکسال اور حمام محمد باقر کے درمیان میں واقع ہے۔ مؤرخ مذکور کا یہ خیال محض اس وجہ سے ہے کہ اُس مقام پر آثار قدیمہ کا بہت بڑا نشان موجود ہے۔ ایک صاحب نے دیوان عام کے گوشہ جنوب و مشرق کے منہدمہ آثار کو عبادت خانہ بتایا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ بہت

ڈر ہے کہ کہیں نام بھی مٹ جائے نہ آخر مدت سے اسے دورِ زماں میںٹ رہا ہے

اس کے صحیح مقام اور باقیماندہ آثار کی خاص طور سے تلاش کی۔ دربار اکبری اور منتخب التواریخ سے اوّل اتنا پتہ چلا کہ یہ عمارت حضرت شیخ سلیم حسینی رحم کی خانقاہ جدید (درگاہ شریف) کے قریب اُس مقام پر جہاں میاں عبداللہ نیازی سرہندی (حضرت شیخ کے مریدوں میں سے تھے)

کا حجرہ تھا تعمیر کی گئی تھی یہ اس کے بعد میں نے درگاہ شریف کے ملحقہ آثار قدیمہ کو بھٹور دیکھنا شروع کیا۔ جب میں اُس مقام پر پہنچا جو درگاہ کے گوشہ شمال و مشرق کے بُرج اور شیخ ابوالفضل و قیسی کے مکان (مدرسہ) کے سامنے مشرق کی جانب اور اصطلیل اسپان کی جنوبی دیوار سے ملا ہوا واقع ہے تو وہاں آثار قدیمہ کا ایک بڑا نشان نظر آیا جو نہایت ہیکسی کے ساتھ زبان حال سے بول اُٹھا ہے

گذشتہ خاک نشینوں کی یادگار ہوں میں | سٹا ہوا سا نشان سر فرار ہوں میں

اس مقام کی تاریخی مطابقت۔ اس کی ظاہری لیکن مٹی ہوئی صورت دیکھ کر مجھے پورا یقین ہو گیا کہ یہ ہی عبادت خانہ کی متبرک یادگار ہے۔ چاروں طرف اینٹ چوٹے۔ پتھر کا انبار لگا ہوا ہے۔ درمیان میں ایک پختہ مگر شکستہ چوترہ بنا ہوا ہے جو ۴۴ فٹ x ۴۴ فٹ ہے۔ مغربی جانب وہ خاص باقی ماندہ نشان ہے جو اس خیال کو یقین کے درجہ پر پہنچاتے والا ہے۔ یہ مغربی دیوار کا ۴۴ فٹ لمبا بقیہ حصہ ہے جو اب تک موجود ہے۔ اس میں قتائی مسجد کی طرح طاق بنے ہیں۔ طاقوں کے ارد گرد چوٹے کی نفیس استرکاری پر تین جگہ اسم ”اللہ“ نہایت خوشخط لکھا ہے۔ ایک محراب دار طاق کے اندر ایک نہایت خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے۔ دیوار کے اوپر نہایت نفیس رنگین کنگورے بنے تھے جن کا کچھ حصہ اب تک موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت کسی رہنے کے مکان کی نہیں ہو سکتی اس کے قریب جو قبرستان ہے وہ شاہی زمانہ کے بعد کا ہے۔ کُن سال بزرگوں کا بیان ہے کہ اس جگہ چوٹے اور پتھر کا بہت بڑا انبار تھا جو قحط سالی کے ایام میں برابر کر دیا گیا اب بھی قرب و جوار میں دیواروں کے آثار اور چوٹے پتھر کے انبار لگے ہیں۔

اب اس عمارت کا تاریخی حال سنئے۔ جب اکبر کو فتوحات خدا واد حاصل ہوئیں اور چھ سات برس کے عرصہ میں دور دور تک کے ملک زیر قلم ہو گئے اور کوئی مخالف ہندوستان میں نہ رہا تو جس طرح سلطنت کا دائرہ پھیلا ویسا ہی اعتقاد روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ اور پروردگار کی عظمت دل پر چھا گئی۔ دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر ہونے لگا

نچور کے محلات میں سب سے الگ ایک پُرانا حجرہ تھا اُس کے پاس ہی ایک پتھر کی سبیل پڑی تھی۔ اکبر اندھیرے سے وہاں جا بیٹھتا اور صبح تک مراقبہ اور وظیفے میں مشغول رہتا تھا اکثر ساری ساری رات اسم یا ہُو اور یا مادی کے ذکر میں بسر کرتا تھا۔ اس ذوق شوق نے یہاں تک جوش مارا کہ ذیقعد ۹۸۲ھ میں ایک عظیم الشان عمارت کی تعمیر کا حکم دیا جو حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ کی نئی خانقاہ (درگاہ) کے پاس اُس حجرہ کے گرد جس میں کسی زمانہ میں شیخ عبداللہ نیازی خلوت نشین تھے ۹۸۳ھ میں بن کر تیار ہوئی۔ چاروں طرف چار بڑے بڑے ایوان بنائے گئے۔ اور عبادت خانہ نام رکھا۔ ہر جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد اکبر اس عبادت خانہ میں آکر دربار خاص کرتا تھا۔ مشائخ وقت۔ علما فضلاء اور فقط چند مصاحب اور مقرب درگاہ ساتھ ہوتے تھے۔ درباریوں میں اور کسی کو اجازت نہ تھی خدا پرستی اور خدا شناسی کی ہدایتیں اور حکایتیں ہوتی تھیں۔ اکثر رات کو بھی یہیں علمی جلسے اور علمی مسائل کی تحقیقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ جب علما و جاہ طلب اور شاغبین زبردست میں آگے پیچھے نشست کے اوپر جھگڑے ہونے لگے تو یہ آئین قرار پایا کہ امرا ایوان شرقی میں۔ سادات غربی میں۔ علما و حکما جنوبی میں۔ اہل طریقت شمالی میں بیٹھا کریں اسی زمانہ میں تالاب انوپ تلاؤ ۱۵ دولت سے لبریز تھا۔ لوگ آتے تھے اور اس طرح روپے اشرفیاں لے جاتے تھے جیسے گھاٹ سے پانی۔ ملا شیریں اس پر بھی خوش نہ ہوئے اور ایک قصیدہ لکھ مارا جس کا ایک شعر یہ ہے ۵

دریں ایام دیدم جمع با اموال قارونی	عبادت خانے فرعونی عمارت مابے شراوی
------------------------------------	------------------------------------

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ اکبر ہر صفت میں آکر طرح طرح کی علمی گفتگو کیا کرتا تھا ایوانوں میں آرائش و زیبائش بھی خوب کی جاتی تھی۔ گلدستے رکھے جاتے تھے۔ عطر چھڑکے جاتے تھے۔ اہل استحقاق کو بے شمار زر عطا ہوتا تھا۔ اعتماد خاں گجراتی کے کتب خانہ کی عمدہ عمدہ کتابیں لوٹ میں آئی تھیں وہ اسی مجلس میں اکبر نے بذات خود سب علما میں تقسیم کیں۔ ۹۸۵ھ تک اسی قسم کی مجلسیں ہوتی رہیں۔ آخر کار علما کی بھی ۱۵ اس کا مفصل حال دولت خانہ خاص کے حال میں دیکھو

خلافت اور لڑائی جھگڑے سے اکبر بد اعتقاد ہو گیا۔ ایک عالم ایک کام کو حلال کہتا تھا دوسرا اسی کو حرام ثابت کر دیتا تھا۔ بے علم بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو حیران رہ گیا۔ روز بروز انکار بڑھتا گیا آخر ان باہمی لڑائی جھگڑوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام اور عام مذہب یکساں ہو گئے۔ بادشاہ کو ہر نکتے کی تحقیق اور ہر امر کے دریافت کا شوق تھا اس لئے ہر مذہب کے عالموں کو جمع کرنے لگا۔ سب کے مذہب کے حال دریافت کرتا اور سب کی سن کر اپنی من سمجھوتی کر لیتا تھا اگرچہ وہ بے علم انسان تھا مگر سمجھ والا ضرور تھا چنانچہ کسی مذہب کا دعویٰ دار اُسے پورے طور سے اپنی طرف نہ کھینچ سکا۔ ابوالفضلؒ ۸۷-۸۸ھ میں لکھتے ہیں کہ اس سال بادشاہ نے ۲۰ ماہ الہی کو ایک عالی شان عمارت کا افتتاح کیا جس میں صوفی۔ حکیم۔ متکلم۔ فقہ۔ سنی۔ شیعہ۔ برہمن۔ جتی۔ سیوڑہ۔ چارباک۔ نصاریٰ۔ یہودی۔ زروشتی اور ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہو کر نہایت آزادی سے مذہبی گفتگو کرتے ہیں“ ۱۷

دفتر خانہ

محل خاص کے جنوب کی طرف جو سنگین عمارت ہے وہ دفتر خانہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے وسیع صحن میں ہو کر محلات شاہی کی پختہ سڑک نکل گئی ہے۔ چند دن پیشتر تک اس میں ڈاک بنگلہ قائم تھا حال ہی میں ڈاک بنگلہ کی جدید عمارت تعمیر ہونے پر اس کو اصلی حالت میں کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک وسیع کمرہ اور پرآمدہ ہے جو ۲ فٹ بلند چوتھرہ پر بنا ہے۔ کمرہ کا رقبہ ۳۷ ۱/۲ فٹ x ۲۰ فٹ ہے۔ اس میں ۳-۳ دروازے شمال و جنوب میں اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ جنوبی جانب کے درمیانی دروازہ کے آگے ایک شہ نشین بنی ہے۔ اندر بہت سی چھوٹی بڑی الماریاں اور طاق بنے ہیں۔ چھت سنگین لداؤنا ہے۔ کمرہ کے شمال و مشرق اور مغرب میں برآمدہ ہے جو شرقاً غرباً ۸ ۱/۲ فٹ اور شمالاً جنوباً ۲۷ ۱/۲ فٹ ہے۔ اس میں دوہرے سنگین بلند ستون نصب ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں

سے پٹی ہے۔ مشرق و مغرب میں چار چار اور شمال میں ۷ درہیں۔ کمرہ اور برآمدے کی چھت کے قریب اکثر جگہ پتھر کے بڑے بڑے آٹکڑے لگے ہیں جو بطحہ کے منہ کے مشابہ تراشے گئے ہیں۔

اس عمارت کے مغربی جانب ۱۷ درکا اور شمال میں محل خاص کی خواہگاہ کے نیچے ۲۳ درکاسٹین دالان اور بنا ہے۔ کمرہ اور برآمدہ کے آگے نہایت وسیع اور کشادہ صحن ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ سابق میں یہاں کچھ اور بھی عمارت ہوگی۔ کیا عجب ہے کہ مکتب خانہ کی عمارت جس کا ذکر منتخب التواریخ میں ہے اسی جگہ ہو یا وہ یہی دفتر خانہ کی موجودہ عمارت ہو۔ مکتب خانہ سے یہ نہ سمجھئے کہ وہ کوئی لڑکوں کے پڑھنے کا مکتب تھا بلکہ یہ اُس عمارت کا نام تھا جس میں ترجمہ کا دفتر تھا۔ اکبر اگرچہ بے علم تھا مگر علم کا مذاق اور علوم و فنون کا شوق اور قدردانی کا جوش اُسے ہندوستان کے کسی عالم بادشاہ سے ہرگز کم نہ تھا بلکہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مشہور کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جو اُس کے سامنے نہ پڑھی گئی ہو۔ ترجمہ کا ایسا وسیع سرشتہ تھا کہ ہندوستان میں کسی بادشاہ کے عہد میں نہ تھا۔ مختلف زبان داں بیش قرار مشاہروں پر ملازم تھے۔ سنسکرت۔ یونانی۔ عربی کی کتابیں فارسی اور بھاشا میں ترجمہ کی جاتی تھیں جہاں یہ سب صاحب زبان بیٹھتے تھے اُس مقام کا نام مکتب خانہ تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی شیخ فیضی۔ مکمل خان گجراتی۔ ملا شیریں۔ کشن جوتشی۔ گنگا دھر۔ ہمیش۔ مہاند۔ خاص خاص اور اعلیٰ درجہ کے مترجم تھے۔ بہت سے خوشنویس اور مصوّر بھی اس دفتر میں ملازم تھے کہ کتابوں کو با تصویر مرتب کرتے تھے۔

سکھ تال

دیوان عام اور محلات کی پختہ سڑک کے جنوبی جانب حکیموں کے مکان کے پاس ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سکھ تال کے نام سے موسوم ہے۔ یہ ۱۰۰ فٹ لمبا اور ۷۷ فٹ چوڑا اور ۲۱ فٹ گہرا ہے۔ شمالی جانب تالاب میں اترنے کے واسطے

سیڑھیاں بنی ہیں۔ باقی تینوں طرف ۴۰ فٹ چوڑا کچھ چوترہ بنا ہے جس کے کنارے پر پختہ دیواریں قد آدم سے بلند بنی ہیں۔ مشرقی دیواریں ایک چھوٹا سا کنواں بنا ہے جس میں اُترنے کے واسطے پتھر کے ٹکڑے لگے ہیں۔ محلات شاہی سے بذریعہ ایک پختہ نالی کے جو اب تک موجود ہے اس کنوے میں پانی آتا تھا اور اس کے اندر ہر کو تالاب میں نہنچتا تھا۔ اکثر لوگ جو تاریخ سے ناواقف ہیں ان کو تلاؤ کی بخشش کو اس تالاب سے منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ اسی مناسبت سے یہ سکہ تال سے سکھ تال مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔

حکیم کا مکان

دیوان عام کی جنوبی دیوار سے سکھ تال تک جو مکانات ہیں وہ حکیم کے مکان کے نام سے موسوم ہیں۔ آج صحیح طور سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ کس حکیم کے قصر عالی کے نشانات ہیں مگر باقی ماندہ آثار سے یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا عجب ہے کہ یہ میر فتح اللہ شیرازی کا وہ مکان ہو جس کی تعریف ملک الشعرافیضی نے اپنی اس عرضداشت میں کی ہے جو باب اول میں نقل کی گئی ہے۔ موجودہ حالت کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کئی محل تھے۔ غالباً حکیم ابوالفتح گیلانی۔ حکیم ہمام۔ حکیم حسن اور میر فتح اللہ شیرازی سب کے محل اسی جگہ تھے۔ میر فتح اللہ شیرازی شیراز کے رہنے والے تھے۔ علی عادل شاہ والی یجا پور نے ان کے اوصاف و کمالات کا حال سن کر لاکھوں روپے اور خلعت بھیج کر شیراز سے اپنے دربار میں بلایا تھا۔ ۹۸۸ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے انہیں کی سعی اور تدبیر سے تاج و تخت پایا۔ اکبر نے جب ان کے کمالات کی تعریف سنی تو انہیں طلبی کا فرمان بھیجا اور ابراہیم عادل شاہ کو بھی لکھا۔ صاحب منتخب التواریخ کہتے ہیں کہ ربیع الاول ۹۹۹ھ میں سیادت پناہ میر فتح اللہ شیرازی کہ واوی الہیات۔ ریاضیات۔ طبیعیات اور کل اقسام علوم عقلی و نقلی اور طلسمات و نیرنجات و جراثیم میں اپنا نظیر زمانہ میں نہیں رکھتا فرمان طلب کے بموجب عادل خان دکنی کے پاس سے فتح پور نہنچا۔ خانخاناں اور حکیم ابوالفتح

میر فتح اللہ شیرازی

حسب الحکم استقبال کے لئے گئے اور لاکر ملازمت کروائی۔ صدارت کے منصب پر اعزاز پایا اور پرگنہ بسا اور جاگیر میں ملا۔

۹۹۳ھ میں عضد الدولہ - امین الملک کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ راجہ ٹوڈرمل کل حمایت مالی و ملکی ان کی صلاح اور صواب دید سے فیصلہ کیا کریں۔ دفتر کے متعلق انہوں نے بہت سی اصلاحیں کیں۔ نئے نئے آئین و قوانین جاری کئے جو سب منظور ہوئے ۹۹۴ھ میں جبکہ بادشاہ کے ساتھ کشمیر جا رہے تھے راستہ میں بیمار ہوئے۔ بادشاہ خود عیادت کو گئے اور بہت تسلی اور دلداری کی۔ حکیم حسن اور حکیم مصری کو معالجے کے لئے بھیجا افسوس کہ اُن کے پہنچنے سے پہلے ملک بقا کو روانہ ہو گئے۔ بادشاہ کو بہت رنج ہوا۔ اور زبان سے یہ الفاظ نکلے ”کہ میر ہمارے وکیل تھے۔ طبیب تھے۔ منجم تھے۔ جو ہمارے دل کو صدمہ ہوا ہم ہی جانتے ہیں۔ اس درد کا وزن کون معلوم کر سکتا ہے۔ اگر اہل فرنگ کے ہاتھ میر پڑ جاتے اور وہ قدر ناشناس اُن کے عوض میں تمام خزائن بادشاہ سلطنت کے مانگتے تو ہم بڑی آرزو سے سودا کر لیتے کہ بڑا نفع کمایا اور جو اہر بے بہا بہت ارزاں خریدا“ ان کے کمالات کے حال میں شیخ ابوالفضل نے ایک مقام پر لکھا ہے ”کہ اگر علوم عقلی کی تمام پُرانی کتابیں نیست و نابود ہو جائیں تو وہ اس کی کچھ پرواہ نہ کر کے نئی بنیاد رکھ دیں“ ملا عبد القادر لکھتے ہیں ”کہ تمام علوم عقلی و نقلی حکمت۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ نجوم۔ رمل۔ حساب۔ نیرنجات۔ جراثیقاں خوب جانتا تھا۔ اگر بادشاہ متوجہ ہوتے تو رصہ باندھ سکتا تھا خصوصاً کلوں کے کام میں بہت خوب ذہن لگتا تھا“۔ سنہ الہی اکبر شاہی انہیں کی یادگار ہے۔ ایک چکی بنائی تھی کہ خود بخود چلتی تھی۔ ایک آئینہ ایجاد کیا تھا جس میں دور و نزدیک کے عجائب و غرائب نظر آتے تھے۔ ایک جدید قسم کی توپ اور ایک بندوٹ ایسی بنائی تھی کہ ایک فیر میں ۱۲ گولیاں مارتی تھی۔

ملک الشعرافیضی نے ان کے مرثیہ میں ایک ترکیب بند لکھا تھا جس کے چند شعر درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ یون چکی کا حال باب ششم میں ملاحظہ کیجئے۔

<p>دگرنگام آں آمد کہ عالم از نظام اُفتد ہمہ گنجینہ اقبال در دست لیام آمد حقیقت گم کند سرشتہ تحقیق مقصد را گرامی احمات فضل را فرزند روحانی مبایات از وجود کامل او بود دوراں را شنشنا و جہاں را از وفاتش دیدہ پُر شد</p>	<p>جہان عقل را در نیم روز علم نیام اُفتد ہمہ خونابہ اوبار در کاس کرام اُفتد معانی از بیاں ماند روا بطار کلام اُفتد ابوالآبائے معنی شاہ فتح اللہ شیرازی یہ دوراں جلال الدین محمد اکبر غازی سکندر لشک حسرت یخت کہ افلاطون عالم شد</p>
--	---

اس کل عمارت میں قابل بیان اور قابل دید صرف ایک بارہ دہی یاد الان باقی رہ گیا ہے جو جنوبی جانب ایک نہایت بلند مقام پر دو منزلہ کے اوپر بنا ہوا ہے۔ یہ شرقاً غرباً ۷۷ فٹ اور شمالاً جنوباً ۲۱ فٹ ہے۔ آگے چھتہ لگا ہے جس کے اوپر جالیدار کٹھرہ نصب ہے۔ جنوبی جانب چھتہ ہوا دار در کھلے ہوئے ہیں۔ مغربی جانب اس کی چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ چھت کے اوپر یعنی سہ منزلہ پر ایک کمرہ ۳۰ فٹ x ۲۱ فٹ بنا ہے اس میں تین تین دروازے شمال و جنوب میں اور چار مشرق میں کھلے ہوئے ہیں۔ مغربی دیوار میں چار دروازوں کے نشان بنے ہیں۔ کمرہ کی چھت اور آگے کا برآمدہ منہدم ہو گیا۔ اس میں نفیس چوڑے کی استرکاری پر بہت خوبصورت رنگین نقش و نگار بنے ہوئے تھے جن کی کچھ یادگار اب تک موجود ہے۔ یہ مقام نہایت بلند پر فضا اور دلچسپ ہے یہاں سے تمام فتحپور کی عمارات خصوصاً جنوبی حصہ کا منظر دور دور تک پیش نظر ہو جاتا ہے نیچے اوپر اور بھی بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں مگر ان کی حالت کچھ ایسی منقلب ہو گئی ہے کہ ان کی پیمائش یا عمارت کا کچھ حال تحریر کرنا فضول معلوم ہوتا ہے۔ محل کے اندر ایک جگہ زنانہ حمام بنا ہوا ہے جس میں کئی غسل خانے موجود ہیں ان کے اندر اب تک اچھے اچھے نقش و نگار باقی ہیں۔ قرب و جوار میں اور بھی کئی حماموں کے نشان ہیں ان میں ایک وسیع حمام کسی قدر اچھی حالت میں ہے جو مشرق کی طرف واقع ہے اس میں کئی درجے اور غسل خانے ہیں۔ اگرچہ یہ شکستہ حالت میں ہے مگر اس کے باقی ماندہ خوبصورت نقش و نگار اس کی گذشتہ نفاست اور خوبصورتی کا منظر آنکھوں

حمام

کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ جنوبی حصہ کے ایک غسل خانہ میں سنگین فرش کا ایک ٹکڑہ کسی طرح باقی رہ گیا ہے وہ قابل دید ہے۔ سنگ سرخ میں کسی دوسرے پتھر کی لہریہ دار پتھری کاری نہایت خوش نمائی اور صنعت سے کی گئی تھی جو اب باقی نہیں ہے۔ درمیانی درجہ میں ایک ہشت پہل حوض اور غسل خانوں میں نل نالیاں اب تک موجود ہیں مگر سب شکستہ حالت میں ہیں ۵

ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے	یہ ہی دنیا کا کارخانہ ہے
------------------------	--------------------------

جوہری بازار

دیوان عام کے مشرقی پھاٹک سے آگرہ دروازہ تک سڑک کے دونوں طرف پختہ اور سنگین بازار تھا جو جوہری بازار کے نام سے موسوم تھا۔ درمیان میں اُس مقام پر جہاں نوبت خانہ کی عمارت ہے چاندنی چوک تھا۔ اس وقت تک منہدمہ دوکانوں کے نشان موجود ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کل بازار کی دوکانوں پر چولنے کی استرکاری پر رنگین گلکاری کی گئی تھی۔ دیوان عام کی مشرقی دیوار سے ملی ہوئی گوشہ جنوب و مشرق میں کچھ عمارت اور تھی جس کا کچھ حصہ اب تک باقی ہے۔ اس کی چھت لداؤ کی ہے۔ کیا تعجب ہو کہ بازار کے کنارہ پر یہ ایک کارواں سرائے معزز سوداگروں کے قیام کے واسطے تعمیر کی گئی ہو۔

خزانہ

دیوان عام سے تھوڑے ہی فاصلہ پر اسی جوہری بازار کی سڑک کے جنوبی جانب خزانہ کی عمارت ہے اس کا بڑا حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ جنوبی جانب تین دروازہ کا ایک کمرہ اور اُس کے آگے برآمدہ بنا ہے جس میں پانچ درہیں۔ کمرہ کی دونوں بگلوں میں ایک ایک سیلنجی بنی ہے۔ پس یہی عمارت باقی ہے لیکن اس کی بھی چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے مشرق اور مغرب میں دالان دروازے بنے تھے جن کی چھت راؤٹی نمایاں تھی اب مشرقی

دالان کی صرف پیشانی اور مغربی دالان کی پشت کی دیوار باقی رہ گئی ہے۔ کمرہ میں ایک دروازہ جنوبی دیوار میں تھا جس کے آگے شہ نشین بنی تھی جو گر گئی۔
مغربی گوشہ کی سیڑھی کے اندر ایک کوٹھری بنی ہے جس میں گذشتہ نقش و نگار کا کچھ ٹوٹا اب تک باقی ہے منجملہ اُس کے مغربی دیوار میں ایک طاق کے اندر نہایت نفیس اور خوبصورت گلدستہ بنا ہوا ہے جو قابل دید ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قچور کے سرکاری شفا خانہ میں اسی عمارت کا پتھر لگایا گیا تھا۔

ٹکسال

سڑک کے شمالی جانب خزانہ کے سامنے ٹکسال کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے ۳۶۴ فیٹ x ۳۳۰ فیٹ ہے اس کے چاروں طرف ۴۵ - ۴۵ فیٹ چوڑے دالان در دالان بنے تھے۔ جن کے درمحرابہ دار اور چھت علیحدہ علیحدہ لداؤ کی گنبد نما ہو مشرق مغرب میں ۱۴ - ۱۴ اور شمال و جنوب میں ۱۳ - ۱۳ در ہیں۔ کل عمارت میں موٹے موٹے چوٹے کی استرکاری ہے۔ چھت اکثر جگہ سے گر گئی ہے۔ درمیان میں بھی کچھ عمارت کے آثار ہیں۔ اب سنا گیا ہے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر کے حکم سے اس کی مرمت بھی ہونے والی ہے چنانچہ آج کل صحن میں کھدائی کا کام ہو رہا ہے۔ ایک حوض سامعہ معلوم ہوتا ہے جس کے اندر سے راکھ نکل رہی ہے۔

اس عمارت کا افتتاح ۱۹۱۸ء میں ہوا تھا۔ اس وقت تک ٹکسال کا اہتمام چودھریوں کے سپرد تھا۔ اس سال اُس کے واسطے علیحدہ مہتمم مقرر کئے گئے۔ چنانچہ اگرہ اور قچور کی ٹکسال کے داروغہ خواجہ عبدالصمد شیریں رقم مقرر ہوئے۔ چارپاری پتہ سب سے پہلے اسی ٹکسال میں مسکوک ہوا تھا۔ ذیل میں اس ٹکسال کے چند مسکوک شدہ سکوں کے نمونے درج کئے جاتے ہیں

نمبر ۱ روپیہ وزن ۱۱ ماشہ۔ ایک طرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حاشیہ پر بصدق ابی بکر۔ بعدل عمر۔ بجایے عثمان۔ بعلم علی۔ دوسری طرف جلال الدین محمد کبر بادشاہ

غازی خلد اللہ ملکہ۔

ضرب دارالسر فتنچہور ۹۸۹



نمبر ۳ روپیہ وزن ۱۱ ۱/۲ ماشہ

نقش مطابق نمبر حاشیہ بریدہ

(سنہ) ۹۹۲



نمبر ۳۔ پیسہ۔ وزن ایک تولہ

۸ ماشہ ۱/۲ سرخ۔ ایک طرف

دارالضرب فتنچہور۔ دوسری طرف

مہر الہی ۴۸



حال میں اسی عمارت سے ظاہر ہوا مشرق کی جانب ڈاک بنگلہ تعمیر کیا گیا ہے۔

نوبت خانہ یا نقار خانہ

ہمسال اور خزانہ کے آگے نقار خانے کی عمارت ہے۔ یہ دراصل جوہری بازار کا چاندنی چوک تھا جس میں چاروں طرف دوکانوں کے نشان اب تک موجود ہیں۔ چونکہ اس کے مشرقی دروازوں پر شاہی نقار خانہ تھا اور نوبت بجا کرتی تھی اس وجہ سے یہ نوبت خانہ اور نقار خانہ کے نام سے موسوم ہو گئی۔

شمال اور جنوب اور مغرب میں ایک ایک اور مشرق میں برابر برابر تین عالیشان سنگین دروازے ہیں۔ درمیان میں ۱۱۵ فٹ مربع چوک ہے جس کے ارد گرد چار دیواری تھی اندر چاروں طرف دوکانیں بنی تھیں۔ مشرقی دروازوں کی چھت پر ۴۰ × ۲۲ ۱/۲ فٹ بارہ درمیانی ہے جس میں شاہی نقار خانہ تھا۔ اس بارہ درمیانی میں ۱۸ ستون ہیں جو اس

ترتیب سے نصب ہیں کہ بارہ دری دو درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ مشرقی جانب تین دروازے لگے ہیں۔ چھت کے اوپر مشرقی گوشوں پر دو گنبد دار برجیاں بنی ہیں مشرقی دروازوں کے قریب گوشہ جنوب و مشرق میں ایک مربع چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۵ فٹ ہے ایک برج بنا ہوا ہے جس سے آگے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹی سی قناتی مسجد بنی ہے۔

بارہ دری متصل نقارخانہ مع آثارِ لحدہ

نقارخانہ سے آگرہ دروازہ تک بہت سی عمارت منہدم پڑی ہے۔ جگہ جگہ پر اینٹ چولنے کے انبار۔ حماموں کے دہلے۔ دیواروں کے آثار۔ ٹوٹی بھوٹی شہ نشینیں دکھائی دیتی ہیں۔ ان میں ایک سنگین بارہ دری اچھی حالت میں ہے جو نقارخانہ کے سامنے شمال و مشرقی گوشے میں واقع ہے۔ یہ بہت بلند اور پُر فضا جگہ پر بنی ہے جہاں سے دور دور کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ اس میں ایک کمرہ اور اس کے چاروں طرف برآمدہ بنا ہے کمرہ کا رقبہ ۳۲ فٹ x ۲۵ فٹ ہے۔ شمال و جنوب میں ۳-۳ اور مشرق و مغرب میں ایک ایک دروازہ لگا ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی ہے۔ برآمدہ شرقاً غرباً ۵ فٹ اور شمالاً جنوباً ۸ فٹ ہے اس کی چھت سنگین کھپرل بنا ہے جو منقش ستونوں پر قائم ہے۔ کمرہ کی بیرونی دیواروں پر جو برآمدہ میں ہیں سنگ سرخ کے اندر سفید پتھر کی جالدار پچے کاری کی گئی ہے۔

بارہ دری کے قرب و جوار میں کئی حمام شکستہ حالت میں موجود ہیں۔ شمالی جانب پہاڑ کے نیچے ایک بڑی باؤلی ٹوٹی ہوئی موجود ہے۔ جس میں سے غالباً اس جانب کے مکانات میں پانی پہنچتا تھا۔ سب سے آخر میں آگرہ دروازہ کے قریب ایک عالی شان دروازہ اور اُسی کے سامنے شمالی جانب پہاڑ کے کنارے پر ایک پُر فضا نشست گاہ باقی ہے نشست گاہ میں شمالی جانب تین دروازے ہیں اور گزشتہ نقش و نگار کے کچھ آثار بھی اب تک نمایاں ہیں۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی ہے جس کے درمیان میں ایک بہت بڑا

اور خوبصورت پھول مزین ہو جو قابل دید ہے۔ یہ بقیہ آثار خاناناں مرزا عبدالرحیم خاں کی عالی شان حویلی کے بتائے جاتے ہیں۔ خان موصوف اکبری اور جہانگیری عہد کے ہفت ہزاری منصب دار تھے جن کی امارت و دریا دلی اور الو العظمیٰ کے کارنامے ہندوستان میں بہت مشہور ہیں۔

حمام محمد باقر

دیوان عام کی شمالی دیوار اور نکسال کی مغربی دیوار کے درمیان میں کسی عالی شان عمارت کے آثار میں جسے غلطی سے اکثر مورخین نے عبادت خانہ کے آثار بتائے ہیں۔ اس کے مغربی جانب سیکری گھاٹی سے ملا ہوا یہ حمام واقع ہے۔ اس کے کتبہ سے جو اب حمام کے شمال و مغربی گوشے میں ایک چبوترہ یا قبر پر رکھا ہوا ہے اور جو پہلے اس عمارت پر نصب تھا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حمام محمد باقر کا بنایا ہوا ہے۔ محمد باقر مذکور اکبری عہد میں منصب سہ صدی پر سرفراز تھے۔ کتبہ مذکور تعلیق حروف میں ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ یا تش خانہ بندہ درگاہ محمد باقر سفرہ پوی۔

حمام کا دروازہ جنوبی جانب ہے۔ اس میں داخل ہو کر اول ایک دو دروازہ کمرہ ملا ہے جو ۱۸ فٹ ۱۰ فٹ فیٹ ہے۔ اس میں ایک دروازہ مغربی جانب اور دوسرا شمالی جانب بڑے کمرہ میں اور تیسرا وہی ہے جس میں ہو کر اس کے اور داخل ہوتے ہیں۔ بڑا کمرہ ۳۳ فٹ ۱۴ فٹ فیٹ ہے جس میں دو دروازے ۱۱ فٹ ۱۱ فٹ کے آثار کے مغربی جانب اور ایک ایک شمالی اور جنوبی اور شرقی جانب ہے۔ مشرقی جانب کے دروازہ میں ہو کر اصلی حمام میں پہنچ جاتے ہیں۔ جس میں دو درجہ اور ہر ایک میں کئی کئی غسل خانے ہیں۔ سرد اور گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ دھواں بنے ہیں۔

کمروں اور غسل خانوں کے اندر چوڑے کے تھیں صندریے پر خانہ کمرہ کے فرائض و نگار و نسبت کاری کے پھول چتے بنائے تھے جو کئی جگہ کے اب تک اصیل بنائے ہوئے ہیں چنانچہ بڑے کمرہ کی چھت کے وسط میں ایک بڑے دائرہ نما پھول کا نقشہ ہے یا

رہ گیا ہے جو سفید زمین پر لا جو ردی اور مختلف رنگوں سے بنایا گیا ہے۔ اس میں اب تک ایسی آب ہے کہ حال کا تیار کیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

حوض شیریں یا سکھ تال (شمالی)

دیوان خاص اور آنکھ چولی کے شمالی جانب اور حمام چتر باقر کے سامنے مغربی جانب ایک پختہ تالاب واقع ہے جو سکھ تال اور حوض شیریں دونوں نام سے موسوم ہے۔ یہ ۸۹ فٹ لمبا اور ۸۹ فٹ چوڑا اور ۲۳ فٹ گہرا ہے۔ جنوبی جانب پانی میں اترنے کے واسطے سیڑھیاں بنی ہیں اور ارد گرد ۹۹ فٹ چوڑا پختہ چوترہ بنا ہے۔ تالاب کے جنوبی جانب ۱۹ در کا وہ سنگین دالان ہے جس کی چھت پر دیوان خاص اور آنکھ چولی کا شمالی صحن ہے۔ اسی دالان میں مشرقی جانب ۱۰ فٹ ۲۰ x ۲ فٹ چھتر لگا ہوا محل خاص کے حوض سے پچاسی اور دیوان خاص کے فرش کی نالی پر ہوتا ہوا پانی اس جھرنے کے ذریعہ سے نیچے اترتا تھا اور پھر نالی میں ہوتا ہوا اس تالاب میں پہنچتا تھا۔ تالاب کے نیچے شمالی جانب ۵ در کا اور مغربی جانب ۴ در کا دالان بنا ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے۔ ابوالفضل اکبر نامہ میں بواقعات ۳۹۳ جلوس (۱۵۸۲ء) لکھتے ہیں: "والتجور کے پہاڑ کے اوپر شمالی جانب ایک نہایت دل کشا حوض اکبر کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک دن اکثر بندگان عشرت دوست اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تفریح کر رہے تھے بادشاہ سلامت بھی مع شاہزادوں کے رونق افروز تھے۔ کسی جگہ شطرنج کا شغل تھا کسی جگہ گنجہ کھیلا جا رہا تھا۔ غرض کہ مختلف مقامات پر اسی قسم کے دل بہلاؤ کے مشغلے جاری تھے یکایک حوض کا ایک ضلع شق ہوا اور پانی جو حوض میں لبالب بھرا ہوا تھا طوفان کی طرح بہنا شروع ہوا۔ اگرچہ ذات قدسی کی موجودگی کی وجہ سے بندگان دولت نے اس بلا خیز طوفان سے نجات پائی لیکن مکانات زیریں اور عوام آدمیوں کو نقصان پہنچا۔ باوجود اس کے کہ انہوہ کثیر تھا مگر روشناس آدمیوں میں سوائے مادی چیتہ بان کے اور کوئی آدمی ضائع نہیں ہوا۔ بادشاہ نے معبود حقیقی کا شکریہ ادا کر کے بہت کچھ

فیل خانہ

اکبر کو ہاتھیوں کا بڑا شوق تھا اور یہ شوق فقط شاہوں اور شہزادوں کا سا معمولی شوق نہ تھا بلکہ ہاتھیوں کی وجہ سے اکثر مہمیں قائم ہو گئیں۔ جن میں لاکھوں کروڑوں روپے صرف ہو گئے۔ ہزاروں سرکٹ گئے۔ خود ہاتھی پر خوب بیٹھتا تھا۔ کیسا ہی مست سرشور۔ آدم کش ہاتھی ہوتا۔ وہ بے لاگ اُس کے پاس جاتا اور کبھی دانت اور کبھی کان پکڑ کر فوراً گردن پر سوار ہو جاتا تھا۔ فیل خانہ میں ہمیشہ پانچ اور چھ ہزار کے درمیان میں ہاتھی موجود رہتے تھے۔ قچور میں سکھ تال (حوض شیریں) کے سامنے نگر کی سڑک کے شمالی جانب فیل خانہ کی عمارت تھی جو آج منہدم ہو گئی لیکن بہت سے ستون اب تک کھڑے ہوئے ہیں جو فیل خانہ کے نام سے موسوم ہیں۔

لنگر خانہ اہل اسلام

نگینہ مسجد کے نیچے مغرب کی جانب مسلمانوں کا لنگر خانہ ہے جس میں اکبر کے عہد میں مسلمان فقیروں کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا اس میں ایک سہ دری اور اُس کے آگے برآمدہ بنا ہے جو ۳۸ x ۲۲ فٹ ہے۔ چھت سنگین کھیریل بنا ہے۔

ابو الفضل ۳۳ جلوس میں لکھتے ہیں۔ ”کہ اس سال بادشاہ نے اطراف دار السلطنت (قچور) میں چند عالی شان غریب خانے تعمیر کرائے اور ان میں غریب اور مساکین کے کھانے پینے اور پوشش کا انتظام نہایت سیرجشی سے کیا اور رحم دل اُمرا کو ان کا اہتمام سپرد کیا“ ملا عبد القادر بدایونی ۹۹۹ھ میں لکھتے ہیں کہ اس سال اکبر نے مسلمان اور ہندو فقیروں کو کھانا کھلانے کے واسطے دو مکان بنوائے اول کا خیر پورہ اور دوسرے کا دھرم پورہ نام رکھا۔ سب فقیروں کو بادشاہی لنگر سے کھانا ملتا تھا۔ ان کا اہتمام شیخ ابو الفضل کے لوگوں کے متعلق کیا گیا۔“

لنگر خانہ اہل ہندو

لنگر خانہ اہل اسلام کے سامنے سڑک کے شمالی جانب قریب قریب اسی نمونہ کی دوسری عمارت ہے جو ہندوؤں کا لنگر خانہ مشہور ہے۔ اس میں ہندو محتاجوں کو پکا پکایا کھانا اور خشک غذا ملتی تھی۔ اس کا طول ۳۶ فٹ اور عرض ۱۳ فٹ ہے۔

کبوتر خانہ

دنیا میں کوئی شغل اور کوئی شوق ایسا نہ تھا جس میں اکبر کو کچھ نہ کچھ دخل نہ ہو۔ چنانچہ کبوتر بازی کے بھی عاشق تھے۔ انواع و اقسام کے کبوتر شہر شہر بلکہ ولایتوں سے منگاکر اکٹھا کئے تھے۔ عبداللہ خان اُذبک والی توران کو لکھنؤ میں سے گروہ باز کبوتر منگائے تھے۔ آئین اکبری میں جہاں اور کارخانوں کے آئین و ضوابط لکھے ہیں وہاں کبوتر بازی کا بھی آئین آئین نشاط بازی کے نام سے موجود ہے۔ شیخ ابوالفضل نے ایک مقام پر اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ ایک دن کبوتر اڑ رہے تھے وہ بازیاں کرتے تھے۔ آپ تماشا دیکھتے تھے کہ ایک خاصہ کے کبوتر پر بہری گری۔ اکبر نے لکار کر آواز دی کہ خبردار۔ بہری جھپٹا مارتے مارتے رُک کر ہٹ گئی۔ اور پھر نہ آئی۔ رقعۃ ابوالفضل میں ایک فرمان مرزا عبد الرحیم خان خاناں کے نام ہے۔ اُس میں کبوتروں ہی کا ذکر ہے اور ایک ایک کبوتر کا نام بنام حال لکھا ہے۔

فتحپور میں ہتیا پول اور سنگین برج کے پاس جو برج بنا ہے وہ کبوتر خانہ کے نام سے موسوم ہے یہ مربع ہے جس کا اندر سے ہر ضلع ۷۴ فٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے اور اُن کی بندوقوں میں دو دو الماریاں (بڑے طاق) اور اُن کے اوپر طاق بنے ہیں۔ چھت لڑائی کی گنبد نما ہے جس کے وسط میں ایک پھول بنا ہے۔

سنگین برج

یہ برج باہر سے سنگ سرخ اور اندر سے پتھر چولے کا بنا ہے جو ہتیا پول اور کوتہ خانہ کے قریب واقع ہے۔ وسط میں ایک کمرہ ۳۳ فیٹ x ۱۵ فیٹ ہے۔ جس میں ۳-۳ دروازے مشرق و مغرب کی جانب اور ایک ایک دروازہ شمال و جنوب کی جانب لگا ہے چھت لداؤ کی ہے جس میں چولے کی استکاری ہے۔ اس کمرہ کے مشرق و مغرب میں ایک ایک کمرہ جنوب میں تین درکار آمدہ۔ اور گوشہ شمال و مشرق اور شمال و مغرب میں ایک ایک کوٹھری بنی ہوئی ہیں ایک دو منزلہ ہے۔ کوٹھریوں میں گزشتہ نقش و نگار کا کچھ نمونہ باقی ہے۔ چاروں طرف گیلری نما راستہ بنا ہے۔ ہاستخانے جانب جنوب ہر طرف چھ لگا ہے جسپر کھڑے کے نشان موجود ہیں۔

منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ جب ۸۲ھ میں مرزا سلیمان حاکم بدخشاں قچور میں آئے تو اسی برج میں ٹھہرائے گئے تھے۔ یہیں نفاذ خانہ تھا جس پر نوبت بجا کرتی تھی۔ اس کے مغربی جانب کسی منہدم عمارت کے نشان دور تک چلے گئے ہیں۔

دارونہ کامکان

سنگین برج کے قریب مغرب کی جانب اور کارواں سرائے کے جنوبی جانب پہاڑ کے اوپر یہ مکان واقع ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ دارونہ اصطبل اور مہتمم کارواں سرائے کے رہنے کے واسطے بنایا گیا تھا اس میں ایک کمرہ شرقاً غرباً ۳۰ فیٹ ۵ انچ x ۱۷ فیٹ اور دوسرا کمرہ اُس کے مغربی جانب شمالاً جنوباً ۳۳ فیٹ ۳ انچ x ۱۷ فیٹ ۱۰ انچ اور مشرق میں ایک کوٹھری اور آگے ۵ درکار آمدہ ۵۰ فیٹ x ۱۸ فیٹ بنا ہے۔ مغربی کمرہ کی دیوار گر گئی ہے۔ بعض بعض مقامات کے نقش و نگار اصلی حالت میں اب تک موجود ہیں جن میں سے اس مکان کی گزشتہ خوبصورتی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ چھت کے اوپر بھی کچھ عمارت کے آثار پائے جاتے ہیں۔

مشمس برج

یہ سنگین برج ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ اس میں چاروں طرف ۱۱ دروازے ہیں

یہ دراصل اُس زمانہ راستہ کا ایک درمیانی بُرج تھا جو جو دھبائی کے محل سے حرم مینار تک گیا تھا۔ اس راستہ کا حال محل جو دھبائی کے بیان میں تحریر ہو چکا ہے

ہاتھی پول یا ہتیا پول

یہ محلات شاہی کا مشہور عالیشان دروازہ ہے جو محلات کے مغربی جانب شمالی گوشے میں واقع ہے اس کے نیچے کا حصہ شمالاً جنوباً ۴۰ فٹ اور شرقاً غرباً ۵۰ فٹ ہے۔ مشرقی اور مغربی گوشوں میں سہ دریاں اور اُن کے اندر ایک ایک کوٹھری بنی ہے۔ ان سہ دریوں کا رقبہ ۷۰ فٹ ۱۰ انچ ۱۰ فٹ ۱۰ انچ ہے۔ دروازہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما مگر کی سخت کی ہے جس کے درمیان میں ایک خوبصورت سنگین بھول دہلیزیوں کا فرسہ ہے۔ پچانک کے آگے دونوں جانب ۱۲ فٹ کی بلندی پر دو سنگین ہاتھی چیوتروں پر بنے ہوئے ہیں جو پتھر کے کئی ٹکڑوں سے بنائے گئے ہیں۔ ان ہاتھیوں کی لمبائی ۱۲ فٹ ۸ انچ ہے اور تخمیناً ۱۲ فٹ بلند ہیں۔ دونوں ہاتھیوں کی سونڈیں ملا کر محراب بنائی گئی تھی جو اب قائم نہیں رہی۔

چھت کے اوپر ایک سستیل کمرہ ۴۹ فٹ ۲ انچ ۴۹ فٹ ۱۰ انچ بنا ہے۔ جس کے جنوبی جانب ۲۴ فٹ ۱۰ انچ چوڑا صحن ہے کمرہ میں ۷ دروازے اور ایک کھڑکی جنوب کی جانب اور چہ مورچے شمالی دیوار میں بنے ہیں۔ دروازہ کے اندر یعنی جنوبی جانب چوک ہے جس میں دالان بنے تھے۔ ان میں کچھ گر گئے۔ کچھ باقی ہیں۔

باب چہارم

عمارات جانب شمال

پہاڑ کے نیچے کی شمالی جانب کی عمارتیں

بارہ دری متصل آبادی موضع سیکری

یہ سنگین بارہ دری موضع سیکری کی آبادی کے جنوبی جانب پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اس کی نسبت کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کی تعمیر کردہ ہے۔ اس میں ایک کمرہ ۴۴ فٹ ۳ انچ ۶۰ فٹ ۵ انچ ہے۔ جس میں تین دروازے شمالی جانب اور ایک ایک مشرق و مغرب میں ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی تھی جو گر گئی اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اندر بہت سے طاق اور الماریاں بنی ہوئی ہیں۔ کمرہ کے آگے تینوں جانب برآمدہ تھا جس میں مغربی برآمدہ گر گیا۔ شمالی برآمدہ ۴۴ فٹ ۵ انچ ۶۰ فٹ ۳ انچ ہے۔ اس میں ۶ درمیں۔ مشرقی برآمدہ تین در کا ہے جو ۴۳ فٹ ۱۱ انچ ۶۰ فٹ ۳ انچ ہے دونوں برآمدوں کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ عمارت کے گرد سرکار کی جانب سے اب تار لگ گیا ہے اور کچھ دست بھی کی گئی ہے۔

کارخانہ آب رسانی (شمالی)

پتھو کے تمام شاہی محلات اور کارخانجات کے مکانات پہاڑ کے اوپر تعمیر کئے گئے ہیں جہاں پانی کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا اور آب کشوں کے ذریعہ سے اس قدر بلندی پر افراط کے ساتھ پانی پہنچانا صرف وقت طلب بلکہ ناممکن تھا لہذا اس زمانہ کے باکمال انجینیروں نے نہایت دانشمندی اور صناعی سے پہاڑ کے نیچے شمالی اور جنوبی جانب دو کارخانے آب رسانی کے قائم کر کے پہاڑ پر پانی پہنچایا اور وہاں سے بے شمار پختہ نالیوں۔ حوضوں۔ نلوں۔ تالابوں کے ذریعہ سے تمام شاہی مکانات۔ باغات۔ اور حماموں کے اندر پہنچا دیا۔ یہ شمالی کارخانہ ہتیا پول کے قریب واقع ہے۔ سب سے پہلے ایک وسیع عمارت باولی کی ہے جو باولی کے چاروں طرف بنی ہے۔ باولی میں اترنے کے واسطے سیڑھیاں موجود ہیں۔ اوپر چار توڑے لگے ہیں جن کے اوپر چرخ کا پتھر رکھا گیا تھا۔ یہ توڑے بہت بڑے بڑے ہیں جو پتھر کے چہ چہ ٹکڑوں سے مرکب ہیں۔ باولی کے درمیانی حصہ میں

جو عمارت ہے اُس میں شمال و جنوب کی طرف ایک ایک ہشت پہل کمرہ بنا ہے جس کا قطر ۲۷ فٹ اور ہر ضلع ۸ فٹ ہے۔ اسی طرح کے کمرے حوض نمبر ۱ و ۲ کے ارد گرد بھی بنے ہیں۔ ان کمروں میں نیچے اوپر دو دو پتھر کی شہتیر ٹاپیاں نصب کی گئی ہیں جن کے درمیان میں سوراخ ہے۔ اب یہ کسی کمرہ میں باقی رہ گئی ہیں اور کسی میں موجود نہیں ہیں ہر کمرہ میں انہیں نیچے اوپر کی پٹیوں کے سوراخوں کے درمیان میں کوئی خاص کل یا کسی قسم کے چرخ دار پہننے جن کا سمجھنا ہماری عقل سے باہر ہے ایسے لگائے گئے تھے جو پانی کو بذریعہ پمپ کے باؤلی کے اندر سے کھینچ کر اوپر پہنچا دیتے تھے۔ باؤلی کا قطر ۲۲ فٹ اور گہرائی موجودہ حالت میں کہ ملبہ سے پٹی پڑی ہے ۲۴ فٹ ہے۔ باؤلی سے مغرب کی جانب ۶۱ فٹ کے فاصلے پر ایک حوض بنایا ہے جس کے اوپر گولے کا سا گولہ قائم کر کے اوپر سے کنوے کی شکل کا بنا دیا ہے۔ درمیان میں دو رویہ آٹھ آٹھ سنگین ستون نصب کر کے ان کی چھت پر پختہ نالی بنائی ہے۔ باؤلی سے پانی نکل کر اس نالی میں ہوتا ہوا پہلے حوض میں جمع ہوتا تھا۔

اس حوض کے گولہ کا قطر ۱۳ فٹ اور بلندی ۳۳ فٹ ہے۔ اس کے شمال و جنوب میں پانی کھینچنے کے دو کمرے اُسی طرح کے بنے ہیں جیسے باؤلی کے ارد گرد بنے ہیں۔ ان کی شکل مربع ہے جس کا ہر ضلع ۲۳ فٹ ہے۔

حوض نمبر ۲ سے اُسی طریقہ سے پانی کھینچ کر بذریعہ ایک پیپر پختہ نالی کے کہ جو $۲۹ + ۲۶ + ۱۷ + ۲۵ = ۹۷$ فٹ ہے دوسرے حوض میں جمع ہوتا تھا اس حوض کی قطع مثل حوض نمبر ۱ کے ہے قطر ۱۳ فٹ اور گولے کی بلندی ۲۶ فٹ ہے اس کے مشرق و مغرب میں بھی اُسی قطع اور اُسی پیمائش کے کمرے بنے ہیں جیسے حوض نمبر ۱ کے شمال و جنوب میں ہیں۔

تیسرا حوض ہتیا پول سے ملا ہوا سنگین دیوار کے نیچے بنا ہے۔ یہ ۲۷ فٹ لمبا ۶ فٹ چوڑا ۹ فٹ فٹ گہرا ہے۔ حوض نمبر ۲ و نمبر ۳ کی درمیانی نالی اب موجود نہیں رہی لیکن درمیانی فاصلہ ۲۷ فٹ ہے۔ اس حوض کے اوپر کوئی گولہ وغیرہ نہیں بنا۔

حوض نمبر ۱

حوض نمبر ۲

حوض نمبر ۳

یہاں پر کسی دوسرے طریق سے جس کا اب کوئی نشان نہیں پایا جاتا ۳۵ فیٹ کی بلندی پر پانی کھینچ کر دیوار کے اوپر پہنچایا جاتا تھا جہاں اُن دو چھوٹے چھوٹے حوضوں میں جمع ہوتا تھا جو اب بھی موجود ہیں۔ ان دونوں حوضوں میں جب پانی بھر جاتا تھا تو اُس پختہ نالی کے ذریعہ سے جو ہتیا پول کے چوک کے شمالی دالانوں کی چھت پر جو اب منہدم ہو گئے بنی تھی حوض نمبر ۳ میں جمع ہوتا تھا۔ اس مقام کا درمیانی فاصلہ ۱۲۹ فیٹ ہے۔ حوض نمبر ۳۳ ۱۲۵ فیٹ لمبا۔ ۵ فیٹ چوڑا اور ۳ فیٹ گہرا ہے۔ اس حوض سے کسی نامعلوم طریق پر ۲۵ فیٹ کی بلندی پر پانی پہنچایا جاتا تھا۔ جہاں سے ۲۵ + ۲۵ = ۵۰ فیٹ ایک پختہ نالی میں بہہ کر دو شاخوں میں منقسم ہو جاتا تھا۔ ایک شاخ پیربل کے مکان کی طرف اور دوسری جو دھبائی کے محل کی طرف گئی تھی چونکہ اس کے آگے کی دیوار منہدم ہو گئی لہذا یہیں سے سلسلہ شکست ہو گیا ہے لیکن تمام محلات اور عمارات کے اندر پختہ اور سنگین نالیاں اب تک موجود ہیں۔ یہ تو غالباً آپ سمجھ ہی گئے ہونگے کہ باؤلی کی سب سے اوپر کی سطح کے برابر حوض نمبر ۱ اور حوض نمبر ۲ کے اوپر کے گولے کی برابر حوض نمبر ۳ بنایا گیا تھا اور اسی طرح برابر پانی اوپر چڑھتا ہوا پہاڑ کے اوپر پہنچا لیکن آپ کو اس حساب کے لگاتے میں کہ پانی کتنی بلندی پر پہنچایا گیا اور اوپر پہنچنے تک کتنا فاصلہ اُس کو طے کرنا پڑا کچھ دقت ہوگی لہذا اس کا حساب ہم ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ اس حساب میں اس بات کا اور اندازہ کر لیجئے کہ باؤلی اور سب حوض کئی کئی فٹ مٹی کوڑے سے پے پڑے ہیں۔

گہرائی باؤلی ۴۴ + ۳۳ (حوض نمبر ۱) + ۲۴ (حوض نمبر ۲) + ۳۵ (حوض نمبر ۳) + ۲۵۱ (حوض نمبر ۴) = ۱۹۳ فیٹ بلندی
درمیان باؤلی و حوض نمبر ۱ ۱۴۸ + ۱۲۴ (حوض نمبر ۲) + ۴۷ (حوض نمبر ۳) + ۱۲۹ (حوض نمبر ۴) + ۲۵۱ (حوض نمبر ۵) = ۶۰۴ + ۱ فیٹ نالی

گیرواٹل

کارواں سرائے اور سنگین بُرج کے درمیان پہاڑ کے نیچے ایک بڑا ٹل بنا ہوا ہے جو گیرواٹل کے نام سے موسوم ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے نیچے گیرو کی کان ہے۔ اس کارواستہ

مغرب کی جانب ہے۔

کارواں سرے

ہتیا پول کے قریب کارواں سرے کی وسیع عمارت ہے جس کا رقبہ باہر سے ۳۲۵ × ۳۲۵ فٹ ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار برج اور چار دیواری کے اوپر کنگورے بنے ہیں۔ شمالی جانب شاندار بچھاٹک ہے۔ تین جانب یک منزلہ اور جنوبی جانب سہ منزلہ عمارت تھی۔ دو منزلیں اب تک موجود اور تیسری منزل کی صرف نمود باقی ہے چاروں طرف کوٹھریاں اور ان کے آگے برآمدے ہیں۔ چاروں کونوں پر مربع شکل کے چار مکان بنے ہیں جن کے چاروں طرف سہ دریاں اور درمیان میں چھوٹا سا صحن چھوٹا ہوا ہے۔ چاروں طرف کی عمارت کے درمیان میں وسیع صحن ہے جس میں ایک پختہ کنواں بنا ہے۔ تمام عمارت پر چوڑے کی استرکاری ہے اور باقی ماندہ نقش و نگار سے جو کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں پتہ چلتا ہے کہ تمام عمارت پر مختلف رنگوں سے نہایت خوبصورت گلکاری کی گئی تھی۔ اس کی اندرونی عمارت بہت منہدم ہو گئی ہے سنا گیا ہے کہ لارڈ کرزن صاحب بہادر چلتے چلتے اس کی مرمت کے واسطے بھی منظوری دے گئے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ خیر بیج ہو اور اس قدیم یادگار کی بھی مرمت ہو جائے اس کارواں سرے میں اطراف عالم کے سوداگر انواع و اقسام کے بیش بہا سامان اور نفیس نفیس اشیاء اور عمدہ عمدہ ہاتھی گھوڑے فروخت کے واسطے لاتے تھے۔ سب سے نیچے کے درجہ میں ہاتھی گھوڑوں کے سوداگر اور عام سیاح اور مسافر ٹھہرائے جاتے تھے۔ دوسری منزل میں قیمتی اشیاء کے سوداگر رہتے تھے۔ اور سب سے اوپر کی منزل جو اہرات کے سوداگروں کے واسطے مخصوص اور جوہری خانہ کے نام سے موسوم تھی۔ رات کے وقت دروازہ بند ہو جاتا تھا اور حفاظت کا انتظام شاہی جانب سے کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تیسری منزل سے ملا ہوا پہاڑ کے اوپر متمم کارواں سرے کا مکان تھا جو اب داروغہ کا مکان کہلاتا ہے۔

اسی کارواں سرے میں جس دن ایران کا مشہور سوداگر ملک مسعود آکر ٹھہرا تھا۔ اور اس کے قافلہ کے ساتھ ایک مصیبت زدہ مگر شریف والدین اپنی نومولود لڑکی کے ساتھ

ٹھیرے تھے کون خیال کر سکتا تھا کہ یہ ہی گنام بچی چند ہی مدت میں ہندوستان کی سلطنت کی مالک بن کر تاریخی دنیا میں عالمگیر شہرت حاصل کر گئی۔ ہمارے تاریخ داں ناظرین تو سمجھ ہی گئے ہونگے بقیہ ناظرین کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ یہ لڑکی مرزا عیاش (اعتماد الدولہ) کی بیٹی مہر النساء تھیں جو جاگیر گیری عہد میں مہر النساء سے اول نور محل اور اُس کے بعد نور جہاں ہو کر کل سلطنت کی ایسی مالک ہو گئی کہ سکے پر ضرب تمام فرمانوں پر مہر اُسی کی ہونے لگی جس سے یہ قافلہ فتح پور میں وارد ہوا اُس کے دوسرے دن ملک مستعود دہارا کبریٰ میں حاضر ہوا اور ایران کے مخالف پیش کرنے کے بعد مرزا عیاش اور اُس کے بڑے بیٹے ابوالحسن (آصف شاہ) ممتاز محل کا باپ کو پیش کر کے عرض کیا کہ حضور کے واسطے دو جاندار جو اب بھی لایا ہوں اگر یہ تربیت کئے جائیں تو بے مثل اور لا جواب ہونگے۔ کمال کے جوہری نے قیافہ کی کسوٹی سے ان کی لیاقت کا حال معلوم کر کے ملازمت شاہی میں منسلک کیا۔ آگے کا حال سب کو معلوم ہے کہ ان کے کمال نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

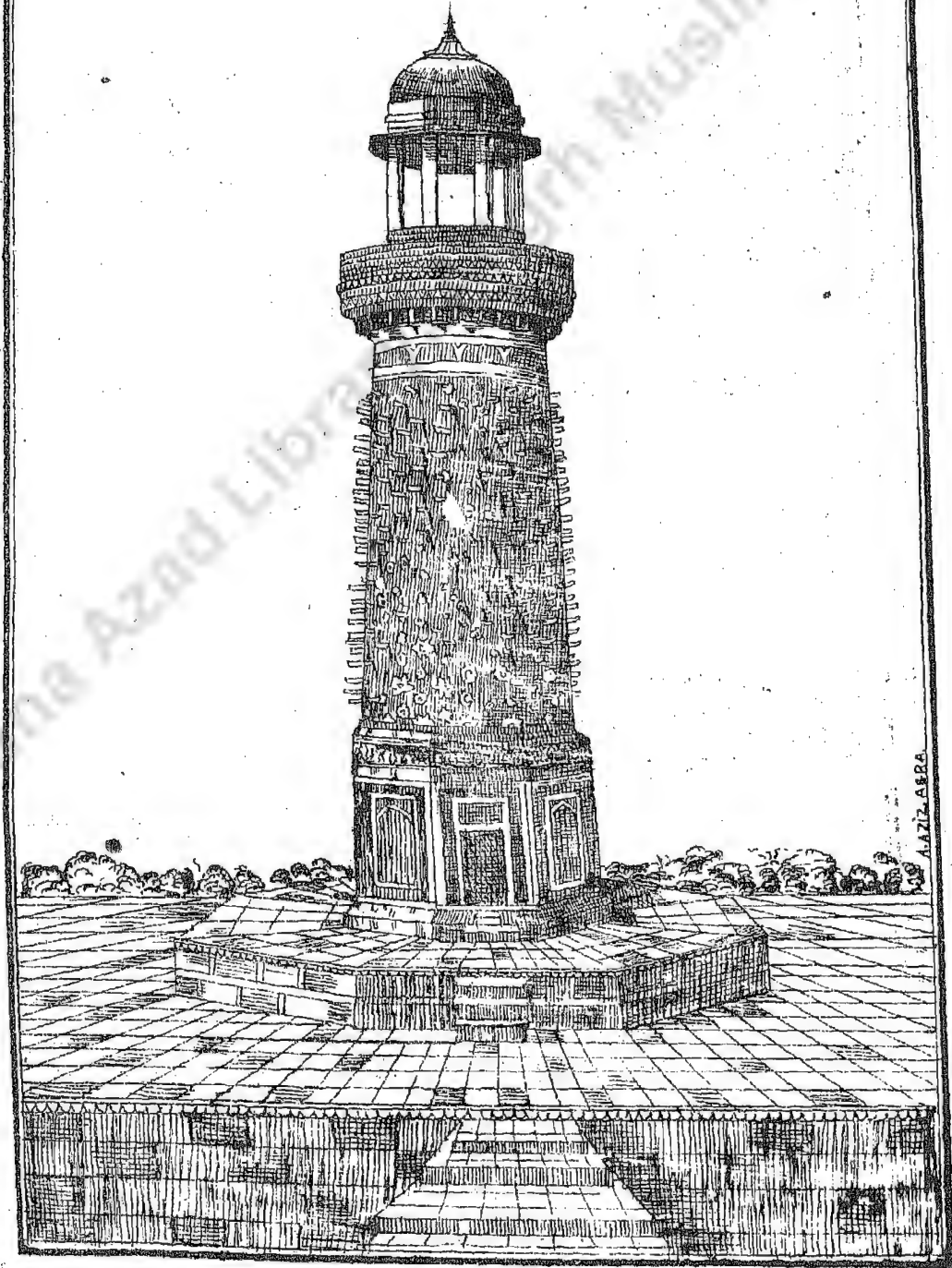
کاروان سراے کے مشرق کی جانب ایک وسیع قطعہ اراضی میں مسافروں اور سودا گروں کی تفریح کے واسطے ایک باغ لگایا گیا تھا۔ جس میں ایک بارہ دری اور ایک تمام شکستہ حالت میں اب بھی موجود ہے۔

مغربی دیوار سے ملا ہوا ایک دوسرا احاطہ تھا جس کی اب صرف جنوبی دیوار باقی ہے اس کے وسط میں ایک قناتی مسجد بنی ہوئی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بازار تھا۔ بعض باغ بیان کرتے ہیں۔

حرم مینار (ہرن مینار)

ہتیا پول کے سامنے اور کاروان سراے کے قریب یہ مینار واقع ہے جو عام طور سے ہرن مینار کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ محلات سے اس مینار تک ایک پردہ دار زناہ راستہ بنا ہوا تھا اور بیگمات اور شہزادیان تفریح کے واسطے یہاں تک آیا کرتی تھیں۔ اس وجہ سے یہ حرم مینار کے نام سے مشہور ہو گیا جسے عوام نے اب ہرن مینار بنا دیا ہے۔ اس کی نسبت

حرم مینار (هرن مینار)



بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اکبر کے خاصہ کا کوئی پیارا ہاتھی مر گیا تھا۔ اکبر کو اُس سے بہت محبت تھی۔ اُس نے اس مقام پر اُسے دفن کرا کر اُس کی یادگار میں یہ مینار تعمیر کرایا تھا۔ اور اسی وجہ سے مینار میں نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت بنا کر نصب کئے گئے ہیں۔ ابو الفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے کہ چوگان کے میدان میں ایک مینار بنا ہوا ہے جس کے اوپر جہاں پناہ بیٹھ کر ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قریب ہاتھیوں کی لڑائی ہو ا کرتی تھی۔

اول ایک سنگین چبوترہ ۲۷ فیٹ \times ۲۷ فیٹ بنا ہے جو زمین سے ۹ فیٹ بلند ہے۔ اُس کے وسط میں دوسرا خوبصورت ہشت پہل چبوترہ بنا ہے جس کا ہر ضلع ۱۶ فیٹ اور ارتفاع ۳۰ فیٹ ۱۰ انچ ہے اس ہشت پہل چبوترہ کے درمیان میں مینار بنا ہوا ہے۔ مینار کے نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۱۶ فیٹ ۱۰ انچ اور ارتفاع ۳۰ فیٹ ہے۔ ہر پہل میں محرابدار دروازوں کے نشان اور ایک پہل میں مینار پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہوا ہے۔ چار دروازوں کے نشان میں نہایت باریک جالیاں بنائی ہیں اور چار سادہ ہیں۔ نیچے سے اوپر تک پتھر کے ہاتھی دانت مزین ہیں اور نہایت نفیس نقش و نگار کندہ ہیں اندر چکر دار زینہ ہے جس کی چار منزلوں میں ۳۵ سیڑھیاں ملے کر کے مینار کے اوپر پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد تین سیڑھیاں چڑھ کر مینار کی گنبد دار برجی پر قدم رکھتے ہیں۔ برجی کا چبوترہ ہشت پہل ہے جس کے ہر پہل میں ایک پتھر کے اندر چار چھوٹے اور ایک بڑا طاق ترشا ہوا ہے۔ شے نشین کے گرد کٹھنہ لگاتھا جو باقی نہیں رہا صرف نشان موجود ہے۔

مینار کا ارتفاع اوپر کے چبوترہ سے ۵۰ + ۷ = ۵۷ فیٹ ہے جس میں اگر دونوں چبوتروں کی بلندی ۴ + ۱۳ = ۲۷ فیٹ اور شامل کر دی جائے تو کل بلندی ۹۱ فیٹ ہو جاتی ہے۔ چبوترہ کے چاروں کونوں پر چھوٹے چھوٹے عوض اور شمالی جانب ایک مختصر چاہ بنا ہے۔

میدان چوگان

اکبر کے جہاں اور ہزاروں شوق تھے وہاں چوگان بازی کا بھی بہت شوق تھا۔ اکثر ہوتا تھا کہ کھیلتے کھیلتے شام ہو گئی اور بازی تمام نہ ہوئی۔ اندھیرا ہو گیا۔ مجبوراً کھیل بند کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے ۹۴۷ھ میں گوئے آتشیں ایجاد کی گئی کہ اندھیرے میں شعلے کی طرح جاتی معلوم ہوتی تھی وہ ایک قسم کی لکڑی کی تراشی تھی۔ اوپر کچھ دوائیں مل دی جاتی تھیں۔ جب ایک مرتبہ اُسے آگ دیدیتے تھے تو چوگان کی چوٹ اور زمین پر لڑھکنے سے نہ بچتی تھی۔ جب فچور میں قیام ہوا تو ایک وسیع ہموار میدان چوگان کے واسطے مرتب کرایا۔ چاروں طرف چار دیواری اور گوشوں پر برج بنائے گئے۔ جس میں مغربی دیوار کا کچھ حصہ اور گوشہ شمال و مغرب کا شکستہ برج اب تک موجود ہے۔ اس میدان کی وسعت کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب ۹۸۷ھ میں جمعہ کے دن ممالک محروسہ کے تمام علماء اور مشائخ انعام تقسیم کرنے کی غرض سے فچور میں جمع کئے گئے تو اُس کے واسطے یہی مقام تجویز کیا گیا۔ جس وقت انعام تقسیم ہونا شروع ہوا تو ایک لاکھ مرد و عورت کا انبوا تھا۔ اب اس مقام پر زراعت ہوتی ہے لیکن یہاں کے سب کھیت چوگان والے کھیت کے نام سے موسوم ہیں۔

۹۸۷ھ میں اسی میدان میں چوگان بازی ہو رہی تھی۔ راجہ بیربل کو گھوڑے نے پھینک دیا جس سے سخت صدمہ پہنچا۔ اکبر پاس آئے۔ بڑی محبت سے سرسہلایا اور اٹھوا کر گھر بھجوا دیا۔ اسی سال چوگان کے میدان میں بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ دل چاہر نام ایک ہاتھی سرشوری اور پدمراجی میں مشہور تھا یکا یک دو پیادوں پر دوڑ پڑا۔ وہ بھاگے۔ ہاتھی اُن کے پیچھے دوڑا۔ سامنے کہیں سے بیربل آگئے۔ ہاتھی پیادوں کو چھوڑ کر ان پر چھینٹا۔ اکبر نے دور سے دیکھ لیا تھا۔ فوراً گھوڑا مار کر خود بیچ میں آگئے ہاتھی چند قدم بادشاہ کے پیچھے آکر قہم گیا۔ اقبال اس کا نام ہے۔

ایک مرتبہ جہانگیر نے ۱۰ سالہ جلوس میں سموگر کی شکار گاہ سے ۶۴۱ ہرن زندہ گرفتار

کے منجملہ اُن کے ۳۸۸ ہرن اسی چوگان کے احاطہ میں چھوڑے جانے کے واسطے فچپور روانہ کئے۔ ان میں ۸۴ ہرنوں کی ناک میں چاندی کی تختنیاں پہنائی گئی تھیں۔
 سترہ جلوس میں جبکہ جہانگیر فچپور میں مقیم تھا۔ ایک دن روپ بانس کی شاہی شکار گاہ میں قمرغہ (جانوروں کو چاروں طرف سے گھیر کر شکار کرنے کا طریقہ) کے شکار کا انتظام تھا۔ دور دور تک کے ہرن سراپردوں میں گھرے ہوئے تھے۔ معلوم بادشاہ کا کیا خیال پڑا کہ شکار سے توبہ کر کے عہد کر لیا کہ آج سے کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے نہیں ستاؤں گا۔ اُسی وقت رائے مان کو جو سپاہیوں کا سردار تھا۔ حکم دیا کہ یہاں سے فچپور کی چوگان تک (اب ۴۴ کوس کا فاصلہ ہے) دور وہ سراپردے کھڑے کر اگر ان کل ہرنوں کو وہاں پہنچا دو تاکہ ان کے دیکھنے سے شکار کا ذوق بھی حاصل ہو اور ہرنوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہو گئی اور ۵۰۰ ہرن چوگان کے میدان میں پھرنے لگے ۵۲
 یہ مقام حرم ینار اور کارواں سرائے سے ملا ہوا ہے۔

اندرہ والی باولی (باولی بابر شاہ)

یہ باولی اندرہ گھاٹی کے قریب واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے شہنشاہ بابر نے اُس زمانہ میں تعمیر کرایا تھا جب وہ مع فوج کے رانا سانگا کے مقابلہ کے واسطے قصبہ سیکری میں مقیم تھا۔ اس کی عمارت جنوبی کارخانہ آبرسانی کی باولی کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ یہ بہت پل ہے جس کا ہر ضلع ۱۲ فیٹ اور قطر ۲۶ ۱/۲ فیٹ ہے اور ۴۵ فیٹ گہری ہے۔ باولی کے اندر مشرقی جانب ایک چھوٹا سا پختہ گولہ اور قائم ہے جس کی مصلحت سمجھ میں نہیں آتی۔ باولی

۵۲ توڑک جہانگیری صفحہ ۲۶۸

۵۳ توڑک جہانگیری صفحہ ۹۹

۵۳ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ باولی کا لفظ اصل میں بابر سے ہے جس کا رواج شہنشاہ بابر کے عہد سے ہوا اور سب سے پہلے اُسی نے باولیاں ہندوستان میں بنوائی تھیں لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے باولیاں بہت قدیم زمانہ سے ہندوستان میں موجود تھیں پہلے انہیں بانیں یا دائیں کہا کرتے تھے۔ یہی لفظ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں استعمال کیا ہے۔ بابر نے خود لکھا ہے ”در ہندوستان چاہ کلائے زینہ دارا دائیں می گویند“ باولی کا لفظ اصل میں باہولی تھا باہلہ اُس چشمہ کو کہتے ہیں جو فوارہ کی مانند زور سے زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔

میں دو منزلہ عمارت ہے۔ نیچے کی منزل میں چاروں طرف ہشت پہل گیلری بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے اور چاروں طرف چار دروازے باؤلی میں کھلے ہوئے ہیں۔ پہلی منزل سے ۱۶ سیڑھیاں اوپر چڑھکر دوسری منزل کی گیلری ہے جس میں چاروں طرف سے دریاں بنی ہوئی ہیں۔ سیڑھیوں کے ارد گرد دو منزلہ دالان بنے ہیں۔ نیچے کے دالان میں ۳-۳ در اور ایک ایک کوٹھری اور اوپر کے دالانوں میں ۵-۵ در ہیں۔ باؤلی کے اوپر آٹھ بڑے بڑے ٹوڑے نصب ہیں۔ ان توڑوں اور ستونوں اور دروازوں کے اوپر مختلف نقش و نگار اور پھول پتے کندہ ہیں۔ دوسری منزل کی سامنے کی سہ دری کے اوپر کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے مگر کتبہ ایسا مٹ گیا ہے کہ ایک حرف بھی نہیں پڑھا جاتا۔ ۲۵-۳۰ برس پیشتر بعض بعض حروف باقی تھے جن کے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ یہ کتبہ خط نسخ میں کندہ تھا۔

اس کے قرب و جوار میں راجپوت راجاؤں کے محل تھے جو ٹوٹے پڑے ہیں ان میں ہاڈا کا محل (غالبا اے سرجن ہاڈا کا محل ہوگا) سیٹل محل۔ کالا محل بہت مشہور ہیں مگر اب کوئی عمارت باقی نہیں اکثر جگہ چوٹے پتھر کے انبار البتہ نظر آتے ہیں۔

قوشخانہ

اکبر کو ابتدائے عمر ہی سے شکاری جانوروں کا خاص شوق تھا۔ بہت سے شیر چیتے گینڈے۔ وغیرہ نہایت محبت سے پال رکھے تھے۔ مست ہاتھی۔ شیر اور ہاتھی۔ ارنے بھینسے۔ گینڈے۔ ہرن لڑایا کرتا تھا۔ چیتوں سے ہرن کا شکار کرتا تھا۔ باز۔ بہری جڑے۔ باٹے اڑایا کرتا تھا اور یہاں تک شوق تھا کہ شکاری جانور سفر میں بھی ساتھ رہتے تھے۔ سب سے زیادہ چیتوں کا شوق تھا۔ سیکڑوں چیتے جمع کئے۔ ایسے سردے ہوئے تھے کہ اشاروں پر کام دیتے تھے اور دیکھنے والے حیران رہتے تھے۔ کچواہ اور محمل کی جھولیں اوڑھے۔ گلے میں سونے کی زنجیریں ڈالے۔ آنکھوں پر زردوزی چشمے چڑھے ہوئے بھلیوں میں ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ عمدہ عمدہ چیتے آتے۔ اُن میں سے

انتخاب ہو کر اعلیٰ سے اعلیٰ خاصہ میں داخل کئے جاتے تھے مگر یہ عجیب اتفاق تھا کہ ان کی تعداد کبھی ہزار تک نہیں پہنچی جب ایک دو کی کسر رہتی کچھ نہ کچھ ایسا عارضہ ہوتا تھا کہ چند چیتے مر جاتے تھے۔ سب حیران تھے اور اکبر بھی متعجب رہتا تھا۔

جہاں یہ سب شکاری جانور رہتے تھے وہ قوشخانہ کے نام سے موسوم اور اجمیر دروازہ کے قریب واقع ہے۔ اس کے وسط میں ایک کمرہ اور اس کے گرد برآمدہ اور چاروں طرف غلام گردش کے طور پر دالان بنے تھے غالباً انہیں دالانوں میں یا ان کی پشت کی منہدم عمارت میں شکاری جانوروں کے واسطے علیحدہ علیحدہ قطعے قائم تھے۔ درمیانی کمرہ ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۷ ۳/۴ اور قطر ۱۹ فٹ ہے۔ چھت سنگین لداؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف آٹھ دروازے اور ان کے اوپر ایک ایک کھڑکی لگی ہے۔ جنوبی دروازہ میں چھت پر چڑھنے کے واسطے زینہ بنا ہے۔ کمرہ کے گرد کا برآمدہ بھی ہشت پہل ہے جو ۹ فٹ چوڑا ہے اس کا ہر ضلع ۱۸ ۱/۲ فٹ ہے۔ ہر پہل میں ۳-۳ درہیں جن میں درمیانی دربار اور ارد گرد کے اس سے چھوٹے ہیں۔ چھت کے اوپر ۷ فٹ بلند ہشت پہل چوڑا بنا ہے۔

برآمدہ سے ۵۰ فٹ ۲ انچ کے فاصلے پر چاروں طرف غلام گردش کے طور پر ۹ فٹ ۵ انچ چوڑے دالان بنے تھے جس میں آٹھ پہل تھے۔ ہر پہل میں ۷-۷ حجر ابدار در در پڑے تھے اور ۲۲ فٹ کا دور تھا۔ تین پہل مسلم اور چوتھے پہل کے صرف ۵ در باقی رہ گئے ہیں باقی منہدم ہو گئے۔ دالانوں کی پشت پر بھی کچھ عمارت کے نشان پائے جاتے ہیں جس کا ایک ستون ۷ فٹ کے فاصلے پر اب تک موجود ہے۔ اور قرب وجوار میں بھی منہدم عمارت کے آثار ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت وسیع عمارت تھی۔

بارہ درمی متصل اجمیر دروازہ

قوشخانہ کے گوشے جنوب و مغرب میں اس مقام پر جہاں فصیل ختم ہوئی ہے ایک خوبصورت عمارت واقع ہے جو بارہ درمی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے درمیان میں ایک مربع شکل کا کمرہ ہے جس کا ہر ضلع ۲۲ ۱/۲ فٹ ہے۔ چاروں طرف چار دروازے اور

اُن پر کھڑکیاں نصب ہیں۔ مشرقی جہانب کا دروازہ اب بند کر دیا گیا ہے۔ کمرہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے اور چوڑے کی استرکاری پر نہایت نفیس نسبت کاری کا کام ہے۔ کمرہ کے چاروں دروازوں کے آگے ایک ایک سہ دری ۲۰ فٹ \times ۱۲ فٹ بنی ہے جن کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہوئی ہے۔ سہ دری کا درمیانی در بڑا اور ارد گرد کے چھوٹے ہیں۔ سہ دریوں کی بٹل میں چاروں گوشوں پر ایک ایک ہشت پہل سینی بنی ہے جس کی چھت لداؤ کی ہے ان میں بھی گذشتہ نقش و نگار کا کچھ حصہ باقی ہے۔

دوسری منزل پر سہ دریوں کی چھت پر اسی پائش کی سہ دریاں چاروں طرف بنی ہیں۔ لیکن ان کے ستون نقش اور ٹوڑے نہایت خوبصورت ہیں۔ مغربی جانب کی سہ دری منہدم ہو گئی اور مشرقی سہ دری کے نیچے کی چھت گر پڑی ہے۔ ان سہ دریوں کی دیواریں پر نہایت نفیس اور چمکدار سنگ مرمری چوڑے کا صند لایا ہوا ہے جس میں بعض جگہ ایک آئینہ کی طرح منہ دکھائی دیتا ہے۔ مختلف رنگوں سے شکوفہ کاری بھی کی گئی تھی جس کا کچھ حصہ موجود ہے۔

تیسری منزل یعنی کمرہ اور دو منزل سہ دریوں کی چھت اکثر جگہ سے منہدم ہو گئی ہے درمیان میں ایک ہشت پہل چوترہ بنا ہے جس کا قطر ۲۲ فٹ اور بلندی ۹ $\frac{1}{2}$ فٹ اور ہر ضلع ۱۲ فٹ ہے۔ اس چوترہ کے چاروں طرف نہایت خوش نما رنگ آمیزی کا کام جا بجا موجود ہے جو اب تک مثل چینی کے چمکتا ہے۔ چوترہ کے وسط میں ایک دوسرا ہشت پہل چوترہ ہے جس کا قطر ۱۱ $\frac{1}{2}$ فٹ اور ہر ضلع ۴ فٹ ۸ انچ ہے اس کے اوپر ایک خوش نما گنبد دار برجی بنی ہوئی ہے جس کی چھت میں لاجوردی اور رنگارنگ کے خوبصورت نقش و نگار موجود ہیں۔

احسوس کہ یہ خوبصورت عمارت کئی جگہ سے گر گئی ہے مگر نہ معلوم کس وجہ سے محکمہ آثار قدیمہ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ غالباً اس کا آبادی سے کسی قدر فاصلہ پر ہونا مرمت کے مانع ہے۔ اگر حکام کی نظر سے یہ خوبصورت عمارت گذرتی تو ناممکن تھا کہ اس کی مرمت نہ کی جاتی کیونکہ صنعت و خوش نمائی کے لحاظ سے یہ کسی طرح اُن عمارتوں سے کم

نہیں ہے جن کی مرست منجانب سرکار ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اس کے قرب و جوار میں اور بھی آثار قدیمہ کے نشان پائے جاتے ہیں۔ شمالی جانب ایک سچتہ کنواں بھی بنا ہے۔

باب پنجم

عمارات جانب جنوب

پہاڑ کے نیچے کی جنوبی جانب کی عمارتیں

حکیموں کے نل

حمام حکیم ابو الفتح گیلانی

فچپور کی آبادی سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر آگرہ کی سچتہ سڑک کے شمالی جانب ایک نہایت عالی شان اور وسیع حمام واقع ہے جو حکیموں کے نل کے نام سے موسوم اور یہاں کے سب حماموں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حمام قیام کے طور پر ہر خاص و عام کے استعمال کے واسطے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کے اکثر درجے سر حکمت سے پڑ کر کے خاص خاص امراض کے علاج کے واسطے بنائے گئے تھے۔ یہ ایک ہی

حکیم ابو الفتح گیلانی

عہد کے مشہور طبیب شیخ الدین حکیم ابو الفتح گیلانی کی مسیحائی کا نتیجہ اور طلسم کاری کا نمونہ ہے۔ حکیم موصوف مولانا عبدالرزاق گیلانی کے بیٹے تھے۔ ۸۳۰ھ - ۹۸۲ھ میں مع اپنے بھائیوں

حکیم بہرام اور حکیم نور الدین کے ہندوستان میں وارد ہو کر کمال کے جوہری کے دربار میں اعلیٰ درجہ کا تقرب حاصل کیا۔ ۹۸۴ھ میں بنگالہ کی صدارت پر سر فرازی پائی۔ اگرچہ

منصب ہزاری سے کم رہا۔ مگر ہر وقت کی حضوری اور مصاحبت کے سبب سے جو بات انہیں حاصل تھی وہ بڑے بڑے امرا کو میسر نہ تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے امرا ان کی حالت پر رشک کرتے تھے۔ ۹۹۰ھ کے جشن میں انہیں کی رائے سے ممالک شہر و سہ کے بڑے

بڑے شہروں میں دارالشفاف قائم ہونے کی تجویز منظور ہوئی۔ ۹۹۶ھ میں سفر کشمیر میں

بادشاہ کے ساتھ تھے۔ واپسی کے وقت حسن ابدال کے مقام پر درویشکم اور اسمالی میں گرفتار ہو کر سفر آخرت اختیار کیا۔ اکبر کو سخت صدمہ ہوا۔ ان کی تصانیف سے فتاحی شرح قانونچہ قیاسیہ۔ چارباغ۔ بہت مشہور ہیں۔ تمام مورخین ان کے علم و فضل اور کمالات کے باب میں متفق اللفظ ہیں۔ عربی نے ان کی تعریف میں کئی قصیدے بڑی دھوم دھام کے کئے۔ حکیم صاحب نے بھی انہیں اس طرح رکھا کہ جب تک جیچے اُڑ کے پاس جانے کی ضرورت نہ ہوئی۔

ملک الشعرا فیضی نے اپنی عرصہ داشت میں اس حمام کی بابت یہ فقرہ تحریر کیا تھا۔
ہاتش خانہ نامے حکیم ابوالفتح نیز سید اوہم بیکانہ آفاق بود ازین تعریف چہ بالاتر۔ اب حمام کی موجودہ حالت کو ملاحظہ کیجئے۔ اس کا صدر دروازہ جنوب کی جانب ہے جس میں ہو کر حمام کے پہلے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس درجہ میں درمیانی کمرہ کی عمارت دو منزلی ہے۔ چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ کمرہ کے وسط میں سنگین حوض ہشت پہل شکل کا بنا ہے جس میں ایک سنگین نوارہ نصب ہے جو آب شکستہ حالت میں محض بطور یادگار کے قائم ہے۔ کمرہ میں چوڑے کی نفیس استرکاری پر خوبصورت منبت کاری کا کام تھا جس کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اس کمرہ کے مغربی جانب جو دروازہ ہے اُس کے ایک گوشے میں اوپر جانے کے واسطے خمدار زینہ بنا ہے جس میں ۱۳ سیڑھیاں ہیں۔ دوسرے گوشے میں ایک غسل خانہ بنا ہے جس میں ایک چھوٹا سا حوض موجود ہے۔

درجہ اول

دوسرا دروازہ گوشہ شمال و مشرق میں ہے جس کے اندر سے ایک راستہ شمالی جانب حمام کے دوسرے درجہ میں چلا گیا ہے اور دوسرا مشرق کی طرف غسل خانوں تک گیا ہے جہاں مشرق و مغرب میں دو غسل خانے بنے ہیں۔ اس حساب سے پہلے درجہ میں ایک کمرہ اور تین غسل خانے ہیں۔

شمالی دروازہ میں داخل ہو کر حمام کے دوسرے درجہ میں پہنچتے ہیں جہاں پہلے ایک ہشت پہل وسیع کمرہ ملتا ہے جس کے درمیان میں ایک ہشت پہل حوض بنا ہے جس کا قطر ۱۳ فٹ ۷ انچ اور ہر ضلع ۵ فٹ ۹ انچ ہے۔ کمرہ کی چھت لداؤ کی گنبد نما ہے جو نہایت

درجہ دوم

خوبصورت اور وضعدار ہے۔ کمرہ کے در و دیوار اور چھت پر سفید سنگ مرمری چونے کی استرکاری پر جس کی چمک دمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں رنگارنگ کی گلکاری اور طرح طرح کی منبت کاری کی گئی ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ باوجود سارے تین سو برس گزر جانے کے بعض جگہ کے نقش و نگار ایسے آبدار اور چمکدار ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی صناعتانِ باکمال نے کام ختم کیا ہے۔ اس کمرہ میں سات پانی کے خزانے بنے ہوئے ہیں۔ روشنی کے واسطے چاروں طرف سنگین ڈیوٹ نصب تھے جس میں اب ایک اصلی حالت میں موجود ہے۔ کمرہ میں علاوہ اُس دروازہ کے جس سے اس کے اندر پہنچتے ہیں چار دروازے اور ہیں اب ہم ہر دروازہ کی علیحدہ علیحدہ سیر آپ کو کراتے ہیں۔

دروازہ نمبر ۱ گوشہ جنوب و مشرق

اس دروازہ میں داخل ہو کر ایک نہایت خوبصورت اور وسیع غسل خانے میں پہنچ جاتے ہیں جس کے درمیان میں ایک ہشت پہل حوض بنا ہے جس کے دو بڑے ضلع ۷۰ فیٹ - ۷۰ فیٹ ہیں اور چھ چھوٹے ضلع ہیں جن میں ہر ایک ۳۰ فیٹ ہے۔ کمرہ میں چار لداؤں کے در قائم کر کے اُن کے اوپر لداؤں کی گنبد نما چھت بنائی ہے۔ شمالی دیوار میں ایک خوبصورت جھرنانا لگا ہے۔ سرد گرم پانی کے علیحدہ علیحدہ حوض۔ پانی کی آمد و رفت کے راستے۔ نل۔ تالیاں نہایت خوبصورتی سے بنی ہیں۔ گزشتہ نقش و نگار کے نمونے بھی کسی قدر اچھی حالت میں موجود ہیں۔

دروازہ نمبر ۲ جانب مشرق

اس کے اندر جو غسل خانہ ہے اُس کی ساخت اُس غسل خانے سے ملتی جلتی ہوئی ہے جس کا حال اوپر بیان کیا گیا لیکن یہ بہت شکستہ حالت میں ہے۔ اس کے حوض وغیرہ کچھ باقی نہیں ہے۔ نقش و نگار بھی بہت کم باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے مشرق میں ایک کوٹھری اور تھی جو منہدم پڑی ہے۔

دروازہ نمبر ۳ گوشہ شمال و مشرق

اس کے اندر شمال و مشرق میں دو غسل خانے بنے ہیں۔ جن میں پانی کے خزانے

موجود اور نل لگے ہیں نقش و نگار بہت کم باقی ہیں۔

دروازہ نمبر ۴ گوشہ شمال و مغرب

اس کے اندر ایک غسل خانہ۔ شمالی جانب ایک کمرہ۔ اور گوشہ شمال و مشرق میں ایک سینچی اور کوٹھری بنی ہے۔ غسل خانے میں ایک چھوٹا سا حوض موجود ہے۔ نقش و نگار کا بہت کم حصہ باقی رہ گیا ہے۔

حمام کی مشرقی دیوار سے ملا ہوا ایک پختہ کٹواں بنا ہے جس میں سے اس حمام میں پانی پہنچایا جاتا تھا۔ حمام کے چارہ غسل خانوں اور کمروں کے در و دیوار میں نل لگے ہوئے ہیں۔ جس وقت تمام درجوں میں پانی جاری ہوگا۔ حوضوں میں قواریں چھوٹے ہونگے۔ خوش سماجھروں کے ذریعہ سے پانی نیچے اتر کر ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں جاتا ہوگا۔ حمام میں ہر قسم کی آرائش و زیبائش کے سامان موجود ہونگے کیا اس وقت غسل اور سیر کرنے والوں کی نگاہوں میں فردوس بریں کا منتظر نہ پھر جاتا ہوگا اور وہ بلند آواز سے اس شعر کو نہ پڑھتے ہونگے

اگر فردوس بر روئے زمین است | ہمیں است وہیں است وہیں است

جنوبی کارخانہ آب رسانی

مشرق شمالی کارخانہ آب رسانی کے یہ کارخانہ آب رسانی پہاڑ کے جنوبی جانب آگرہ کی پختہ ٹرک پر واقع ہے جو آگرہ کی ٹرک والی باولی کے نام سے موسوم ہے۔ اسی کے قریب وہ پختہ تالاب بنا ہوا ہے جو زمانہ حال میں چونگی کی جانب سے تعمیر کیا گیا ہے اس کارخانہ کی باولی کی عمارت نہایت خوبصورت مضبوط۔ اور عالی شان ہے۔ فچور میں بہت سی باولیاں ہیں مگر کسی کی عمارت ایسی نفیس اور خوبصورت نہیں۔ زمین کے اندر چاروں طرف سنگ سرخ کی سہ منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ اوپر چوتھی منزل پر بھی ایک کمرہ بنا ہوا ہے۔ شمالی جانب مغربی گوشے میں صدر دروازہ ہے۔ اندر دروازہ سے ملی ہوئی مشرق و مغرب میں دو سینچیاں ۶ فٹ ۶ اینچ ۴ فٹ ۶ اینچ بنی ہیں۔ مغربی سینچی

باولی

ملا ہوا زمین اور اس کے برابر تین در کا باولی کا مغربی والاں ۱۸ ۱/۲ فٹ ۶ فٹ ۵ انچ ہے جس کا سلسلہ جنوبی والاں سے مل گیا ہے۔

مغربی والاں کے آگے ایک چھوٹا سا مربع شکل کا چوترا ہے جس پر دروازہ کی جانب سے چار سیڑھیاں نیچے اتر کر پہنچتے ہیں۔ اس چوترا کے نیچے باولی میں اترنے کے واسطے بڑی بڑی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن کے شمال و جنوب میں درمیانی منزلوں میں پہنچنے کے واسطے راستے اور اُن کے بعد والاں بنے ہیں۔ چنانچہ ۱۳ سیڑھیوں کے بعد ایک چوڑی سیڑھی بنی ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر دوسری منزل میں پہنچنے کے واسطے راستے بنے ہیں۔ اس کے بعد ۱۴ سیڑھیاں اتر کر ایک چوترا ۹ فٹ ۸ انچ ۶ فٹ ۱۰ انچ بنا ہے۔ جس کے شمال و جنوب میں ایک ایک سیڑھی اتر کر پہلی منزل کو راستے گئے ہیں۔ اس کے بعد ۱۵ سیڑھیاں اتر کر باولی کے محراب دار در میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ۱۶ فٹ چوڑا ہے۔ نیچے سے اوپر تک کل باولی میں ۱۵ سیڑھیاں چار چوتروں کے ہیں۔ اس در کے نیچے باولی کا حصہ گول دائرہ نما ہے جس کا ارتفاع موجودہ حالت میں کہ باولی بہت پٹ گئی ہے ۲۲ فٹ ہے۔

پہلی منزل میں جانے کے واسطے جو راستے بنے ہیں اُن میں ہر ایک ۷ فٹ ۲ فٹ ہے۔ انہیں طے کر کے پہلی منزل میں داخل ہوتے ہیں جہاں باولی کے چاروں طرف ۵ فٹ ۷ انچ چوڑی ہشت پہل گیلری بنی ہے۔ اس کا ہر پہل ۱۲ ۱/۲ فٹ ہے جس میں ایک ایک باولی کے اندر کھلا ہے۔ اندر سے باولی بھی ہشت پہل کر دی گئی ہے جس کی بلندی گول حصہ سے اس مقام تک ۹ ۱/۲ فٹ ہے۔

دوسری منزل میں پہنچنے کے واسطے جو راستے بنے ہیں وہ ۴ فٹ ۹ انچ ۳ فٹ ۱۰ انچ ہیں اس منزل میں بھی اُسی طرح کی ہشت پہل گیلری بنی ہے جیسی نیچے پہلی منزل میں ہے پہلی اور دوسری منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲ ۱/۲ فٹ ہے جس کے درمیان میں بڑے بڑے تھوڑے لصب کر کے اُن کے اوپر چرخی کی پٹیاں رکھی تھیں۔ اب صرف چار تھوڑے جو ۵-۵ ٹکڑوں سے مرکب ہیں اور اُن کے اوپر کی دو پتھر کی پٹیاں باقی رہ گئی ہیں۔

اس گیلری کے شمال و مشرقی جانب دو ہشت پہل کمرے بنے ہیں جن کا قطر ۲۰ فٹ اور ہر ضلع ۸ فٹ ہے چھت لد او کی اور خوبصورت ہے۔ یہ پانی کھینچنے کے اسی طرح کے کمرے ہیں جیسے شمالی کارخانہ آب رسانی کی باولی اور حوضوں کے ارد گرد بنے ہیں۔ ان میں جو پتھر کی سوراخدار پٹیاں لگی ہیں وہ پتھر کے تین تین ٹکڑوں سے مرکب اور اس عمارت کی وصل کی گئی ہیں کہ اب تک اسی طرح قائم ہیں۔ شمالی کمرے سے تھوڑے فاصلے پر مغرب کی جانب پہلا حوض بنا ہے جس کا حال آگے لکھا جائیگا۔ اسی حوض سے ملا ہوا ایک چوڑا زمین بنا ہوا ہے جو اس عمارت کی چوتھی منزل پر پہنچاتا ہے اس میں ۲۵ سیڑھیاں ہیں۔

تیسری منزل میں پہنچنے کے واسطے جو راستے بنے ہیں وہ ۴ فٹ ۲ انچ ۴ فٹ ۳ انچ ہیں یہاں بھی اسی طرح کی ہشت پہل گیلری بنی ہے جیسی نیچے کی منزلوں میں ہے۔ علاوہ ان آٹھ دروں کے جو باولی کی جانب ہیں ایک دروازہ جنوبی جانب آگرہ کی سچتہ سڑک کے اوپر اور بنا ہے جو سڑک کی سطح کے برابر ہے دوسری اور تیسری منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲ فٹ ہے۔

تیسری منزل کے راستوں کے اوپر جو سنگین دالان بنے ہیں۔ ان میں جنوبی دالان ۱۲ در کا ۸۱ فٹ ۴ فٹ ۵ انچ اور شمالی دالان ۱۰ در کا ہے جو اس سے کسی قدر چھوٹا مغربی دیوار میں جو زمین ہے اُس کی دس سیڑھیاں ملے کر کے سب سے اوپر یعنی چوتھی منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہاں شمالی جانب ایک راؤٹی ٹنا کمرہ بنا ہے جو ۴ فٹ ۴ انچ ۴ فٹ ہے۔ اس میں شمالی جانب تین اور باقی تینوں جانب ایک ایک دروازہ لگا ہے۔ تیسری اور چوتھی منزل کا درمیانی فاصلہ ۱۲ فٹ ہے۔ اور اس مقام سے باولی کا قطر ۲۲ فٹ اور گہرائی ۹ فٹ ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا باولی کی دوسری منزل کی عمارت میں ایک حوض بنا ہوا ہے جس کا مشرقی ضلع ۱۰ فٹ ہے۔ اس حوض میں کسی کل کے ذریعہ سے باولی سے پانی کھینچا جاتا تھا اور یہاں سے ۳۶ فٹ کی بلندی پر کسی نامعلوم طریق سے پہنچایا جاتا تھا دوسرا حوض اس عمارت کے گوشہ شمال و مشرق میں حکیموں کے نل (حمام) کے پاس

تیسری منزل

شمالی اور جنوبی دالان

چوتھی منزل

پہلا حوض

دوسرا حوض

بنا تھا جو منہدم ہو گیا لیکن جینتوں پر نالی بنی تھی وہ اور منہدم حوض کے نشان ابھی تک موجود ہیں اور اُس سے آگے کی نالی شکہ تال کے کنارے ابھی بنی ہوئی ہے۔

تیسرا حوض شکہ تال سے ملا ہوا مغرب کی جانب بنا ہے یہ ۳۲ فٹ ۴ × ۴ فٹ ہے تیسرا حوض اس حوض سے ۳۶ فٹ کی بلندی پر پانی پہنچایا جاتا تھا۔

تیسرے اور چوتھے حوض کی درمیانی نل جو شکہ تال کے مغربی دیوار پر ۵ فٹ ۵ انچ لمبی بنی ہے اب تک موجود ہے اس میں ہو کر پانی چوتھے حوض میں پہنچتا تھا جو اب تک باقی ہے۔ یہاں سے ۴۰ فٹ کی بلندی پر پہنچایا جاتا تھا جہاں سے مختلف نالیوں کے ذریعہ سے دفتر خانہ اور محل خاص میں پہنچتا تھا۔ دفتر خانہ کے مشرقی جانب جو مکان خانہ سال کے واسطے بنایا گیا تھا اُس کی مغربی دیوار کا کچھ حصہ پورا نا ہے چنانچہ اُس کے اوپر دروازہ کے شمالی جانب پختہ نالی بنی ہوئی ہے جس کا سلسلہ شاہی حمام تک معلوم ہوتا ہے۔

مندرجہ ذیل حساب سے واضح ہو گا کہ نیچے سے اوپر کس قدر بلندی پر پانی پہنچایا گیا تھا
 $۲۲ \text{ فٹ} + ۹ \text{ فٹ} + ۱۲ \text{ فٹ} = ۴۴ \text{ فٹ}$ (پہلے حوض تک) + $۳۶ \text{ فٹ} + ۳۶ \text{ فٹ}$ (تختی بلندی)
 حوض نمبر ۲) + $۳۶ \text{ فٹ} + ۳۶ \text{ فٹ} = ۱۴۴ \text{ فٹ}$

مزار فتح خاں و نور خاں شہید

فتح خاں اور نور خاں دونوں بھائی تھے جو کابل کے باشندے بیان کئے جاتے ہیں۔ دونوں کے مزار اگرہ کی پختہ سڑک کے قریب فصیل کے اندر واقع ہیں۔ قصبہ کے لوگ ان مزاروں سے خاص عقیدت رکھتے اور انہیں بانیض بتاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شہنشاہ بابر کی فوج میں شریک تھے اور رانا سنگا کی لڑائی میں شہید ہوئے بعض کا بیان ہے کہ دونوں بھائی سکرواروں کی لڑائی میں اسی مقام پر جہاں اب مزار واقع ہیں شہید ہوئے تھے۔

مسجد شاہ قلی

شاہ قلی محرم دربار اکبری کے ایک بہادر اور نامی امیر تھے جو منصب سہ ہزار و پانصد

پرسر سراز تھے اور بادشاہی خدمتیں نہایت محنت و جانفشانی سے بجالاتے تھے۔ بیرم خاں خان خاناں نے انہیں بچہ سا پالا تھا انہوں نے بھی اس کا خوب حق ادا کیا۔ چنانچہ یہ منجملہ اُن چار امیروں کے تھے جنہوں نے بڑے وقت میں بیرم خاں کا ساتھ دیا اور مصیبت کے وقت رفاقت سے منہ نہ موڑا۔ ہیمنوں کی لڑائی میں یہ ہی ہیمنوں کو مع اُس کے ہوائی ہاتھی کے گرفتار کر کے لائے تھے۔ ایک مرتبہ عاشق مزاجی کے میدان میں بھی انہوں نے خوب بہادری دکھائی۔ قبول خاں نامی ایک قبول صورت نوجوان تھا جو رقص میں مہور اور آواز میں کوئل کو مات کرتا تھا۔ یہ اُس پر دیوانے تھے۔ جب اکبر کو یہ حال معلوم ہوا قبول خاں کو نظر بند کر دیا۔ انہیں بڑا رنج ہوا۔ گھر میں آگ لگا دی اور جو گیوں کا جُون بدل کر جنگل میں جا بیٹھے۔ خانخاناں عبد الرحیم ان کے مرتبی دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے حضور میں بھی سفارش کی اور جوگی جی کی دلداری کے لئے ایک غزل موزوں کر کے جا کر سنائی اور سمجھا بچھا کر پھر جوگی سے امیر بنا کر دربار میں داخل کیا۔

فتحپور میں موجودہ آبادی کے کنارے پرآگرہ کی سڑک کے جنوبی جانب ان کی عالی شان حویلی تھی۔ حویلی تو قائم نہیں رہی لیکن وہ مقام اب تک شاہ قلی کے نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ پورائے آثار میں صرف ایک ٹوٹی ہوئی مسجد سنگ سرخ کی باقی رہ گئی ہے جو کارخانہ آب رسانی کی باولی کے سامنے سڑک کے جنوبی جانب دکھائی دیتی ہے۔ یہ پانچ در کی دوسرے درجہ کی مسجد ہے جس کا رقبہ ۳۴ فیٹ x ۲۶ فیٹ ہے۔ اس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے اندرونی درجہ کی چھت گر گئی صرف بیرونی درجہ کی باقی ہے۔ ممبر وغیرہ کچھ باقی نہیں رہے۔

مسجد خلیل

اسی شاہ قلی کے مقام پر مسجد کے مغربی جانب ایک احاطے کے اندر ایک چھوٹی مسجد اور قبرستان واقع ہے جو مسجد خلیل کے نام سے موسوم ہے۔ یہ تین در کی سنگ سرخ کی مسجد ہے جو ۱۹ فیٹ x ۱۰ فیٹ ہے۔ ارد گرد دو یک درے ہیں جن میں ایک ایک قبر ہے۔ مسجد کے اندر درمیانی محراب کے اوپر عبارت عربی کے نیچے یہ فارسی کتبہ کندہ ہے۔

تاریخ بیست و ہشتم شہر ذی القعدہ یکہزار و یکصد و نو و پنج ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نبائے
 این مسجد باہتمام میر اسماعیل ولد میر حسن علی
 مسجد کے آگے صحن میں کئی قبریں ہیں جن کے تعویذ سنگ سرخ کے ہیں اور ان پر
 فارسی کی یہ تاریخیں کندہ ہیں۔
 تاریخ وفات کربلائی خلیل مرحوم یوم جمعہ بیست و ہشتم شہر ذی القعدہ سنہ یکہزار و یکصد و
 نو و پنج ہجری نبوی ۵

آنکہ نام او بود بیک خدا غیر آن حتی الذی لایوت کرد رحلت چونکہ از دنیا خلیل ہمد فرو و سیاں شد تا ابد ہر کہ آفت گذر از مسلمین باز خواند از رو لطف و کرم گفت مجرم مصرع تاریخ او	ہست بود و باشد و دار و بقا ہر کہ باشد می شود آخر فنا شد جہاں در ماتش ماتم ہوا از ازل چون بود با صدق و صفا برقرار این غریب بے نوا سورۃ الحمد نیز اخلاص را جا بخت یافت این مدفون جا ۱۱۵۵ھ
---	--

دیگر

تاریخ وفات مرزا عباس بیگ مرحوم یوم پنجشنبہ شانزدہم رجب المرجب سنہ یکہزار و
 دوصد و سہ ہجری النبوی ولد آغا ابراہیم بیگ۔

زیر حوادث منزل پُر اضطراب کہ در قصد افاست می کند ہر کہ آمد از عدم اندر وجود اہل این مرقد کہ جایش جنت است	خوش بجاں او کہ شد پا در رکاب آنکہ دارد چوں جواں مرداں شتاب عاقبت عدم خواہد شد بیاب جاں بچاناں داد باشد کامیاب
---	--

گفت در تاریخ او ملہم چنیں

کین شہید عباس در عین الشباب
 ۱۲۰۳ھ

تاریخ وفات مرزا اسماعیل بیگ گوہر بہت وسوم شہر صفر روز دوشنبہ ۱۲۰۵ھ

لیکن آخر خویش را تسلیم عزرائیل کرد	ہر کہ آمد در جہاں بسیار قیل وقال کرد
پس چرامی بایدیش تاخیر اس تعجیل کرد	ہر کہ ازین خاکدان تا چارچوں باید گذشت
از جناب آنکہ او بر مرقدش تنزیل کرد	دارد این مدفون مسکین التماس فاتحہ
باب فردوس بریں مترنگہ اسماعیل کرد	سال تاریخ وفاتش رہ رو فرمود رفت

اسی احاطے کے قریب دوسرا احاطہ ہے اُس میں بھی ایک تین در کی مسجد اور قبرستان واقع ہے

بارہ درمی راجہ ٹوڈر مل

فچہور کے بازار کی سڑک سے جنوبی جانب دو تین فرلانگ کے فاصلے پر گوالیار اور تیرہ دروازہ کے درمیان میں ایک عمارت واقع ہے جو بارہ درمی راجہ ٹوڈر مل کے نام سے موسوم ہے۔ راجہ موصوف ذات کے ٹٹن گوت کے کھتری اور لاہر پور علاقہ اودھ کے چھپے والے تھے۔ بیوہ ماں نے بڑی تنگدستی اور افلاس کی حالت میں پالا تھا۔ اول عام متصدیوں کے زمرہ میں ملازم ہوئے۔ لیکن اپنی لیاقت و کارگزاری کی بدولت بہت جلد ترقی پاکر دیوان کل کے معزز عہدے پر سرفراز ہوئے۔ چیتور۔ رن تھنبور۔ سورت۔ کجرات۔ بنگالہ وغیرہ کے معرکوں میں سپاہگری اور سرداری کے بھی خوب جوہر دکھائے۔ ۹۹۳ھ میں بادشاہ کا جشن ضیافت اپنے گھر (غالبا اسی بارہ درمی میں) میں سرانجام دیا۔ اکبر بادشاہ بندہ نواز اور وفاداروں کا کارساز تھا۔ ان کے گھر پر آیا۔ ان کی عزت ایک سے ہزار ہو گئی۔ ۹۹۳ھ میں منصب چار ہزاری عطا ہوا۔ ۹۹۹ھ میں بمقام لاہور انتقال کیا۔ اکبری عہد کے بہت سے آئین و قوانین اور دفتر دیوان کے دستور العمل ان سے منسوب ہیں کہ تاریخوں میں نقل ہوتے چلے آتے ہیں۔

اس عمارت کے درمیان میں ایک ہشت پہل کمرہ ہے جس کا قطر ۲۵ ۱/۲ فیٹ اور ہر ضلع ۱۰ ۱/۲ فیٹ ہے چھت لداؤ کی گنبد نما ہے۔ چاروں طرف چار بڑے دروازے ۸ ۱/۲ فیٹ چوڑے

راجہ ٹوڈر مل

اور اُن کے درمیان میں چار چھوٹے دروازے ۳ پیٹ فیٹ چوڑے بنے ہیں۔ بڑے دروازوں کی بغلوں میں خول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دروازوں میں جو کواڑ لگے تھے وہ دروازے کے کھولنے کے وقت ان خولوں میں چلے جاتے تھے۔

کمرہ کے آگے چاروں طرف ۳-۳ در کایرآمدہ اور اُن کے گوشوں میں چار چار دروازوں کی بغلی کوٹھریاں یا سینچیاں اور کوٹھریوں کے آگے ایک ایک سہ درمی بنی ہے۔ برآمدہ کے ستون منقش اور نہایت اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار سے مرصع ہیں۔ برآمدوں میں چھوٹے بڑے طاق اور پھول پتے بنے ہوئے ہیں۔

دوسری منزل پر جانے کے واسطے دو زینہ ہیں جہاں برآمدوں اور کوٹھریوں کی چھت پر اسی طرح کے برآمدے اور کوٹھریاں بنی ہیں۔ اُن کے ستون اور توڑے بھی منقش اور بہت خوبصورت ہیں چاروں طرف چار زینے بنے ہیں جن کے ذریعہ سے اس عمارت کی بالا چھت پر پہنچتے ہیں جہاں صرف ایک ہشت پل چوترا بنا ہے۔ عمارت کے چاروں طرف باغ تھا جس کی روشنیوں کے نشان اب تک نمایاں ہیں۔

مسجد بہاؤ الدین

بہاؤ الدین نام ایک شخص جہانگیر کے عہد میں شاہی چوہن پڑ تھا جو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت عالی حوصلہ اور باہمت آدمی تھا۔ اُس نے تیرہ دروازہ کے پاس ایک سنگین مسجد اور مقبرہ تعمیر کرایا تھا جو نہایت خوبصورت اور فچور کی قابل دید عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔

مسجد کا رقبہ ۲۳ پیٹ فیٹ x ۱۳ پیٹ فیٹ ہے۔ آگے ۲۹ فیٹ x ۲۹ فیٹ صحن ہے۔ چھت پتھر کی پیٹوں سے پٹی ہے۔ ستون اور توڑے خوبصورت اور منقش ہیں۔ چھت کے اوپر چار سنگ مرمر کے گلدستے مشرق کی جانب اور چار سنگ سرخ کے مغربی دیوار کے اوپر مرتب ہیں مسجد کے اندر اور باہر یہ کتبہ کندہ ہے ۵

از وضع و از تشریف و از کبر و از صغیر	در زمان بادشاہ گنج بخش مہراں
کامیاب و کام بخش و نامار و کامگار	ہر کے درہر مگاہ آسودہ با من جاں

<p>بروفاق آنکہ باشد پاس بروین ماوک کامراں باشد لعل تائبانے عالم است چوں بہاؤ الدین مسجد را برک خاص و عام بہر خدمت بستہ... چونہ پز... دار و عہ بانے بیت اللہ از اخلاص شدہ بمقبرہ از بہاؤ الدین بود معمور بیت اللہ نو کم نہا سالے دہم تاریخ اتمام بناش مسجد او باد فیض.....</p>	<p>خلق در تعمیر بہر نفع ابنائے زمان شاہ نور الدین ہما گیر عظم صاحب قرآن ساختم بہر سعادت کترین بندگاں زالتفات بادشاہ بادشاہان جہاں وزینادہ رافت قل اللہ کشورستاں سال اتمام بنائش از بہاں صریح بخاں گو بہاؤ الدین شدہ بانی بیت اللہ زجاں نیز بہر سال اتمامش بنزد خوردہ داں</p>
---	--

بیرونی محرابوں پر

<p>آنکہ بہاؤ الدین در فقہور چونہ پز شاہ ہما گیر بود فکر چوپے کرد بت تاریخ کار</p>	<p>کرد بنا مسجد سے پز فیض و نور کوز جہاں گوئے سخاوت رلود نوز دہم سال فرود از ہزار</p>
---	---

اس کے علاوہ پیش طاق کے اندر کلہ طیبہ اور سورہ اخلاص اور درسیان میں رکوع
لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنة الخ کندہ ہے۔

مقبرہ بہاؤ الدین

مسجد سے ملا ہوا شمالی جانب مقبرہ ہے۔ یہ ایک خوبصورت سنگین احاطے سے جس کی
دیواریں ۵ فیٹ بلند ہیں محصور ہے۔ احاطے کی جنوبی اور مشرقی دیوار خوبصورت جالیوں
سے جن میں نہایت خوبصورتی سے محراب و ارطاق بنائے گئے ہیں مزین ہے۔ مغربی دیوار
کے درمیان میں قناتی مسجد اور طاق اور مصلوں کے نشان بنے ہیں۔ دیواروں کے اوپر
نہایت نفیس خوبصورت اور منقش کنگورے بنے ہوئے ہیں جو کل عمارت کی زیب و زینت کا
باعث ہیں۔ یہ احاطہ باستثنائے گوشہ جنوب و مشرق کے جو کسی قدر آگے کو نکلا ہوا ہے
مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۵۰ فیٹ ہے۔ اندر سنگین فرش ہے۔ درمیان میں گنبد

اور اطراف میں ۵-۵ در کا برآمدہ ہے۔ گنبد کے نیچے کا درجہ ۲۰ x ۲۰ فٹ ہے جس میں سنگ مرمر کے دو تنوید ہیں ایک مردانہ بہاؤ الدین کا جس پر قلمدان بنا ہے دوسرا زنانہ اُن کی بیوی کا جس پر تختی بنی ہے۔ دونوں پر بسم اللہ۔ آیت الکرسی۔ اور کلمہ طیبہ اور دیگر آیات قرآنی کندہ ہیں۔ چاروں طرف چار دروازے ہیں جس میں صرف جنوبی جانب کا دروازہ کھلا ہے باقی تینوں میں اندر سنگ سرخ کی اور باہر سنگ مرمر کی یعنی دوہری جالیاں لگی ہوئی تھیں جس میں اب صرف شمالی دروازہ کی دونوں جالیاں باقی رہ گئی ہیں باقی دو دروازوں میں صرف سنگ سرخ کی جالیاں باقی ہیں۔

چاروں طرف کا برآمدہ ۴۲ فٹ x ۴۲ فٹ ہے جس کے ستون اور تورے منقش اور بہت خوبصورت ہیں۔ دیواروں میں طاق اور صراحیاں ترشی ہوئی ہیں۔ صراحیوں کے اوپر اسلم ”اللہ“ نہایت خوش خط منقوش ہے۔ درمیانی حجرے کے اوپر سنگ سرخ کا گنبد اور چاروں کونوں پر سنگ مرمر کے چار گلدستے اور برآمدوں کی چھت پر اُسی طرح کے چاروں طرف ۶-۶ گلدستے بہت خوبصورت مرتین ہیں۔ برآمدہ میں وہی کتبہ کندہ ہے جو مسجد میں ہے اس کے کئی مصرعے مٹ گئے ہیں۔ دروازہ پر ایک پختہ گنواں ہے۔

باب ششم

عمارات قرب و جوار

عید گاہ

فتحپور کی فصیل کے باہر چورکھڑکی کے سامنے پہاڑ کے اوپر ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے جو عید گاہ کے نام سے موسوم ہے۔ ممکن ہے کہ اکبری عہد میں جبکہ فتحپور کی آبادی کوٹوں تک پھیلی ہوئی تھی وہاں کوئی عید گاہ کی عمارت ہو لیکن یہ موجودہ مسجد اس قدر مختصر ہے کہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کسی زمانہ میں عید گاہ کے واسطے مخصوص ہو۔ یہ بالکل ایسی ہی

جیسی اکثر قبرستانوں میں بنا دی جاتی ہیں چنانچہ اس کے آگے جو صحن کا چبوترہ بنا ہوا ہے
اُس پر تین قبریں موجود ہیں جن کے تعویذ نہایت خوبصورت ہیں جو معززین کے معلوم
ہوتے ہیں۔ ان میں دو زمانے اور ایک مردانہ ہے اور تینوں پر آیت الکرسی منقوش ہے
مسجد ۲ فیٹ x ۷ فیٹ ہے جس میں تین در سنگین ستونوں کے قائم ہیں۔ دیوانی
محراب کے اوپر یہ کتبہ کندہ ہے

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوِّلْ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ
اور (میں نے) تم کہیں سے بھی نکلو (میں) تک کہ کئے سے بھی تو جہاں ہو نمازیں (اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو اور یہ (یعنی یا قبا)
سَرِّيتُكَ وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوِّلْ
برحق (اور) تمہارے پروردگار (کے حکم) سے ہے اور (مسلمانو!) اللہ تمہارے عملوں سے بیخبر نہیں اور (اچھے نہیں) تم کہیں سے بھی نکلو

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ
(میں) تک کہ کئے سے بھی تو جہاں ہو نمازیں (اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو اور (مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں ہو کرو (نمازیں)
لَسَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
اُسی کی طرف اپنا منہ کرو (بار بار حکم دینے سے ایک) غرض یہ ہو کہ ایسا نہ ہو لوگوں کو تھیں قائل کرنے کی سزا تھ آجائے مگر ان میں سے جو

وَاحْشَوْنِي وَلَا تَمْنُوا لِي غَنَمِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا
ناحق کی بیگنی کرتے ہیں (وہ تم کو الزام دے بغیر پہنے کے نہیں) تو تم ان سے نہ ڈرو اور ہمارا ڈر رکھو اور دوسری) غرض یہ ہو کہ ہم اپنی

فِيكُمْ رَسُولًا لَّنَكُمُ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيَكُمُ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
تم پر پوری کریں اور (دوسری غرض یہ ہو کہ تم (قبیلے کے بارے میں) سیدھے رہتے ہو اگر (یا احسان بھی اسی قسم کے ہیں) جب ہم نے تم میں تمہاری

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمُ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝
ایک رسول بھیجے جو ہماری آیتیں کو پڑھ سکے اور ہماری اصلاح کرتے اور تم کو کتاب (یعنی قرآن) اور عقل (کی باتیں) سکھائے اور تم کو ایسی باتیں بتائے ہیں

چبوترہ کے نیچے کئی قبریں ہیں جن میں صرف ایک کے تعویذ پر کلمہ طیبہ اور سورہ اخلاص منقوش ہو
مسجد چاروں طرف سے پختہ احاطہ سے محصور ہے۔ چار دیواری کی جنوبی دیوار سے ملی ہوئی
ایک زمین دوز کوٹھری نکلی ہے جو پہلے ایک پختہ چبوترہ معلوم ہوتی تھی نہ معلوم کس طرح سے
اس کی چھت کا تھوڑا سا حصہ کھل گیا ہے تو معلوم ہوا کہ ایک بڑی کوٹھری سی بنی ہے جس کے

اندروچلے کی استرکاری کی ہوئی ہے یہ نیچے سے دیکھنے میں اب بھی ایک چبوترہ ہی معلوم ہوتا ہے نہ معلوم یہ کس غرض سے اور کب بنائی گئی تھی اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں کسی زمانہ کا خزانہ مدفون تھا۔ احاطے کے جنوبی جانب ایک گنبد بنا ہوا ہے۔

قبرستان قدیم

عید گاہ سے لیکر موضع جوتانہ بلکہ منڈوی مرزا خاں تک پہاڑ کے اوپر زمانہ کی بیوفانی کا نقشہ اور عبرت کا مرقع کھینچا ہوا ہے۔ میلوں تک ایک وسیع شہر خموشاں آباد ہے۔ دریاں میں جن جن مقامات پر چکیروں (سنگ تراش چلی بنانے والے) نے پتھر نکالنے کے واسطے سنگیں بارود سے اڑائی ہیں وہاں کی قبریں کچھ پتھر کے ٹکڑوں میں دب دبا گئیں اکثر تعویذ ادھر ادھر پڑے اب تک نظر آتے ہیں۔ جہاں جہاں زیادہ قبریں تھیں وہ البتہ باقی رہ گئی ہیں غرض کہ عجیب حسرت کا مقام ہے۔

گنبد کا جب میرا ہوا شہر خموشاں میں	عجب نقشہ مجھے آیا نظر شاہان عالم کا
کیس آئینہ دلبر شکستہ تھا سکندر کا	کیس ٹوٹا پڑا تھا کاسہ مرغال میں جہم کا

عید گاہ سے مغرب کی جانب ایک بلند ٹیلے پر ایک قتانی مسجد اور سیگڑوں ہزاروں قبریں بنی ہوئی ہیں ہم نے نہایت غور سے ہر ایک سنگین تعویذ کو پاس سے جا کر دیکھا تاکہ فتحپور کی گزشتہ آبادی کے کسی باشندے کا حال معلوم کریں۔ مگر افسوس کہ ہر جگہ نا کامیابی ہوئی۔ دوپہر کا وقت۔ گرمی کا موسم۔ خشک پہاڑ کا مقام۔ حسرت و نا کامیابی۔ ان سب باتوں نے ملکر ہماری ہمت پست کر دی اور ہم ناکام ہی واپس ہوا چاہتے تھے کہ ایک بزرگ کے مزار کے بن چبوترہ نے ہماری رہنمائی کی ہم نہایت شکیات سے اُدھر بڑھے جب چبوترہ پر چڑھ کر تعویذ کو دیکھا اور اُس پر کتبہ نظر آیا تو اس حسرت و عبرت کے مقام پر بھی جو حسرت ہوئی اُس کا بیان امکان سے باہر ہے۔ ایک پختہ چبوترہ پر جو ۱۳۰۰ء میں ہے ایک مزار واقع ہے جس کا تعویذ سنگ سرخ کا نہایت مضبوط ہے۔ اور اُس پر یہ کتبہ منقوش ہے۔ قَالَ تَبَارَكَ اللَّهُ تَعَالَى۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهِ خَافٌ ۝ وَيَبْقَى وَجْهُكَ جو کوئی جو زمین پر سب فنا ہوا الا ہی۔ رہے گا نہ تیرے رب کا

ذَوِ الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ
 بزرگی اور تعظیم والا ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اُس کا مُنہ اسی کا حکم ہے اور اُسی کی ان
 تُرْجَعُونَ ۝ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - قُلْ يَعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا عَلَي أَنفُسِهِمْ
 پھر لوگوں کے کہہ دے اُسے بند میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر
 لَا تَقْشَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ط إِنَّهُ هُوَ
 نا امید نہ ہو اللہ کی رحمت سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہر وہی
 الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝
 ہے گناہ معاف کرنے والا۔

علی اصغر گل باغ سیادت در احسان و فضائل بود گنجے چو رحلت کرد از دنیا بہ جنت	کہ او صافش نہ گنجہ در رسائل خاک راحل بجو تاریخ از گنج فضائل ۹۹۴ھ
--	---

منتخب التواریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ سید علی اصغر بدایوں کے رہنے والے تھے
 اور ۹۹۴ھ میں صاحب منتخب التواریخ کے ساتھ شیخ نظام الدین امینٹھویؒ کی خدمت
 میں گئے تھے۔

مزار بی بی عائشہ و بی بی زبیرہ گندہاے ملحقہ

بی بی عائشہ اور بی بی زبیرہ دونوں بہنیں اور حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم حشتیؒ کی
 صاحبزادیاں تھیں۔ اُن کا حال تو حضرت کے ذکر خیر کے ساتھ بیان کیا جائیگا مزار کا حال
 اس جگہ تحریر کیا جاتا ہے۔ دونوں کے مزار موضع چوتانہ کی آبادی کے مغربی جانب پہاڑ کے
 اوپر جہاں ایک وسیع اور پورا نا قبرستان واقع ہے ایک چھ گھنٹی کے اندر جو ۹۰ فٹ x ۹۰ فٹ
 ہے بنے ہوئے ہیں۔ تو یزید سنگ سفید کے ہیں جن پر زنانہ نشان یعنی تختیاں بنی ہوئی ہیں
 لے موضع چوتانہ اکبری محمد میں قچہر کی آبادی کے درمیان میں اور اب کھنڈ کی ڈھلوان کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شرقی جانب بی بی عائشہ اور غربی جانب بی بی زینب کا مزار ہے۔

اسی قبرستان میں چوکھنڈی کے قریب ایک گنبد بنا ہے جس کے اندر سات سنگین تعویذ ہیں۔ ان میں چار زناتے اور تین مردائے ہیں۔ چند تعویذ برآمدے میں بھی ہیں مگر کتبہ کسی پر نہیں نہ دریافت سے پتہ چلا کہ یہ کس کے مزار ہیں۔ گنبد کے نیچے کا کمرہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۲۴ فٹ ہے۔ اس میں چونے کی استرکاری پر نسبت کاری کے نقش و نگار تھے جس کا کچھ نمونہ اب بھی باقی ہے۔ کمرہ کے آگے چاروں طرف ۴۱ فٹ لمبا برآمدہ ہے جس میں چاروں طرف ۵-۵ در ہیں۔

اس کے مغرب کی جانب تھوڑے فاصلے پر ایک اور گنبد بنا ہے جس کے نیچے کا کمرہ ۲۰ x ۲۰ فٹ ہے۔ چاروں طرف ۳۴ فٹ لمبا برآمدہ ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے کوڑہ بھر دیا ہے۔

تیسرا گنبد اس سے تھوڑے فاصلے پر سندھوی مرزا خاں کی آبادی کے قریب جو کسی زمانہ میں قنچور کا ایک محلہ تھا واقع ہے۔ اس کے اندر چکیروں نے اس قدر کوڑہ بھر دیا ہے کہ یہ اوپر تک پٹ گیا ہے۔ اس کا رقبہ باہر سے ۲۰ x ۲۰ فٹ ہے اندر باہر بہت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے جن کا کچھ حصہ اب بھی موجود ہے۔ دو سنگین تعویذ مغرب کی جانب باہر پڑے ہیں۔ عجیب دنیا کا کارخانہ ہے۔ زندگی میں کیا عالم ہوگا۔ مرنے کے بعد کس شان کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ آج کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں۔ گنبد میں کوڑہ کرکٹ بھرا ہے۔ تعویذ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ افسوس ہے

تھے جو مشہور قیصر و فغفور	باقی اُن کے نہیں نشانِ قبور
تاج میں جن کے ٹکٹے تھے گوہر	ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسہ سحر

پھاڑ کے نیچے جنوبی جانب بیابانہ کی سڑک پر ان دونوں گنبدوں کے درمیان میں ایک بڑی پختہ باولی بنی ہوئی ہے جس کا قطر ۱۲ فٹ ہے۔ یہ کسی باغ کی باولی معلوم ہوتی ہے کناروں پر پختہ تالیوں کے نشان بنے ہیں۔

مقبرہ نواب ابراہیم خاں

نواب ابراہیم خاں حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ کے بھتیجے اور دہاراگیری کے ایک قابل امیر تھے۔ ان کا مقبرہ موضع رسول پور میں جو فتحپور سے شمالی جانب کوس ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر واقع ہے بنا ہوا ہے۔ مقبرہ میں چاروں طرف پختہ چار دیواری ہے جس کی دیواروں کے اوپر خوبصورت کنگورے۔ اور چاروں گوشوں پر برج اور ان کے نیچے کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں۔ احاطے کا رقبہ اندر سے ۱۱۶ فٹ x ۱۴۱ فٹ ہے۔ چار دیواری کی دیواریں ۳ فٹ آثار کی ہیں اور ان پر چوٹے کی استرکاری ہے۔ اندر سنگین فرش تھا جس کے اب صرف کہیں کہیں کے پتھر باقی رہ گئے ہیں۔ ایک چھوٹا دروازہ مشرق کی جانب اور صدر دروازہ شمالی جانب بنا ہے جس کے بیرونی جانب رنگین پیل اور طاق کے اندر کا سرخ رنگ کا پھول اب تک باقی ہے۔

مغربی جانب مقبرہ سے ملی ہوئی قناتی مسجد بنی ہے جو ۳۵ x ۲۲ فٹ ہے۔ دیوار میں تین طاق بنے ہیں۔ درمیانی بڑے طاق کے ارد گرد دائرہ نما پھول اور چھوٹے طاقوں کے ارد گرد دائرہ نما پلیٹ پر کلمہ طیبہ منقوش ہے۔

ایک پختہ چبوترہ پر جو ۶۰ فٹ x ۶۰ فٹ ۶ انچ اور ۴ فٹ بلند ہے مقبرہ کا عیالین گنبد بنا ہوا ہے۔ بیرونی چاروں طرف بڑے بڑے محراب دار در ۴ فٹ ۱۱ انچ چوڑے بنے ہیں جن کے اطراف میں نہایت خوبصورت سفید پیل چوٹے کی بنی ہوئی ہے جو پائنداری میں سنگین پیل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ درمیانی کھڑکیوں کے دونوں سروں پر ”یا اللہ“ اور کہیں ”یا فتاح“ تحریر ہے۔ انہیں محراب دار دروں کے اندر دروازے ہیں جن میں تین جانب کے دروازے سنگ سرخ کی جالیوں سے بند ہیں صرف جنوبی دروازہ کھلا ہی گنبد کے نیچے کا حصہ ۲۵ فٹ ۱۰ انچ x ۲۵ فٹ ۱۰ انچ اور دروازوں کا آثار ۴ فٹ ۵ انچ ہے۔ دروازوں کی بجلوں میں دو بڑے بڑے طاق بنے ہیں۔ اُس سے اوپر کا حصہ شہنشاہ ہے جس میں چاروں طرف چار محراب دار سینچیاں (بڑے طاق) اور گوشوں میں طاق بنے ہیں

اُس کے اوپر پہلے قالم کر کے محرابدار کھڑکیوں کے نشان بنائے ہیں۔ اس کے اوپر لداؤ کی چھت ہے۔ چھت کے درمیان میں ایک بڑا دائرہ نما پھول جس کے اطراف میں آٹھ چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہیں نہایت باریک اور خوبصورت بنا ہوا ہے۔ تمام در و دیوار اور چھت پر خوبصورت رنگین بیلین۔ مختلف نقش و نگار بنے ہوئے تھے جس میں بہت کچھ اب بھی باقی ہے۔ فرش سنگ سرخ کا تھا جس کے پتھر لوگ اکھاڑ کر لے گئے اب بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ ۹ بڑے اور ۷ بچوں کے تعویذ گنبد کے اندر ہیں جن میں تین سنگ مر کے ہیں۔ ان میں درمیانی تعویذ نواب ابراہیم خاں کا ہے۔ گنبد کے اندر سرائے فانی کی بیو فانی کا نقشہ اور دنیائے دنی کے کارخانہ کا مرقع نظر آتا ہے۔ عجیب عسرت کا مقام اور حسرت کی جگہ ہے ع حسرت برس رہی ہے یہ کس کا مزار ہے؟ وہی نواب ابراہیم خاں جو کسی وقت میں اکبر کے منظور نظر صاحب اور دار الخلافت کے صوبہ دار تھے۔ وہی نواب صاحب جنہوں نے مرتے وقت ۲۵ کروڑ روپے اپنے خزانہ میں چھوڑے تھے۔ وہی نواب صاحب جن کی اولاد بفضلہ تعالیٰ آج بھی معزز اور عام مسلمانوں کی حالت دیکھے جا سکتی ہے کس سپہی کے عالم میں کچھ لحد میں پڑے ہیں۔ مزار پر روشنی۔ خوشبو۔ پھول پتے آرائش و زیبائش کے بجائے بلا مبالغہ سیروں کبوتروں کی بیٹ اور کوڑے کرکٹ کا انبار لگا ہوا ہے سچ کہا ہے

دیدم جغدے نشستہ در وقت بکاہ	بر کنگدہ مقبرہ نوشرواں شاہ
فریاد کنان ز روئے عسرت میگفت	کو آں ہمہ شمت و منال آں بہر جاہ
افسوس عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے	نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
گردش چرخ سے ہلاک ہوئے	استخوان تک بھی ان کے فکال ہوئے

جنوبی دروازہ کے آگے زینہ بنا ہے جس کی ۲۴ سیڈھیاں ملے کر کے چھت پر پہنچتے ہیں چھت کے چاروں گوشوں پر ۴ فیٹ ۲ انچ ۴ فیٹ ۲ انچ چبوتروں پر گنبد دار برجیاں بنی ہیں۔ درمیان میں ۹ فیٹ ۴ انچ بلند ہشت پہل چبوترہ پر جس کا ہر ضلع ۱۵ فیٹ ہی ایک خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے۔ چبوترہ کے بالائی حصہ پر سرخ رنگ کے کنگور بنے ہیں

جن کے درمیان میں چولنے کے اوپر ”یا اللہ“ اور ”یا فتاح“ لکھا ہوا ہے۔ چھت کے چاروں طرف پانچ فٹ ۵ انچ بلند دیواریں ہیں۔ جن کے اوپر چاروں طرف دودو گلدستے بنے ہیں۔ تمام عمارت میں چولنے کی استرکاری پر نہایت نفیس گھٹائی کی گئی تھی جس کا نمونہ زمینہ کے اندر باقی رہ گیا ہے۔ مقبرہ سے مشرقی جانب بہت بڑا پختہ تالاب بنایا گیا تھا جس میں اب زراعت ہوتی ہے۔ پختہ دیواروں کا کچھ حصہ موجود ہے۔

تالاب

مزار آدم شہید

موضع رسول پور کے پہاڑ کے نیچے گوشہ شمال و مغرب میں اُس راستہ کے اوپر جو رسول پور سے پت سال کو گیا ہے ایک چبوترہ پر بہت سے شہداء کے مزار ہیں۔ جو سکروا کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے۔ ان میں ایک مزار کے اوپر حجرہ بنا ہوا ہے جس کی چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ قرب و جوار کے دیہات والے اس مزار سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ جب کسی کی بھینس یا گائے بچہ دیتی ہے تو وہ کھیر اور پیوسی لیجا کر اس مزار پر چڑھاتا ہے۔ صاحب مزار کا نام آدم شہید مشہور ہے۔ تین قبروں کے تعویذ سنگ مرخ کے ہیں جو بعد کے معلوم ہوتے ہیں۔

مزارات موضع چریاری

فتحپور کے شمالی جانب ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر اور سیکری کے سوانہ سے ملا ہوا موضع چریاری واقع ہے۔ اس کی آبادی کے مشرقی جانب پہاڑی اور مغربی جانب ایک بہت بڑا اور بلند کھیرا ہے۔ جس کے قرب و جوار میں بہت سے آثار قدیمہ کے نشان ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں اور سکروا رٹھا کروں سے ۱۲ھ میں اسی مقام پر لڑائی ہوئی تھی۔ کھیرہ کے اوپر درمیان میں ایک بزرگ کا مزار واقع ہے۔ جس کا بالائی تعویذ تین پختہ چبوتروں پر جو یکے با دیگرے کھیرے کے سب سے بلند مقام پر بنائے گئے

۱۵ قصبہ سیکری کے بیان میں دیکھو

ہیں اور کھڑے سے ۱۲ فٹ بلند ہیں واقع ہے۔ یہ تعویذ سنگ مرمر کا ہے مگر اب شکستہ حالت میں ہے۔ بالائی چوترہ کے ارد گرد سنگ سرخ لگا ہوا ہے جس پر نہایت عمدہ کٹاؤ کا کام ہے نیچے تختہ خانہ میں پختہ قبر ہے۔ نیچے کے چوترہ کے چاروں گوشوں پر برجوں کے نشان ہیں۔ مغرب کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مقبرہ نہایت بلند بنا ہوا ہے جس کے اوپر دو سنگ سرخ کے تعویذ نظر آتے ہیں۔ مگر اُس کے اوپر چڑھنے کا راستہ اب منہدم ہو گیا ہے اور کوئی جگہ ایسی باقی نہیں کہ جہاں سے کوئی آدمی اوپر چڑھ سکے۔ قرب وجوار میں اکثر سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ مزار بہت پر فضا جگہ پر واقع ہے۔ کوسوں تک کا منظر وہاں سے دکھائی دیتا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی گانوں والوں اور قرب وجوار کے لوگوں سے ملا۔ مگر ان مزاروں میں آرام کرنے والوں کے حال بے گنمائی کا پردہ نہ اٹھا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ کھڑے والا مزار ”پیر پنچ“ کے نام سے موسوم ہے اور گاؤں والے جو سب ہندو ہیں اس مزار سے خاص عقیدت رکھتے اور نذر و نیاز چڑھاتے رہتے ہیں۔ غالباً یہ اُسی لڑائی کے شہدا کے مزار ہیں۔

آبادی سے تھوڑے فاصلہ پر گوشہ جنوب و مشرق میں ایک پختہ چوترہ پر جو ۲۵ x ۲۵ فٹ ہے ایک سنگ سرخ کا مقبرہ بنا ہوا ہے جس میں نہایت نفیس پتھر لگا ہے۔ اس کا رقبہ ۲۲ x ۲۲ فٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین در ہیں۔ چھت اب کھلی ہوئی ہے۔ درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔ اوپر کے پتھر کچھ منقش بھی ہیں۔ کل عمارت کی ساخت پتھور کی عمارت سے ملتی جلتی ہے۔ عمارت کے چاروں طرف اور اندر۔ کربیل۔ جال۔ پیلو۔ ہنگوٹ کے درخت اس قدر گھنے لگے ہیں کہ مقبرہ کو طلسم کا ولی بنا دیا ہے۔ قریب سے بھی کچھ نظر نہیں آتا نہ کسی طرف سے اندر جانے کا راستہ باقی ہے۔ نہایت وقت اور مشکل سے درختوں کو صاف کر کے گرتے پڑتے اندر تک پہنچے جب معلوم ہوا کہ مقبرہ ہے اور درمیان میں سنگ مرمر کا تعویذ اُٹا پڑا ہے۔

آبادی کے گوشہ جنوب و مغرب میں ایک اور سنگ سرخ کا مقبرہ ہے جس کا رقبہ ۱۵ قرب وجوار کے مسلمان ان بزرگ کا نام سرور سلطان بتاتے ہیں ایسی نام کا ایک مزار موضع رنگتہ میں بھی ہے

۱۷ x ۱۷ فٹ ہے۔ چاروں طرف تین تین دروازے ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ دو سنگ سرخ کے تعویذ اندر ہیں اور دو تین باہر رکھے ہوئے ہیں۔ گاؤں والے ان دونوں مقبروں کو چوکھنڈی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان گناہوں کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔

آبادی سے جنوب کی جانب راستہ کے قریب ایک ہزار ہے جس کا تعویذ سنگ سرخ کا نہایت مضبوط۔ منقش اور خوبصورت ہے۔ خوش قسمتی سے اس پر کتبہ موجود تھا اور کتبہ کی ایسی صنعت کا کہ آج تک ہزاروں کتبے دیکھے مگر اس صنعت کا کتبہ کہیں نظر نہیں پڑا۔ تعویذ پر مشرقی جانب نہایت خوش خط نسخ میں آیت الکرسی کندہ ہے۔ مغربی جانب بالکل اُسی خط میں بخط معکوس آیت الکرسی تحریر ہے۔ میں نے بہت دیر تک اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دونوں کا ایک ایک لفظ ملایا مگر کہیں فرق نظر نہ آیا۔ بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ایک جانب لکھا ہے وہی دوسری جانب پتھر پر چا دیا ہے۔ حروف ابھرے ہوئے اور بڑے بڑے ہیں بالیں پر جدا گانہ خط میں دو جگہ کلمہ طیبہ اور پائیں پر یہ تاریخ کندہ ہے ۵

زار محمد یار

ایک خاص صنعت کا کتبہ

محمد یار در کشمیر جہاں داد	کہ چوں رستم دلیر و صفت شکن بود
بروز جمعہ در ماہ ذوالحج	وفات آں جوان سیم تن بود
در یقابست سالہ از جہاں رفت	کہ بالایش چو شاخ نارون بود
ز در و ماتم موتش بمالم	کرا در دل امیر زیستن بود
بستم از خرد سال وفاتش	خرد گفتا۔ عجب شمشیر زن بود

سنہ کچھ مٹ سا گیا ہے مگر تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے جو شہنشاہ ہمایوں کا عہد ہے۔

پون چکی

اسی موضع چریاری میں پہاڑی کے سب سے بلند چوٹی پر ایک عمارت کے کچھ آثار باقی ہیں جو پون چکی کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک ہشت پہل گج کا مکان ہے جس کا ہر ضلع ۷ فٹ ۴ انچ اور قطر ۱۱ فٹ ہے۔ ہر پہل میں ایک دروازہ ہے۔ چھت لداؤ کی ہے جس کے

اور ۳۳ فٹ ۴ انچ بلند سنگین چبوترہ ہے۔ یہ چبوترہ بھی ہشت پہل ہے جس کا ہر ضلع ۱۰ فٹ ۷ انچ ہے۔ اس پاس اُور بھی عمارت کے آثار ہیں۔ بہت سے سنگین اور منقش ستون اور پتھر ارد گرد پڑے نظر آتے ہیں۔

فارسی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میر فتح اللہ شیرازی نے قنچور میں پون چکی بنائی تھی جو نہو اسے خود بخود چلتی تھی غالباً یہ اُسی چکی کی عمارت ہے۔ فارسی تاریخوں میں اس کا نام ”باد آسیا“ یعنی ہوا کی چکی لکھا ہے۔ صاحب آثار الامرا میر موصوف کے حال میں لکھتے ہیں ”آسیا نے ساختہ کہ خود حرکت میکرد و آرد شد“

گوگامحل (گنگ محل)

موضع چڑیاری کے کھیرہ کے قریب ایک مکان کے آثار ہیں جو گوگامحل کے نام سے موسوم ہیں۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ دربار اکبری میں ایک دفعہ یہ سوال پیش ہوا کہ انسان کی طبعی اور مادری زبان کیا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب بچے عربی اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اس کی اصلیت کیا ہے۔ ۹۸۹ھ میں اس کی تحقیق کے لئے بین شیرخوار بچے اُن کی والدین کو بہت سا روپیہ دیکر لئے گئے۔ اور شہر (فتچور) سے باہر ایک وسیع عمارت اُن کے رہنے کے واسطے بنوائی گئی۔ اور وہاں لیجا کر رکھا۔ اُن کی پرورش کے لئے جو اتائیں رکھی گئی تھیں اُنہیں حکم دیا گیا کہ کسی قسم کی اُن کو تعلیم نہ دی جائے نہ اُن کے سامنے کچھ گفتگو کی جائے۔ بچوں اور خدمت گاروں کے واسطے ہر قسم کے سامان آسائش کے مہیا کئے گئے۔ مکان کا نام گنگ محل رکھا گیا۔ تین چار برس کے عرصہ میں کئی بچے مر گئے۔ جو باقی بچے بادشاہ اُن کے دیکھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ خدمت گاروں نے بچوں کو لا کر آگے چھوڑ دیا۔ چلتے پھرتے کھلتے۔ کودتے تھے بولتے بھی تھے۔ مگر ایک لفظ بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ جانوروں کی طرح غائیں بائیں کرتے تھے۔ غالباً یہ وہی گنگ محل ہے جو دیہات کی بولی میں گوگامحل مشہور ہو گیا ہے۔

۱۰ میر موصوف کا حال باب سوم میں ملاحظہ کیجئے ۱۱ دربار اکبری۔ منتخب التواریخ وغیرہ

بستان سراے

اکبر کے عہد میں آگرہ سے فوجپور تک جا بجا شاہی باغ۔ بازار۔ مسجدیں وغیرہ بنی ہوئی تھیں۔ جن میں سے اکثر کے مندرجہ آٹار اب تاک سڑک کے کنارے پر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اکیسویں میل پر سڑک کے شمالی جانب نہر کے کنارے پر ایک مسجد سنگ سرخ کی اب تک موجود ہے۔ اکثر باغات کے دروازے کھڑے رہ گئے ہیں جو دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ جس مقام پر اب کراولی آباد ہے یہاں سے فوجپور کی سرحد شروع ہو جاتی تھی۔ جب اکبر نے فوجپور آباد کیا اور یہاں محلات شاہی تعمیر ہوئے تو اکبر کی والدہ حمیدہ بانو بیگم نے جن کا لقب میر کم مکانی تھا اس مقام پر جہاں اب کراولی کی تحصیل واقع ہے اپنے محل تعمیر کرائے جس کے ارد گرد بلوغ دل کشا لگایا جو بستان سراے کے نام سے موسوم تھا۔ اکبر۔ جہانگیر شاہ جہاں کا اکثر مقام اس بلوغ میں ہو کر بنا تھا۔ باغ کے احاطے کے کچھ نشانات اب بھی موجود ہیں اور محلات میں تحصیل کا دفتر اور تحصیلدار صاحب کے رہنے کا مکان ہے آبادی کے اندر ایک مسجد اور مقبرہ (گنبد) بھی اسی عہد کا موجود ہے مگر ان پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ جس موضع کی اراضی میں یہ تحصیل واقع ہے وہ باغ کلاں کے نام سے موسوم ہے۔

مسجد مٹھا کر

مٹھا کر آگرہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پر آگرہ اور فوجپور کے درمیان میں ایک گاؤں ہے۔ یہاں کا ایک خاص تاریخی واقعہ قابل بیان ہے کیونکہ اکبر کے صوفیانہ خیالات اور بزرگوں سے اعتقاد کی ہمیں سے ابتدا ہوئی جس کا حال یہ ہے کہ ۹۶۱ھ میں ایک دن شکار کھیلتا ہوا اکبر ادھر آ نکلا۔ اسے ہندوستان کے گانا سننے کا بہت شوق تھا یہاں پر قوال حضرت شیخ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے فضائل و کرامات میں گیت گا رہے تھے اس مقام پر تحصیل ہے آگرہ سے ۱۵ میل اور فوجپور سے ۸ میل ہے

تھے۔ اکبر بھی سُننے لگا۔ تو آلوں نے معرفت الہی کا ایسا سماں باندھا کہ اکبر کو خاص ذوق شوق طاری ہوا اور وہیں سے سیدھا اجمیر کو روانہ ہو گیا۔ زیارت کے مراتب ادا کئے دل کی مرادیں عرض کیں اور نذر و نیاز چڑھا کر رخصت ہوا۔ خدا کی قدرت اور حسن اتفاق کہ جو کچھ مانگا تھا اُس سے زیادہ پایا اس لئے زیادہ اعتقاد بڑھا اور روز بروز برابر بڑھتا گیا۔ کئی مرتبہ آگرہ اور فتحپور سے پایادہ پابرہنہ گیا اور یہ تو ہمیشہ کا معمول تھا کہ ایک منزل سے پیادہ ہو جاتا تھا۔

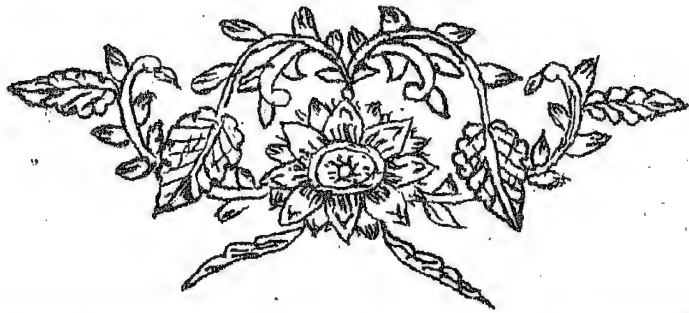
مڑھا کر میں اکبر کی بیگم سلیمہ سلطانہ کا باغ تھا۔ توڑک جہانگیری سے واضح ہے کہ مرنے کے بعد وہ اسی باغ میں مدفون ہوئیں۔ باغ یا کوئی عمارت اب باقی نہیں۔ لیکن مقام اب تک شاہی باغ کے نام سے موسوم ہے اور چند سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں آثار قدیمہ میں صرف ایک چھوٹی سی تین در کی مسجد اور اُس کے قریب ایک سنگین برج باقی ہے جو آبادی کے قریب سڑک پختہ کے کنارے پر واقع ہیں۔ مسجد کا رقبہ ۹۵ فیٹ x ۲۴ فیٹ ہے جس میں ۲۲ فیٹ x ۲۳ فیٹ مسجد اور بقیہ صحن ہے۔ ستونوں پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

”بندگان حضرت ظل الہی بعد از فتح دکن بندہ را از آگرہ بہ جانب عراق و خراسان سالہ مخص فرمودند۔ حررہ محمد معصوم بکری بن سید صفائی المتخلص بہ نامی“

دیگر۔ من معدن الافکار

بجنتی عمر ست چنناں را ہوار	کش نتواں باز کشیدن ہمار
نامی ازین رہ دلت آگاہ بہ	ساز بہ اندازہ ازین راہ بہ

قابلہ و کا تبہ محمد معصوم التامی والہ بکری تحریر فی شہر رمضان سالہ ۱۰۲۰ھ



باب ہفتم

سیکری اور اس کی عمارتیں

قصبہ سیکری

غالباً یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ سیکری جو اب فتحپور کے قریب ایک گاؤں ہے قدیم الایام میں ایک بڑا قصبہ تھا جو سرکاریانہ کے متعلق تھا۔ اس پورے قصبہ کی تاریخ بالکل تاریکی میں ہے۔ آج اگرچہ یہ قصبہ ویران اور تباہ پڑا ہے تاہم آثار قدیمہ کے شوق نے فتحپور کی تاریخ کے ساتھ اس قصبہ کی تاریخی حالت پر بھی مجھے متوجہ کیا۔ میں نے بہت سی قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی ورق گردانی کی۔ لیکن کہیں اس کی تاریخ کا ٹھیک پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد کئی مرتبہ موقع پر پہنچا اس کے کھنڈوں کی خاک چھانی۔ بہت سی قبروں۔ ٹوٹی پھوٹی مسجدوں۔ پورانی دیواروں کو نظر غور اور نگاہ شوق سے دیکھا کہ کسی جگہ سے یہاں کے قدیم اور بے نشان باشندوں کا کچھ نام و نشان ملے۔ بہت سے کم سن سال باشندوں سے ملا اور گفتگو کی کہ شاید کسی کی زبان سے کوئی مطلب کی بات نکلے مگر افسوس کہ جیسی دل کی خواہش تھی کامیابی نہ ہوئی۔ اس قدر تلاش و جستجو سے جو حالات دستیاب ہوئے ہیں وہ ہر یہ ناظرین کے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ معزز ناظرین ان مختصر حالات کو جو نہایت سر دردی سے ہم پہنچائے گئے ہیں خاص دلچسپی سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

سیکری میں قدیم زمانہ سے سکروار گوت کے ٹھا کر آباد تھے۔ اور اسی مناسبت سے اس کا نام سیکری یا سیکری تھا۔ ۱۱۴۳ھ ۱۱۱۸ء ب میں جبکہ اس مقام کا فرماں روا راجہ بلرام سکروار تھا۔ ابوبکر قندھاری نام ایک مسلمان سپہ سالار بیانہ کے قلعہ کو

فتح کرنے کے واسطے اس نواح سے گزرا تو یہاں کے سکروار ٹھاکروں نے بی بی جھبیلی نام ایک مسلمان عورت کے ڈولے کو جو چند مسلمان سپاہیوں کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا تھا لوٹ لیا اور سب کو مار ڈالا۔ جس مقام پر یہ کشت و خون ہوا تھا وہ اب تک جھبیلی کا ٹیلہ کہلاتا ہے۔ جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے بیانہ کے قلعہ کو فتح کر کے اس طرف کا رخ کیا۔ یہاں سکرواروں سے سخت معرکہ پڑا۔ آخر کار مسلمانوں نے فتح پائی۔ اور سکرواروں کو یہاں سے نکال باہر کیا۔ اور شکرانہ فتح میں راجہ بلرام کے مندر کو توڑ کر مسجد بنا لیا جو اب تک شکستہ حالت میں موجود ہے۔ سیکری کے باشندوں کا بیان ہے کہ اب تک کوئی سکروار یہاں نہیں آتا۔ بیانہ کی فتح کی نسبت یہ ہندی دواہرہ اب تک عوام کی زبانوں پر ہے۔

اگر وہ سو تتر چھاگ تیج ربی وار بجے مندر گڑھ توڑا ابو بکر قندھار
یعنی ۳۰ بھاگن سمیت ب کو ابو بکر قندھار نے بیانہ کے قلعہ کو فتح کیا۔ فارسی تاریخوں میں بیانہ یا سیکری کی اس لڑائی کا کچھ حال نہیں لکھا۔ لیکن سمت ۱۱۱۲ھ کے مطابق ہوتا ہے جو سلطان بہرام بن مسعود غزنوی کے جلوس کا سال ہے۔ سب مورخین نے لکھا ہے کہ اُس نے تخت نشین ہو کر ہندوستان کی طرف لشکر بھیجا اور ایسے مقام کہ اُس کے بزرگوں سے بھی فتح نہ ہوئے تھے فتح کئے۔ فرشتے نے اتنا زیادہ لکھا ہے

یہ ٹیلہ اُس راستہ کے اوپر واقع ہے جو قنچور سے نگر کو گیا ہو۔ اسی پر بی بی جھبیلی کی قبر بتائی جاتی ہے جس کا کچھ خفیف نشان باوجود ہے۔ قریب میں پیل اور آئب کے درخت اور جدید مندر ہیں۔ مندر کے دوسری جانب ایک بزرگ کا فرار ہے جو عوث صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک مسجد بھی تھی جو منہدم ہو گئی لیکن نشانات اب تک موجود ہیں۔ اس لڑائی کے شہداء کے فرار موضع رسول پور اور چواری میں موجود ہیں۔ جامع مسجد کا حال دیکھئے ابو بکر قندھاری کی خانقاہ بیانہ میں اب تک موجود ہے۔ یہ وہی سلطان بہرام ہے جس کے نام پر شیخ نظامی گنجوی نے متنوی مخزن الاسرار لکھی ہے۔ سید حسن غزنوی نے اُس کے جلوس کے دن جو قصیدہ لکھا تھا اُس کا مطلع یہ ہے۔

ندائے برآمد زہدیت آسمان کہ بہرام شاہ است شاہ جہاں
بادشاہ علا فضلہ کی قدر دانی میں شہرہ آفاق تھا۔ کتاب کلیدہ دمنہ اُسی کے عہد میں اور اُسی کے نام پر عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی۔ حکیم سنائی نے حالات قید میں کتاب حدیقتہ الحقیقتہ بھی اُسی کے نام پر لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔
عش گر بارگاہ رازید شاہ بہرام شاہ رازید

۱۱۱۲ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۱۵۲ھ میں انتقال کیا۔

وہ کہ اُس نے اپنے عہد دولت میں چند مرتبہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہو کر ستمزدوں کی خوب گوشمالی کی اور اول مرتبہ جب ہندوستان میں آیا تو محمد باہلم کو جو سلطان ارسلان شاہ کی طرف سے لاہور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اور شاہ موصوف کے مقابلہ میں علم مخالفت بلند کیا تھا۔ ۲۷ رمضان ۱۱۱۸ھ کو گرفتار کر کے قید کیا پھر اُس کو معاف کر کے بدستور سابق ہندوستان کا سپہ سالار کیا اور خود غزنین کی طرف مراجعت کی۔ محمد باہلم نے سلطان کے جانے کے بعد قلعہ کانجر کو فتح کیا۔ غالباً اسی لشکر یا اس کے کچھ حصہ نے بیانہ اور سیکری کو مفتوح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ لڑائی موضع چڑیاری میں جو سیکری کے سوانہ سے ملحق شمالی جانب واقع ہے ہوئی تھی۔ وہاں کے کھیرے اور چند مزارات سے اس خیال کی تقویت ہوتی ہے۔ اس کے بعد معلوم کتنی مدت بعد راجپوت پھر بیانہ اور اُس کے قرب وجوار علاقے پر قابض ہو گئے۔ ۱۱۹۵ھ میں شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک نے پھر بیانہ کے قلعہ کو فتح کیا اور اس نواح کی حکومت اپنے ایک ترک غلام بہاؤ الدین طغرل کو عطا فرمائی۔ اُس کے مرنے کے بعد یہ مکمل علاقہ سلطنت دہلی میں شامل ہو گیا۔

۱۱۱۸ھ میں مسلمان سیکری میں آباد ہوئے۔ اُس وقت سے مغلوں کے ابتدائی عہد تک یہ قصبہ خوب رونق پر رہا۔ اُن کتبوں سے جو محمد دوم صاحب کے مقبرہ میں موجود ہیں پتہ چلتا ہے کہ اکبر کے اخیر عہد تک یہاں مسلمانوں کی خاصی آبادی موجود تھی۔ کسی ہندو مت مذہب کے کتبہ کا ایک ٹکڑہ انبیاء والی مسجد میں رکھا ہے۔ اُس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

در زمان جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس مسجد بنا کرد بہاؤ الدین سنہ ۹۷۰ھ و اس سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ گذشتہ آبادی کی وسعت کا اس مشہور روایت سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ قصبہ میں ۵۰۰ گھر صرف انصاریوں کے تھے۔ ۸۴ مسجدیں۔ ۵۰۔ ۶۰ برس پیشتر موجود تھیں جن کے نشانات اب تک بتلائے جاتے ہیں۔ علاوہ اُن

۱۵ اکثر مسجدوں کے اندر آبادی ہو گئی ہے۔ میں نے ایک بڑی مسجد کو اندر سے جا کر دیکھا اُس میں دو تین گھر بن گئے ہیں۔ دیواروں پر کلمہ طیبہ اور آیت الکرسی وغیرہ کندہ ہے۔

اکبر کے عہد کا کتبہ

بے شمار قبروں کے جواب بھی موجود ہیں شہر خموشاں کا بہت بڑا حصہ جس میں کئی ہزار سنگین قبریں بیان کی جاتی ہیں اُس بند کے نذر ہو گیا جو اس کی آبادی کے قریب دور تک باندھا گیا تھا ہر ہے کہ اس چھ سات سو برس کے عرصہ میں یہاں ہزاروں نامی گرامی علماء ہلکا شہر مشائخ گذرے ہونگے مگر افسوس کہ زمانہ کی دستبرد سے ان کے حالات ایسے ناپید ہو گئے کہ آج کوئی بھی نہیں جانتا کہ یہاں کس کس خاندان کے لوگ آباد تھے۔ جدھر دیکھو ویرانہ نظر آتا ہے۔ اور چاروں طرف حسرت کا بازار گرم ہے۔

کبھی یہ دل تماشاکاہ تھا عیش و مسرت کا | اب اُس میں حسرت و یاس و تمتا سیر کرتے ہیں

اکثر فہمی تذکروں سے سیکری کی گذشتہ آبادی اور باشندوں کا کسی قدر پتہ چلتا ہو ۸۹۲ھ میں جب حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے والدین نے دہلی سے ترک وطن کیا تو اسی قصبہ میں سکونت اختیار کی۔ بیرم خان خانساناں کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک مرتبہ اسی سیکری میں ایک فقیر گوشہ نشین سے ملنے آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ تَعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے تفسیر نہ پڑھی چپکے بیٹھے رہے۔ خانساناں نے کہا! تَعِزُّ مَنْ تَشَاءُ بِإِفْنَاعِهِ وَ تَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِالسُّوَالِ۔

۹۵۲ھ میں جب سلیم شاہ کا بھائی عادل خاں رتھنبور سے اپنے بھائی سے سخت تاج کا معاملہ فیصل کر کے آیا تو اسی قصبہ میں مقیم رہا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر کے عہد تک یہ شریف مسلمانوں کی بستی تھی جس کے در و دیوار پر خوب رونق برستی تھی۔ قجپور کی آبادی کے بعد اس قصبہ کی آبادی کا تنزل شروع ہوا۔ موجودہ آبادی گاؤں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ چھوٹا حصہ قجپور کی فصیل کے اندر ہے جو اپنے قبیلہ نام سیکری سے موسوم ہے۔ اس میں غدر کے وقت تک کثرت سے میواتی لوگ آباد تھے۔ یہ ہی لوگ قرب و جوار اور قصبہ کے اس حصہ کے زمیندار تھے۔ بڑی بڑی عالیشان حویلیاں ان کی بنی ہوئی تھیں۔ غدر میں ان لوگوں پر بغاوت کا الزام قائم ہوا۔ کل زمینداری ضبط ہو گئی۔ تمام حویلیاں اور مکانات گھروا کر بھٹکوا دیے گئے۔ ہزاروں بھانسی پر چڑھا دیے گئے۔

اب صرف تین چار گھر مفلس میواتیوں کے موجود ہیں۔ باقی کل اہل ہنود آباد ہیں۔ اس حصہ میں صرف تین چھوٹی چھوٹی مسجدیں شکستہ حالت میں باقی ہیں جن کا حال آگے بیان کیا جائیگا۔ دوسرا بڑا حصہ دہلی دروازہ کے باہر ہے جو ”نگر“ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں البتہ پچائش ساٹھ گھر قدیم باشندوں یعنی شیخ زادوں کے موجود ہیں۔ کچھ مدت پیشتر تک اس حصہ کی کل زمینداری انہیں کے ہاتھ میں تھی مگر آہ یہ نہ دریافت کیجئے کہ اب کس حالت میں ہیں افلاس و بھالت یوں تو عام طور سے ہر جگہ کے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے مگر یہاں کا منبر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ سب کاشتکاری پیشہ افلاس کی مصیبت میں مبتلا۔ اپنے بزرگوں کے نام تک سے ناواقف۔ اور کچھ خبر نہیں رکھتے کہ کس گلزار کے بہار خزاں رسیدہ اور کون سے پربزرگ و بارشجر کے شاخ بریدہ ہیں۔ افسوس

چومن مناسب خلف بنو دم ز رو دانش میں سلف را | از دست من تکتب پریشاں ز جہل من شد دفاتر اہتر

گذشتہ قصبہ کے کھنڈرات اور باقی ماندہ آثار اسی جانب زیادہ ہیں جن کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اگرچہ دنس بارہ مسجدیں ٹوٹی پھوٹی اب تک موجود ہیں مگر سب یران اور ایک بھی آباد نہیں۔ اور آباد کیسے ہوں کوئی نماز پڑھنے والا ہی نہیں۔

گڈھی راجہ بلرام

فتچور کی موجودہ تفصیل کے باہر لال دروازہ اور آگرہ دروازہ کے آگے پہاڑ کے اوپر یہ چھوٹا سا قلعہ واقع تھا جو سکروادوں کی گڈھی یا راجہ بلرام سکرواد کی گڈھی کہلاتا ہے مشہور ہے کہ غدر کے وقت تک اس میں اکثر عمارتیں شکستہ حالت میں موجود تھیں مگر اب کوئی عمارت باقی نہیں صرف قلعہ کا دروازہ اور گوشہ شمال و مغرب کا ایک برج شکستہ حالت میں موجود ہے۔ آگرہ سے فتچور جاتے وقت سب سے پہلے یہی دروازہ اور شکستہ برج دکھائی دیتا ہے۔ یہ دروازہ شمالی جانب ہے اور سنگ سرخ کا ہے جس کی چوڑائی ۷ فٹ ۶ انچ ہے۔ اس کے آگے سیڑھیوں کے نشان بھی پائے جاتے ہیں۔ اندر لداؤ کی چھت تھی جس کا کچھ حصہ باقی ہے۔ اس کے علاوہ درمیان میں ایک چبوترہ بھی موجود ہے

مندرو باولی قدیم

اسی دروازہ سے تھوڑی دور آگے پہاڑ کے نیچے اُس خام راستہ کے اوپر بولال دروازہ سے اچھنیرہ کو گیا ہے ایک مندر اور باولی سکرواروں کے عہد کی واقع ہے۔ یہ مندر چانور کا مندر کہلاتا ہے۔ سکرواروں کے عہد میں غالباً اُس جگہ کوئی عمارت ہوگی مگر اب صرف ایک چھوٹے سے احاطے میں جو ۱۲ فیٹ x ۱۲ فیٹ ہے چائمنڈ دیہی کی سورتیں رکھی ہوئی ہیں۔ اسی احاطے سے ملی ہوئی باولی ہے جس میں مشرق کی جانب سیڈھیاں اُترنے کے واسطے بنی ہوئی ہیں جو بہت شکستہ حالت میں ہیں۔ نیچے اوپر تین دروازے، فیٹ چوڑے بتے ہیں باولی کے گولے کے درمیان میں ایک حلقہ کے اندر بہت سی سورتیں نصب ہیں۔

میواتیوں کی مسجد

سیکری کی آبادی کے اندر میواتیوں کے محلہ میں یہ تین در کی مسجد واقع ہے اس کا رقبہ اندر سے ۲۰ فیٹ ۸ انچ x ۱۰ فیٹ ۸ انچ ہے۔ چھت چار چار ستونوں کے درمیان میں سنگ سرخ کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ ستون نہایت خوبصورت اور نقش ہیں۔ اندرونی محراب جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے بہت خوبصورت ہے جس کے درمیان میں ایک نقش کٹاؤ کا پھول کنگوروں کے درمیان میں بنا ہوا ہے جو خاص طور سے قابل دید ہے۔ روشنی کے واسطے سنگین دیوٹ دیواروں میں نصب ہیں۔ نقش و نگار اپنے طرز میں بے نظیر اور اُس قدیم طرز کے ہیں جو مغلیہ عہد سے پیشتر رائج تھا۔ صحن کا فرش بالکل اکھڑ گیا۔ اندر کا کچھ اکھڑ گیا کچھ باقی ہے۔ مسجد سے ملا ہوا مغربی جانب سنگین بازار تھا جس کی کچھ دوکانیں موجود ہیں۔

مسجد مست علی

سیکری میں لال دروازہ کے قریب راستہ کے شمالی جانب یہ چھوٹی سی سنگ سرخ کی مسجد

واقع تھی جو اب بہت شکستہ حالت میں ہے اور قریب قریب بالکل منہدم ہو چکی ہے۔ اس کے دروازہ کی بیرونی پیشانی پر کتبہ کا پتھر لگا تھا جو آدھا ٹوٹ کر نیچے گر گیا ہے۔ اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔ ”شدہ است مسجد فقیر مست علی بہ میدان شاہ محبت گیلانی در عہد بادشاہ جم چا اورنگ زیب سلطان عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ و واقع تاریخ بیت و مفتاح شہر محرم الحرام سنہ پنجاہ ۱۱۱۱ھ یا مغربی دیوار پر درمیانی محراب میں یہ بیت کندہ ہے ۵ (۶۱۹۹)“

روز محشر کہ جاں گداز بود	اولیں پریش از نماز بود
--------------------------	------------------------

اور جنوبی محراب میں نہایت خوشخط طغریٰ میں اللہ - محمد - ابوبکر - عمر - عثمان - علی کندہ ہے

مسجد فتح محمد

اسی مسجد کے سامنے جنوبی جانب ایک دوسری سنگین مسجد ہے جس کا رقبہ ۱۴ پیٹ فیٹ 9×14 فیٹ ہے۔ اس میں تین درہیں - چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے - آگے ۱۹ فیٹ چوڑا سنگین فرش کا صحن ہے - اس کی چار دیواری بھی قائم ہے - دروازہ کی بیرونی پیشانی پر ”یا اللہ اور دیا کریم کے درمیان میں“ شدہ مسجد فتح محمد در عہد بادشاہ عالمگیر بتاریخ ہشتم شربان ۱۱۰۹ھ (جلوس) کندہ ہے - دونوں مسجدوں کے ارد گرد کا چھٹی لوگ آباد ہیں صرف ایک گھر مسلمان فقیر کا ہے۔

جامع مسجد

یہ مسجد ”نگر“ کی آبادی کے اندر واقع ہے - اور جامع مسجد - قاضی کی مسجد - باون کھٹی مسجد تین نام سے موسوم ہے - سابق میں اس جگہ راجہ بلرام سکروار کا مندر تھا - جب ۱۱۱۸ھ کے قریب مسلمانوں نے سیکری کو فتح کیا تو شکرانہ فتح اور ابتدائی جوش و خروش میں جت خانہ کو خانہ خدا بنالیا - چنانچہ مسجد کے منقش ستون اور پتھر اُسی قدیم مندر کے ہیں اور ان میں مچھلیاں اور اکثر مسخ شدہ موریتیں اب تک موجود ہیں قرب و جوار میں بھی دو ایک جگہ بت خانہ کے پتھر پڑے ہوئے ہیں -

موجودہ عمارت کا رقبہ ۵۹ فیٹ ۹ انچہ x ۲۱ فیٹ ۷ انچہ ہے اور اُس میں کل ۳۳ ستون ہیں جو ۱۱-۱۱ کی ترتیب سے اس طرح نصب ہیں کہ مسجد تین درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ یہ ستون ۱۰ فیٹ کے قریب بلند ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے ۳۳ فیٹ ۸ انچہ چوڑا صحن ہے جس کے شمال میں دروازہ ہے۔ اس میں لودھے آباؤ تھے حال ہی میں یہاں کے مسلمانوں نے خالی کرائی ہے۔ اندرونی محراب کے اندر کلمہ طیبہ اور اطراف میں یہ آیہ کریمہ کندہ ہے اوپر کے کچھ حروف خراب ہو گئے ہیں۔

لَسْتَ بِاللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّمَا يَعْزِمُ مَسْجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

(حقیقت میں تو) اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت

الْيَوْمِ الْآخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَحْشَ اِلَّا اللّٰهُ رَفَعَ نَعْسَهُ اُولٰٓئِكَ
پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ذکر نہ مانا تو ایسے لوگوں کی نسبت موقع

اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنْ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ
کی جاسکتی ہے کہ (آخر کار) اُن لوگوں میں (جاشامل) ہوں گے جو منزل مقصود پہنچے کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے

الْحَرَامِ اَمْ كُنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَكُوْنُ
اور (ادب) حرمت والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے آباد رکھنے کو اُس شخص (کی خدمتوں) جیسا بھی لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانا

عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
اور اللہ کے رستے میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ (لوگ ایک دوسرے کے) برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان

وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ
اور (دین کے لئے) انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کے رستے میں جہاد کئے (یہ لوگ) اللہ کے ہاں درجہ میں کہیں

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ۝ (سید پارہ ۱۰ سورہ توبہ رکوع ۳)

اور یہی ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔

قاضی کی حویلی اور زمانہ مسجد

جامع مسجد کے دروازہ کے سامنے مشرق کی جانب ایک عالی شان حویلی جو قاضی کی حویلی

کہلاتی ہے۔ یہ قاضی جربان شاہ کی حویلی تھی جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے ان کی اولاد میں ایک ضعیف العمر شخص قاضی عبدالرحمن نامی موجود ہیں جو آج کل اگرہ محلہ وزیر پورہ میں قصائیوں کی مسجد میں مقیم ہیں۔ میں اُن سے جا کر ملا۔ اپنے آپ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں یا بیسویں پشت میں بتلاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چودہ پشت سے سیکری میں آباد ہیں۔ پیارے کا جوان بیٹا مر گیا اُس کے رنج میں دماغ خراب ہو گیا ہے۔ زمانہ کا عجیب انقلاب ہے کہ قاضیوں کی جگہ حویلی میں بہت سے لودھوں کے گھر آباد ہیں وہی مثل ہے۔

عقل جہاں سے اٹھ گئے اور یہ شور مچا رہ گئے | گل گئے گلشن گئے باقی دھتورے رہ گئے

پورائے آتاریں ایک سنگین سہ دری۔ کچھ کوٹھریاں۔ اور ایک تین در کی چھوٹی سی زنانی مسجد جو بیبیوں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے باقی ہے۔ اس مسجد کا طول ۸ فٹ ۶ انچ اور عرض ۱۰ فٹ ۹ انچ ہے مگر افسوس کہ اب اس خانہ خدا میں بیل باندھے جاتے ہیں۔ ایک ضعیف العمر شخص نے حویلی کے اندر ایک مقام بتلایا کہ اس جگہ نظر باغ تھا۔ جس کے نل اور فوارے خود اُس نے دیکھے تھے۔ باغ کا کنواں اب پٹا پڑا ہے۔ ایک چھوٹا سا سنگین حوض ۲ فٹ ۸ انچ عرض و طول کا رکھا ہوا ہے جو ایک پتھر میں ترشا ہوا اور ۱ فٹ ۷ انچ گہرا ہے اس میں جھرنے کے نشان موجود ہیں۔ اسی طرح کے کئی حوض یہاں تھے جس کی نسبت اس شخص نے بیان کیا کہ لوگ اٹھا کر لے گئے۔ منجملہ اُن کے ایک بڑا حوض گاؤں کے کسی کنوے پر رکھا ہوا ہے۔ حویلی کے مختلف مقامات پر بہت سے منقش اور سادہ ستون۔ پتھر۔ توڑے وغیرہ پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نظر باغ

مسجد انبیا

یہ مسجد بھی 'نگر' کی آبادی کے اندر واقع ہے۔ جس میں ۵ در ہیں۔ مسجد کا طول ۳۳ فٹ اور عرض ۱۳ فٹ ۱۱ انچ ہے۔ کل ۱۲ ستون ہیں جن میں کچھ منقش اور کچھ سادہ ہیں۔ اور اس ترتیب سے نصب ہیں کہ مسجد دو درجوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ چھت پتھر کی

پٹیوں سے پٹی ہے۔ آگے ۳۰ فٹ چڑھا صحن ہے۔ اُس وقت کی خوشی کا بیان حد تحریر سے باہر ہے، جب میں نے اس مسجد کو دیکھا اور اُس کے صحن کی مشرقی دیوار پر کتبہ کا پتھر نظر آیا۔ یہ پتھر کسی دوسری جگہ نصب تھا غالباً وہاں سے علیحدہ ہونے پر اس دیوار میں کسی نے لگا دیا ہے۔ اس کتبہ کی پوری عبارت بوجہ خط کی کنگلی اور پتھر کے درمیان سے ٹوٹے ہونے کے پڑھی نہیں گئی۔ لیکن تاریخ تعمیر اور سنہ صاف پڑھ لیا گیا۔ جو کچھ پڑھا گیا وہ حسب ذیل ہے۔

”مسجد در عہد خلافت بادشاہ ... زماں ناصر ... علاؤ الدین والدین مغیث الاسلام ... القایم بحجۃ اللہ الداعی الی ... اللہ مخصوص ببنایت الرحمن ابوالمظفر محمد شاہ السلطان ... بتاریخ روز چہار شنبہ و دوازدهم ماہ شوال سنہ ثلث عشر و سب مائے“

اس عبارت سے واضح ہے کہ چہ سو گیارہ برس ہوئے کہ یہ مسجد سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں بُرہ کے دن ۱۲۔ شوال ۷۱۳ھ کو بن کر تیار ہوئی۔ اس کتبہ کے علاوہ اندرونی محراب کے اطراف میں آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص بھی کندہ ہے۔

اس مسجد کے علاوہ کچھ مسجدیں آبادی کے اندر ایسی ہیں کہ اُن میں مکان بن گئے ہیں۔ دو مسجدیں آبادی سے مشرق کی جانب شکستہ حالت میں پڑی ہیں۔ مگر جامع مسجد میواتیوں والی مسجد۔ اور یہ مسجد ضرور اس قابل ہیں کہ محکمہ آثار قدیمہ کے حکام ان کو ملاحظہ فرما کر ان کی مرمت کرا دیں تاکہ یہ قدیم یادگاریں محفوظ ہو جائیں۔

مقبرہ مخدوم صاحب

نگر کی آبادی کے باہر بھرت پور کی سڑک پر اور دہلی دروازہ سے ٹھیک شمال کی جانب ایک مقبرہ واقع ہے جو مخدوم صاحب کے مقبرہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے چاروں طرف سیکری کی گذشتہ آبادی کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ دراصل مخدوم شیخ تاج الدین قدس سرہ کی خانقاہ تھی جو آبادی کے وسط میں واقع تھی۔ اب یہ قبرستان ہے درمیان میں شیخ کا سنگین روضہ بنا ہوا ہے جس کی جالیاں سنگ سے بنائی گئی اور گنبد گچ کا ہے۔ طرز عمارت

بتا رہا ہے کہ مغلیہ عہد سے بہت پہلے کا بنا ہوا ہے۔ خانقاہ کی چار دیواری اور ارد گرد کے دالان اور حجرے شکستگی کے نظر ہو چکے ہیں صرف کہیں کہیں کی نمود باقی رہ گئی ہے۔ روضہ مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع ۶ فیٹ ۸ انچ ہے۔ شمال و جنوب اور مشرق میں تین تین درہیں جو سنگین چالیوں سے بند ہیں۔ صرف جنوب کا درمیانی در کھلا ہوا ہے۔ گنبد کے نیچے دو مزار ہیں جن کے سنگین تعویذ پورانی وضع کے ہیں۔ مغربی تعویذ پر کلمہ طیبہ اور اللہ اور مشرقی تعویذ پر صرف اللہ کندہ ہے۔ مغربی مزار مخدوم صاحب کا بتایا جاتا ہے مشرقی مزار کی نسبت کچھ حال نہیں معلوم ہو سکا۔ سیکری اور قریب جوار کے لوگوں سے مخدوم صاحب کے حالات دریافت کئے تو خوش اعتقادی کی بہت سی روایتیں معلوم ہوئیں۔ لیکن سوائے نام کے کہ وہ بھی بہت مشکل سے معلوم ہو سکا اور کچھ حال نہ کھلا۔ اس کے بعد بہت سی کتابیں دیکھیں۔ جو اہر فریدی سے صرف اتنا پتہ چلا کہ آپ کا انتقال ۲۹ جمادی الثانی ۱۰۲۱ھ کو ہوا جو ناصر الدین خسرو خاں کا زمانہ تھا۔ خانقاہ کے مغربی جانب ایک وسیع مسجد تھی جو منہدم ہو گئی۔ مگر خوش قسمتی سے اُس کے کتبہ کا ایک ٹکڑہ اب تک موجود ہے اُس کے اکثر حروف پڑھنے میں نہیں آتے لیکن لفظ مسجد اور تاریخ صاف پڑھ لی گئی۔ وہ یہ ہے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ... مسجد... سنہ اربع عشر و سبع مائۃ... الخامس والعشرون رمضان“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر ۲۵ رمضان ۱۰۲۱ھ کو ختم ہوئی۔ یعنی مخدوم صاحب کی وفات سے سات آٹھ برس پیشتر سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں یہ مسجد تعمیر ہوئی تھی۔

روضہ کے ارد گرد بہت سی قبریں ہیں جن کے سنگین اور خوبصورت تعویذ صاف بتا رہے ہیں کہ ہم ذی مرتبہ بزرگوں کے آرام گاہ ہیں مگر کتبہ سے اکثر خالی ہیں اور جن پر کتبہ ہے بھی اُن پر بھی کلمہ طیبہ۔ اللہ اکبر۔ لا تقنطو من رحمت اللہ۔ آیتہ الکرسی وغیرہ کندہ ہے۔ نام و نشان کا کچھ پتہ نہیں۔ نہایت شوق و ذوق سے ایک ایک قبر کو دیکھا تو تین گنا موں کا نام ملا۔ منجملہ ان کے گنبد کے گوشہ شمال و مغرب میں ایک طرز کے برابر برابر چار تعویذ

زمین دوز ہیں ان میں ایک پر کلمہ طیبہ کے نیچے یہ عبارت عربی خط میں کندہ ہے ”وفات یافت شیخ نجم الدین اعلیٰ فی شہر رمضان بتاریخ ٹوڑ دہم سنہ سبعمہ خمسمین تسع مائے“

(۱۹۔ رمضان ۹۵۴ھ
(۱۵۵۰ء))

گوشہ جنوب و مشرق میں چار دیواری کے قریب دو تعویذوں پر کلمہ طیبہ کے نیچے یہ عبارت کندہ ہے ”حاجی بیگم کوچ شیخ عزیز الرحمن بتاریخ ۱۸۔ شہر ربیع الآخر (۱۰۱۱ھ)“
دوسرے پر ”حاجی شیخ عزیز الرحمن ابن شیخ عبدالرحمن واعظ“

اس مقبرہ کے سامنے بھرت پور کی سڑک کی شمالی پٹری پر ایک چھوٹا سا گنبد بنا ہے جس کے اندر ایک قبر ہے اور اُس کے برابر ایک بچے کی قبر ہے جس کا تعویذ منقش اور بہت خوبصورت ہے اور اُس پر آیت الکرسی کندہ ہے گنبد گچ کا ہے۔ اور اُس کے نیچے جو تپھر لگے ہیں اُن پر چاروں طرف یا اللہ۔ یا فتاح کندہ ہیں۔ قرب و جوار میں موسیٰ گنبد تک بہت سی قبریں ہیں۔

موسیٰ گنبد

شیخ موسیٰ۔ شیخ سلیم چشتی رح کے بڑے بھائی اور نواب ابراہیم خاں کے باپ تھے آپ کا مقبرہ سیکری میں تیرہ موریوں کے پاس بھرت پور کی سڑک پر واقع ہے اور موسیٰ گنبد کے نام سے موسوم ہے اور فقیہ پور سے دکھائی دیتا ہے۔ اسے اکبر کے عہد میں آپ کے صاحبزادے نواب ابراہیم خاں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قرب و جوار کے نشانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سابق میں اس کے گرد چار دیواری تھی اور اُس کے اندر کچھ اور عمارت بھی تھی جو منہدم ہو گئی اب مقبرہ کا صرف درمیانی سنگین گنبد باقی ہے جو ۳ فٹ بلند چبوترہ پر بنا ہوا ہے۔ بیرونی جانب چاروں طرف ایک ایک محراب دار در۔ درمیان میں اور اُس کے دونوں جانب نیچے اوپر دو دو محراب دار دروں کے نشان بنے ہیں۔ درمیانی دروں کے دونوں بالائی سروں پر بجائے پھولوں کے اسم ”اللہ“ نہایت خوش خط کندہ ہے۔ سب سے اوپر چاروں طرف منقش کنگورے فرشتے ہیں۔ گنبد گچ کا ہے

(زینت)

۱۵۔ شیخ عبدالرحمن اسی سیکری کے رہنے والے اور سلطان سکندر لودی کے مقربان خاص سے تھے ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ

چاروں طرف دروازے ہیں جن میں جنوبی دروازہ کھلا ہوا ہے باقی بند ہیں۔ پہلے ان میں جالیاں لگی تھیں اب صرف مشرقی دروازہ میں کسی قدر ٹکڑہ جالی کا باقی رہ گیا ہے۔ گنبد کے نیچے کا رقبہ ۲۴ فٹ ۱۰ انچ \times ۲۴ فٹ ۱۰ انچ ہے اور ۴ فٹ کے قریب دروازوں کا آثار ہے۔ دروازوں کے درمیان میں دو دو بڑے طاق بنے ہیں۔ اس کے اوپر ہشت پہل حصہ ہے جس کے ہر پہل میں محرابدار سینچیوں کے نشان ہیں اُس سے اوپر ۱۶ پہل قائم کئے ہیں جس کے ہر پہل میں محراب دار کھڑکیوں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ اس کے اوپر سنگین لداؤ کی چھت ہے جسے سنگ سرخ کے درمیان میں سنگ سفید سے ۱۶ پھاٹکیں بنا کر خوش نما بنایا گیا ہے۔ درمیان میں ایک سنگین خوبصورت پھول نصب ہے۔ گنبد میں کل ۱۶ سنگین تعویذ ہیں ۸ بڑے اور ۸ بچوں کے ہیں مگر کسی پر کتبہ نہیں ہے۔ مشرق میں ایک چوکھنڈی کے اندر جو ۷ فٹ ۷ انچ \times ۷ فٹ ہے ایک تعویذ ہے۔ قرب وجوار میں اور بھی کئی سنگین تعویذ پڑے ہوئے ہیں۔ مغربی جانب ایک پختہ کنواں موجود ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیکری میں حضرت شیخ سلیم چشتی رح اور اُن کے والدین کا مکان اسی مقام پر تھا جہاں اب یہ مقبرہ واقع ہے۔

باب ہشتم

روپ بانس اور وہاں کی عمارتیں

قصبہ روپ بانس

روپ بانس فتحپور کے گوشہ جنوب و مغرب میں ۴ - ۲ ۱/۲ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اب یہ ریاست بھرت پور میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے۔ آبادی تقریباً ۴۰۰۰ کے قریب ہے۔ بلحاظ تاریخی سلسلہ کے فتحپور سے اس قصبہ کا خاص تعلق ہے لہذا مختصر طور

سے اس کے تاریخی حالات بھی قلمبند کئے جاتے ہیں۔

جب فتحپور آباد ہو کر دار الخلافہ مقرر ہوا اور اکبر یہیں رہنے لگے تو اُس جنگل میں جس کے قریب یہ قصبہ آباد ہے شاہی شکار گاہ قائم ہوئی۔ جب اکبر فتحپور سے شکار کھیلنے کے واسطے اس شکار گاہ میں تشریف لیجاتے تو کئی کئی دن یہاں مقام ہوتا تھا۔ اس واسطے یہاں ایک پختہ تالاب اور شاہی محلات تعمیر کئے گئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے ایک خدمتگار روپ خواص نے جو اسی مقام کے قریب کے ایک موضع سرسوندہ کا رہنے والا اور ذات کا راٹھور ٹھا کر تھا اس قصبہ کو آباد کیا۔ اور سنگین بازار تعمیر کرایا۔ جو اب تک موجود ہے۔ جہانگیر کے عہد میں روپ مذکور منصب ہزاری پر سرفراز تھا۔ سٹنہ جلوس میں سرکار قنوج کی فوجداری پر سرفراز ہو کر خطاب خواص خان سے موصوفت ہوا۔ اس خطاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ مدت تک یہ قصبہ اُسی کی جاگیر میں رہا۔ اس کے بعد جہانگیر نے صابت خاں کے بیٹے امان اللہ کی جاگیر میں دیکر امان آباد نام رکھ دیا لیکن یہ جدید نام پہلے نام کے سامنے نہ چمکا اور اب تک یہ قصبہ اپنے اصلی نام سے موسوم ہے۔ روپ خواص کا خاندان روپ بالنس میں اب بھی موجود ہے اور یہ بات خاص دلچسپی سے دیکھنے کے قابل ہے کہ باوجود اس قدر مدت گزر جانے کے اب تک اس خاندان کے نام روپ پر چلے آتے ہیں جیسے فیض روپ۔ دھرم روپ عثمان روپ۔ سبحان روپ۔ فضل روپ۔ اجڑ روپ وغیرہ۔ اس خاندان کے لوگ چودھری کہلاتے ہیں اور کچھ مدت پیشتر تک قصبہ کی چودھریاں انہیں لوگوں کے نام تھے اور ریاست سے کچھ حقوق ان کے مقرر تھے۔ جب سے راجہ صاحب بھرت پور نے کسی بات پر خفا ہو کر ان کے حقوق ضبط کر لئے یہ خاندان تباہ حالت میں ہے اور محض مزدوری یا کاشتکاری پر ان کا گزارہ ہے۔

روپ خواص کے آثار سے علاوہ بازار کے ایک وسیع باغ کا احاطہ بھی باقی ہے جو محلات سے ملا ہوا جنوب و مغربی گوشے میں واقع اور چودھریوں کے باغ کے نام سے موسوم ہے۔ محلات اور آبادی سے ایک میل کے فاصلے پر شکار گاہ (جنگل) ہے جو تین چار کوس شکار گاہ

کے گرد میں واقع ہے۔ درمیان میں مختلف مقامات پر آرام کرنے کے واسطے دو دو وسیع سنگین چوترے بنے ہیں جو شمار میں ۱۴ ہیں یہ اکبر ہی کے عہد کے تعمیر شدہ ہیں۔ اکبر کے بعد جہانگیر اور شاہجہاں بھی سال میں دو ایک مرتبہ آگرہ سے یہاں آکر شکار کھیلا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے روپ بانس کا نام اُس عہد کی تاریخوں میں بہت آیا ہے۔

روپ بانس کے قریب فتحپور کے راستہ میں موضع سنگا ولی آباد ہے اس میں سنگ سرخ کی کان ہے۔ فتحپور کی عمارت میں زیادہ تر پتھر اسی کان کا لگا ہے۔ اس موضع میں بھی ایک محل اور دو مسجدوں کے نشان موجود ہیں۔ کان کے قریب ایک بلند ٹیلے پر کسی بزرگ مزار واقع ہے۔ یہ مقام شیخ کا تال کہلاتا ہے۔ ذیل میں روپ بانس کی شاہی عمارتوں کا حال درج کیا جاتا ہے۔

فتحپور کی کان

تالاب پختہ

آبادی کے گوشے جنوب و مشرق میں یہ نہایت وسیع سنگین اور پختہ تالاب واقع ہے اس کے جنوبی کنارے پر محلات بنے ہیں۔ شمال و مغرب میں تالاب میں اترنے کے واسطے سنگین سیڑھیاں اور چاروں طرف سنگین کٹھرے کے نشان موجود ہیں۔ کناروں پر کئی برجیاں نشہ گاہ کے واسطے بنی ہوئی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ مدت پیشتر تک کنول کے پھول کا بیج اس تالاب میں موجود تھا اور رنگ برنگ کنول کے پھول کھل کر نہایت خوش نما منظر پیدا کرتے تھے۔

محلات شاہی

تالاب کے جنوبی کنارے پر محلات شاہی بنے ہیں جو اکبر کے عہد کے تعمیر شدہ ہیں۔ یہ مشرق و مغرب اور جنوب میں ایک وسیع سنگ سرخ کی چار دیواری سے محصور ہیں جس کے اوپر خوش نما کنگورے کئے ہوئے ہیں۔ صدر دروازہ جنوبی جانب ہے۔ جس کے آگے دونوں جانب پانچ پانچ در کے سنگین دالان بنے ہیں۔ دروازہ میں داخل ہو کر سب سے پہلے جو

بارہ کھتا

عمارت ملتی ہے وہ بارہ کھتے کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سب سے زیادہ سبک اور خوبصورت سنگ سرخ کی عمارت ہے۔ اس کا طول شرقاً غرباً ۵۰ فٹ اور عرض ۱۴ فٹ ہے۔ شمال و جنوب میں پانچ پانچ بڑے بڑے اور مشرق و مغرب میں تین تین بڑے اور دو دو چھوٹے محرابدار در واقع ہیں۔ اس کے درمیان میں ۲۸ فٹ ۸ انچ \times ۱۸ فٹ میں ایک بارہ دری بنی ہے جس کے شمال و جنوب میں تین تین بڑے اور مشرق و مغرب میں درمیان کا بڑا اور ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے در ہیں۔ عمارت کے ستون نہایت خوبصورت۔ سبک اور گول پہل دار ہیں۔ کل عمارت میں بہت نفیس نقاشی کا کام تھا جس کے رنگ اگر چٹ چکے ہیں مگر پھول پتیوں کے نشان اب تک موجود ہیں جن سے اس عمارت کی گزشتہ خوبصورتی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مشرق و مغرب میں چوتراہ اور کناروں پر دالان۔ جنوب میں صحن اور شمال میں تالاب واقع ہے۔ احاطہ علیحدہ ہے۔

چمن حاتم

اس سے ملا ہوا مشرق کی جانب دوسرا احاطہ ہے۔ درمیانی دیوار میں دروازہ لگا ہوا احاطے کے صحن میں چمن تھا جس کی پختہ روشیں اب بھی موجود ہیں۔ تالاب کے کنارے پر کئی درجہ کا حاتم ہے۔ جس کے ایک درجہ میں ایک چھوٹی سی قبر بنی ہے جو کسی بزرگ کی بیان کی جاتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ حاتم کے درجے اور قبر سے کیا نسبت۔ اسی احاطے کے ایک کمرہ میں ڈاک بنگلہ اور انجینیری کا دفتر ہے جو بند تھا اُسے میں دیکھ نہیں سکا بارہ کھتے کے مغربی جانب جو احاطہ ہے اُس میں اب تحصیل کا دفتر اور خزانہ ہے۔ یہ

دربار خاص

دربار خاص کے نام سے موسوم ہے۔ بارہ دری کی اصلی خوبصورتی تو سفیدی پھر جانے سے جاتی رہی۔ مگر جنوبی دالان کی چھت پر ایک کمرہ البتہ قابل بیان ہے۔ جو چھتہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شرقاً غرباً ۲۱ فٹ \times ۱۴ فٹ ہے۔ شمال و جنوب میں تین تین محرابدار در ہیں جو جالیوں سے بند ہیں صرف درمیان میں جھروکے کھلے ہوئے ہیں۔ چھت راوٹی نما بہت خوبصورت پٹی ہے جس پر گزشتہ نقش و نگار کے نشانات موجود ہیں دیواروں پر نہایت خوبصورت محرابدار طاقوں کے نشان بنے ہیں۔

دربار خاص کے احاطے سے ملے ہوئے مغرب کی جانب تین احاطے اور ہیں جن میں سے

ایک میں شفاخانہ۔ ایک میں مولیشی خانہ ہے اور ایک میں تحصیل و تھانہ کے سپاہی رہتے ہیں

شاہی مسجد

تالاب کے گوشے شمال و مشرق پر ایک سنگ سرخ کی مسجد بنی ہوئی ہے جو شاہی مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ یہ چھوٹی سی تین دراور دو درجہ کی مسجد ہے۔ اس کے ستون بہت بلند ہیں۔ چھت پتھر کی پٹیوں سے پٹی ہے۔ چھت کے توڑے نہایت خوبصورت ہیں جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ہوتی ہے۔ اب یہ شکستہ حالت میں ہے حجرے منہدم ہو گئے اور چھت بھی گر گیا ہے۔

قرولوں کی مسجد

شاہی مسجد سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک اور چھوٹی سی قدیم مسجد شکستہ حالت میں موجود ہے جو قرولوں کی مسجد کہلاتی ہے۔ یہ غالباً قرولوں کی مسجد ہوگی۔ اس کے اندر دو قبریں بھی ہیں اور قریب میں ایک پختہ کنواں بھی بنا ہے۔ اس کے علاوہ دو ایک اور بھی قدیم مسجدیں قصبہ میں موجود ہیں۔

نقارخانہ

محلات کے صدر دروازہ کے قریب ایک سنگین کمرہ بنا ہے جو نقارخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے دروازے بند کر دئے گئے ہیں اور اس میں سرکاری لکھاس ہتی ہو۔

باب نم

خانواں (خانہ)

خانواں، قلعہ سے مغرب کی جانب ۴ کوس کے فاصلے پر ریاست بھرت پور میں

رانا سائیکا اور
شہنشاہ بابر کی
دراستی

اُس سڑک خام کے کنارے پڑا ہے جو فتح پور سے نصیر آباد تک گئی ہے۔ یہ ایک تاریخی مقام ہے۔ ۱۳۔ جمادی الثانی ۹۳۳ھ کو اسی مقام پر شہنشاہ بابر نے رانا سائیکا پر وہ نمایاں اور شاندار فتح حاصل کی تھی جس نے سلطنت ہند کا فیصلہ کر کے خاندان مغلیہ کے قدم کو اس سرزمین پر جما دیا۔ جب بابر نے آگرہ تک قبضہ کر لیا اُس وقت میواڑ کا فرماں روا راجہ گھم (رانا سائیکا) تھا۔ یہ نہایت شجاع بلند عہدہ۔ اور مدبر راجپوت سردار تھا۔ اس نے اپنی شجاعت رستمائے اور شمشیر دلیرانہ سے قرب و چوار کے علاقوں کو فتح کر کے نہ صرف اپنی سلطنت کی کو ایک سے ہزار درجے پر پہنچا دیا تھا بلکہ ارادہ کر لیا تھا کہ آریا ورت (ہندوستان) کی مقدس زمین سے مسلمانوں کو بالکل ہی نکال باہر کرے چنانچہ مانڈو (مالوہ) کی خود مختار اسلامی ریاست کے بڑے حصہ پر وہ اپنا قبضہ کر چکا تھا۔ سلاطین دہلی اور گجرات بھی اُس کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ جب بابر نے ہندوستان کا قصد کیا تو رانا نے اُس کو رفیقانہ مراسلے لکھے اور وکیل بھیجے کہ جیب آپ دہلی کی طرف کوچ کرینگے تو میں آگرہ پر آؤنگا۔ مگر جب بابر نے دہلی سے آگرہ تک فتح کر لیا اور اُس کی طاقت روز بروز بڑھنے لگی تو رانا نے اس کو اپنی آئندہ کامیابیوں کے خلاف تصور کر کے شاہی علاقے کی طرف کوچ کیا اور گندھار فتح کرتا ہوا بیانہ کے قلعہ پر آموجود ہوا۔ ہمدی خواجہ قلعدار بیانہ نے بابر کو لکھا۔ اُس نے بھی آگرہ سے کوچ کیا اور قصبہ سیکری میں مقیم ہوا۔ اسی عرصہ میں شاہی فوج کو بیانہ کا قلعہ بھی چھوڑنا پڑا۔ رانا سائیکا نے وہاں سے آگے بڑھ کر خانوآں میں پڑاؤ ڈالا اُس وقت اُس کا جاہ و جلال اور امیرانہ ٹھٹھا بھی بیان کے قابل ہے۔ ۸۰ ہزار جرار فوج خود اُس کی اپنی تھی۔ اس کے علاوہ امدادی فوج حسب ذیل تھی۔

صلاح الدین والی سارنگ پور (مالوہ)	حسن خاں حاکم میوات	محمود خاں سپہ سالار
۳۰۰۰	۱۲۰۰۰	۱۰۰۰۰

راول آوے سنگھ والی ڈونگر پور	راجہ بھٹا امل والی انہیر (جیپور)	راجہ میدنی رائے والی چندری
۱۲۰۰۰	۲۰۰۰	۱۲۰۰۰

راجہ نرپت باڈوا والی بوندی	راجہ ستردی کچی	راجہ بیرم دیو	راجہ سنگھ دیو	راجہ جہا راجا والی فوج
۶۰۰۰	۶۰۰۰	۶۰۰۰	۶۰۰۰	۶۰۰۰
میزان کل ۳۰۱۰۰۰ دو لاکھ ایک ہزار				

ساتھ راجہ ہماراچہ۔ تو راؤ۔ ۱۰۴ راول اور راوت۔ ۵۰۰ ہاتھی اُس کے ساتھ تھے۔ اس کے مقابلہ میں بابر کے ساتھ دس ہزار سے زیادہ فوج تھی۔ رانا کی فوج کی کثرت جستی اور بہادری کے افسانے سن سُنکر بابر کی فوج کے دلوں میں عام طور سے ہراس پیدا ہو گیا تھا۔ اسی عرصہ میں کابل سے ایک قافلہ آیا جس میں محمد شریف نام ایک نجومی بھی موجود تھا۔ سپاہیوں نے اُس سے زانچہ دیکھنے کی فرمائش کی۔ اُس نے زانچہ دیکھ کر بیان کیا کہ مریخ غیب میں ہے اس طرف سے جو لڑیگا اُسے شکست ہوگی۔ اس بات کے منتشر ہوتے ہی تمام لشکریں اور بھی افسردگی چھا گئی صرف بابر اور اُس کا قابل وزیر خلیفہ نظام الدین دو شخص ایسے تھے جو اس نازک وقت میں ہمت نہ ہارے اور اُن کے عزم درست اور رائے مستقل رہی۔ بابر نے اسی وقت سے نوشی سے توبہ کی اور جس قدر طنائی اور نفرتی آلات شراب نوشی کے تھے سب کو توڑ کر خیرات کر دیئے۔ اور سب فوج کو جمع کر کے بہ آواز بلند یوں گویا ہوا۔ سنو لے امیرو! اور لے جوانو! ۵

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود	آنکہ پایندہ و باقیست خدا خواہد بود
جو آدمی مجلس حیات میں آکر بیٹھتا ہے ایک روز اُس کو پیمانہ اجل ضرور پینا ہوگا۔ اور جو اس منزل زندگی میں آیا ہے ایک نہ ایک دن اُس کو کوچ کرنا پڑیگا ۵	
دیں سرانے فنا فکر سرسری ہیچ است	غیم گدائی و فکر تو نگری ہیچ است
بچشم عقل اگر بنگری جہاں خواہیست	بہ خواب شادی و غم ہرچہ بنگری ہیچ است
پس بدنام جینے سے ہر حالت میں نیکنامی کے ساتھ مرنا بہتر ہے ۵	
بنام نکو گر بمیرم رواست	مرانام باید کہ تن مرگ رواست
سنو اور سمجھو کہ خداوند تعالیٰ نے یہ لازوال سعادت ہم کو نصیب کی ہے۔ اگر مر جائیں شہید مریں اور ہمیشہ زندگی کے لطف اٹھائیں ۵	
ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق	بشت است بر جریدہ عالم دوام ما
اگر فتح پائیں تو دنیا کی نعمتوں کے ساتھ ”غازی بنیں“ آؤ سب بلکہ قسم کھائیں اور بھاگنے کے خیال کو دل سے نکال دیں۔ جب تک جسم میں جان ہے لڑائی سے ہاتھ نہ رُکے۔	

ورنہ سمجھ لو کہ کابل بہت دور ہے اور وہاں تک زندہ پہنچنا قطعی ناممکن ہے، اس پر زور
تقریباً دو کام دیا اور سب قسمیں کھا کر مارنے مرنے پر مستعد ہو گئے۔ عصر کے وقت
تک لڑائی پورے جوش پر تھی اور کسی فریق کی جانب غلبہ نظر نہ آتا تھا آخر آٹھ گھنٹے
کی خونریز لڑائی کے بعد غروب آفتاب کے ساتھ ہی رانا کا خورشید اقبال بھیڑ والی
ہونے لگا اور باہری اقبال کا نشان آفتاب عالم تاب کی طرح چمک اٹھا۔ رانا کے
بڑے بڑے نامور مسلمان امیر اور راجپوت سردار مارے گئے۔ رانا ہزار دشواری
رن سے بھاگا اور چند ہی روز کے بعد اُس کا کام تمام ہو گیا۔ شیخ زین خوانی نے
”فتح بادشاہ اسلام“ تاریخ لکھی۔ بادشاہ نے اسی دن سے غازی کا لقب اختیار کیا
اس تاریخی دلچسپی سے آثار قدیمہ کا شوق کشاں کشاں مجھے قنچور سے خانوآں
لے گیا۔ تیرہ دروازہ سے خانوآں تک اکثر آثار قدیمہ کے نشان سڑک کے کنارے پر
نظر آتے ہیں۔ چوبیسویں میل سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک ہشت پہل سنگین گنبد
ملتا ہے جس کے اندر دو قبریں ہیں۔ تعویذ خوبصورت سنگ سفید کے ہیں جن میں ایک
زنانہ۔ ایک مردانہ ہے۔ اسی کے قریب ایک چوتروہ پرچہ سات قبریں ہیں جن کے سنگین
خوبصورت تعویذ صاف بتا رہے ہیں کہ ہم مغزین کی آرامگاہ ہیں۔ سب کے لوح نقش
مدعا سے خالی ہیں صرف ایک تعویذ پر نہایت خوش خط، خط نسخ میں قنچور کے مشہور
کتاب نویس شیخ حسین چشتیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتبہ موجود ہے۔ جس پر آیات قرآنی
کے علاوہ یہ عبارت بھی تحریر ہے۔ ”کتب ہذا لکتابہ الحسین ابن احمد الحشتی علی قبرہ سنہ
ستہ و سبعین و تسع مائتہ“ اس سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک شکستہ باولی ملتی ہے۔
موضع جوتانہ کی آبادی کے قریب پہاڑ کے نیچے ایک شکستہ عمارت کے اندر اور قریب
جوار میں بہت سی سنگین قبریں نظر آتی ہیں۔ منڈوی مرزا خاں کی آبادی سے مغرب
کی جانب ایک بہت بڑی زینہ دار باولی اچھی حالت میں اب تک موجود ہے۔ اس کے
علاوہ اور بھی کئی شکستہ باولیوں کے نشانات پائے جاتے ہیں۔

۱۲۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے بلند دروازہ کا کتبہ بھی انہیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

آثار قدیمہ

سید کا اہلکار

خانواں میں آٹھ دس سنگین مسجدیں شاہی عہد کی موجود ہیں جن میں بلحاظ عمارت آبادی کے اندر کی جامع مسجد سب سے اچھی ہے یہ تین در کی دوہری مسجد ہے جس کا رقبہ ۳۲ فٹ ۱۰ انچ x ۱۴ فٹ ۵ انچ ہے۔ ستون سادہ پہلدار ہیں۔ کتبہ کا ٹوٹا ہوا پتھر مسجد میں رکھا ہوا ہے جس کے حروف ایسے مٹ گئے ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سن ۹۹۳ھ کے بعد کی تعمیر ہے۔ ایک تین در کی دوہری مسجد پہاڑی کے سب سے بلند ٹیلے پر بنی ہے جو کئی کوس سے دکھائی دیتی ہے۔

آبادی سے مغرب کی جانب کر بلا ہے جس میں ایک سنگین مسجد۔ ایک پختہ کنواں دو تین خوبصورت گنبد۔ اور بہت سی سنگین قبریں ہیں۔ قرب وجواریں اور بھی کئی چھتریاں بنی ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان قبروں پر کوئی کتبہ نہیں ہے نہ ان کی نسبت کوئی زبانہ روایت بیان کی جاتی ہے مگر جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ بابر کی فوج کے شہدائے فرائض ہیں۔ انہیں میں سے ایک مزار سے گاؤں والے خاص عقیدت رکھتے اور صاحب مزار کو شہید بتلاتے ہیں۔ ایک مزار پہاڑی کے اوپر آبادی سے پورب کی جانب واقع ہے۔

منتخب التواریخ سے واضح ہے کہ سن ۹۸۱ھ میں اکبر نے آگرہ سے اجیر شریف تک ہر منزل پر ایک محل تیار کرایا اور ہر کوس پر ایک کنواں اور ایک منارہ تعمیر کیا۔ اُس وقت تک جتنے ہرن شکار کئے تھے اُن کے لاکھوں سینگ جمع تھے انہیں ہر منارہ پر لگا کر سر اپا شاخ در شاخ کر دیا کہ یہ بھی یادگار رہے۔ ”میل شاخ اس کی تاریخ ہو“ فتحپور کے بعد پہلی منزل خانواں تھی یہاں اب محل کا تو کوئی نشان باقی نہیں مگر خانواں سے کوس ڈیڑھ کوس آگے موضع صید پورہ کی آبادی کے قریب ایک ہرن منارہ ابھی تک موجود ہے۔ اس کا طرز جہانگیری میل سے ملتا جلتا ہے مگر یہ اُس سے چھوٹا ہے۔ سینگ اب کوئی باقی نہیں مگر سوراخ اب تک موجود ہیں۔ اسی کے قریب ایک بڑی مسجد۔ کنواں اور کچھ منہدم عمارت کے آثار باقی ہیں مسجدیں رنگین کام تھا جو کہیں کہیں اب تک نمایاں ہیں۔

لے شاہان ایشیا کا قدیمی دستور تھا کہ جب انہیں کوئی نمایاں فتح حاصل ہوتی تھی تو مقام جنگ میں ایک بلند اونٹ

خانواں کی عمارتیں

مقام پر بڑا سا گڑھا تھا۔ اگر اس میں زمین خافت کے جگہ کے رکھا جھڑے اور اُس پر ایک بلند تارکوں سے پایا جاتا ہے کہ بارہن بھی رانا سا لگا کر فتح یا خانواں کی پہاڑی کی چوٹی پر لگا کر مندر تعمیر کر دیا تھا

ہرن منارہ

اس مسجد کے آگے دو مناروں کے باقیانہ آثار اب تک نمایاں ہیں کیونکہ یہ ہرن منارہ اور عمارت منارہ کی شکل کی فتح کی یادگار ہیں جوادیئے تھے جس کو کلک مندر کہتے تھے اس عہد کی

مسجد بابر کی یادگار ہوں۔

ضمیمہ

حضرت شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی قدس سرہ

آپ شیخ فاروقی اور حضرت بابا فرید گنج شکر کی اولاد میں تھے۔ نسب شریف آپ کے
حضرت بابا صاحب سے اس طرح ملتا ہے۔ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ابن شیخ بہاؤ الدینؒ ابن
شیخ بدر الدینؒ عرف بٹھہ ابن شیخ سلیمانؒ۔ ابن شیخ آدمؒ ابن شیخ معروفؒ ابن شیخ موسیٰؒ
ابن شیخ مودودؒ ابن شیخ بدر الدین بدر العالمؒ ابن قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید الدین
گنج شکر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کے جد بزرگوار شیخ سلیمان نے پاک پٹن سے ترک وطن کر کے لدھیانہ میں سکونت
اختیار کی۔ اس کے بعد آپ کے پدر بزرگوار لدھیانہ کو چھوڑ کر دہلی تشریف لائے اور اس
محلہ میں جو سرائے شیخ علاؤ الدین زندہ پیر کے نام سے مشہور تھا سکونت اختیار کی۔ اُسی مقام
پر سلطان بہلول لودھی کے عہد سلطنت میں ۸۸۳ھ میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ
ماجیدہ بی بی اخہ شیخ کرم اللہ عثمانی کی بیٹی۔ نہایت بزرگ اور رابعہ محضر تھیں۔ جب عمر
شریف ۹ برس کی ہوئی آپ کے والدین قصبہ سیکری میں تشریف لائے۔ اور دونوں نے
یہیں انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی شیخ موسیٰ سے
فرمائی۔ ۱۴ برس کی عمر میں آپ برادر بزرگ سے اجازت حاصل کر کے سرسند تشریف لے گئے

اور وہاں ملک العلماء شیخ محمد الدین سے علوم ظاہری کا فیض حاصل کیا۔ ۸ برس کی عمر میں اقصائے عالم کی سیر اور زیارت حرمین شریفین کا شوق پیدا ہوا اور وہیں سے خشکی کے راستہ روانہ ہو گئے۔

اس زمانہ میں بھاپ اور برقی قوت کی بدولت سفر کرنا ایک معمولی بات ہو گیا ہے۔ لیکن گذشتہ زمانہ میں سفر واقعی سفر کا نمونہ اور جان بوجھ کر جان جو کھوں میں پڑنا تھا۔ لیکن ہمارے اسلاف ہم سے پست ہمت نہ تھے وہ باوجود طرح طرح کی مشکلات کے علم و فضل کے شوق اور تجارت کے ذوق میں ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک سلطنت سے دوسری سلطنت میں جانا اور خشکی اور تری کے دور و دراز سفر طے کرنا ایسا معمولی بات سمجھتے تھے جیسا آج ہم دو چار گھنٹے کے ریل کے سفر کو آسان سمجھتے ہیں۔ غرض کہ آپ حکم سیر و اتنی الارض ممالک کی سیر کرتے اور صالح حقیقی کی صنعتوں کے نمونے دیدہ و حق ہیں سے دیکھتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے۔ ۳۰ برس تک عرب۔ ایران۔ روم و شام۔ بغداد شریف۔ نجف اشرف۔ کربلائے معلیٰ۔ بصرہ۔ حمص۔ مصر اور دیار غری کے شہروں میں سیر و سیاحت کر کے فیض باطنی حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں باختلاف روایات ۲۴ یا ۱۴ حج آپ نے ادا کئے۔ تمام سال سفر میں بسر کرتے اور حج کے وقت مکہ معظمہ میں آجاتے تھے۔ بڑے بڑے مشائخ اور صدقا اہل اثر سے شرف ملاقات حاصل کر کے کسب فیض کیا۔ بصرہ میں قطب الاقطاب خواجہ ابراہیم عرب سے جو چھٹے واسطہ میں خواجہ فضیل عیاض کے فرزند اور تجادہ نشین تھے فیض امانت پا کر خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔ عرب میں عام طور سے آپ شیخ اہل کمال تھے۔ واپسی کے وقت چند مدت تک بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت امام اعظمؒ کے روضہ مقدسہ پر مقیم رہ کر دولت سرمدی حاصل کی ہندوستان میں ہنچکر ڈھائی برس تک ہمدانی شیخان میں جو سرہند سے تین کوس کے فاصلے پر ہے حضرت مخدوم شیخ زین العابدین چشتیؒ کے مزار پر معتکف رہے۔ اس کے بعد ۹۴۰ھ میں سیکری شریف لائے۔ اور حسب خواہش عیسیٰ خاں لودی کے اُن کی

دختر نیک اختر سے شادی کی۔

۹۹۲ھ میں دوبارہ بحری راستہ سے حج کو تشریف لے گئے اور سورت سے ہزار پر سوار ہوئے۔ اس مرتبہ شیخ یعقوب کشمیری بھی ساتھ تھے۔ آٹھ حج ادا کئے۔ چار برس مکہ معظمہ اور چار برس مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مکہ والے چار برسوں میں بھی خاص خاص دنوں میں مدینہ طیبہ چلے جاتے تھے۔ ۹۹۳ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ حضرت کی اس طویل سیروسیاحت کا کوئی سفر نامہ دستیاب نہیں ہوتا اگر آج یہ حالات موجود ہوتے تو کس قدر مفید اور دلچسپ ذخیرہ ہوتا۔ منتخب التواریخ سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے اس سفر کے کچھ حال قلمبند ضرور کئے تھے۔ چنانچہ میان عبداللہ نیازی کے حال میں لکھا ہے کہ یہ اول شیخ سلیم چشتیؒ کے مرید تھے اور انہیں کی خانقاہ کے پاس ایک حجرہ میں جس کو اب اکبر نے عبادت خانہ بنا لیا ہے مستکلف رہتے تھے۔ جب اول مرتبہ شیخ سلیم چشتیؒ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو میان عبداللہ نے سفر حج کی اجازت مانگی۔ شیخ نے ان کو ایک طومار میں تمام ان مشائخ اور اہل اللہ کا حال لکھ دیا جن سے ولایت عرب و عجم میں خود ملاقات کر آئے تھے۔ چنانچہ میان عبداللہ نے ان سب ملکوں کی سیر کر کے ان سب بزرگوں سے ملاقات حاصل کی الخ۔ پس اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ کچھ حالات آپ نے قلمبند ضرور کئے تھے ورنہ کل حالات کسی طرح زبانی یاد نہیں رہ سکتے تھے۔

شیر شاہ اور سلیم شاہ کے عہد میں آپ کی پرہیزگاری اور نیکو کاری لوگوں کے دلوں میں خاص اثر رکھتی تھی۔ جب ۹۹۵ھ میں شیر شاہ کا بڑا بیٹا عادل خاں اپنے چھوٹے بھائی سلیم سے تخت نشینی کے معاملے میں گفتگو کرنے آیا تو مع خواص خاں کے آپ ہی کے مکان پر مقیم ہوا۔ سلیم شاہ کے عہد میں جو خاص اس کے دو امام تھے۔ ان میں ایک آپ۔ دوسرا حافظ نظام بدایونی تھے۔

۹۹۱ھ میں آپ نے فتچپور میں واپس آکر ایک خانقاہ تعمیر کرائی جس کا حال مسجد سنگتراش کے حال میں لکھا جا چکا ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی صاحب منتخب التواریخ نے ایک خط غزلی زبان میں حضرت کے نام تحریر کیا تھا جسے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے اس میں

یہ دو تاریخیں آپ کی تشریف آوری کی لکھی تھیں۔

شیخ اسلام ولی کامل لامع از جبہ او ستر ازل از مدینہ چوسوئے ہند شافت بشمر حرفے و بشمر حرفے	آن سیما نفس و حضرت دم طالع از پھرہ او نور قدم آن سیما نفس و حضرت قدم بہر تاریخ ز خیر المقدم
دیگر	
شیخ الاسلام مقتداے انام از مدینہ چوسوئے ہند آمد ہند از مقدم ہمایونش گیر حرفے و ترک کن حرفے	دفع اللہ قذمہ السامی آں ہدایت پناہی نامی یافت از سر خجستہ فرجامی بہر سالش ز شیخ اسلامی

اکبر کی ۲۷-۲۸ برس کی عمر ہو گئی تھی۔ اس عرصہ میں کئی بچے ہوئے اور مر گئے۔ اس وقت تک لا ولد تھا۔ اور اولاد کی بڑی آرزو تھی۔ اس آرزو میں اکثر فقر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ محمد بنجاری اور حکیم عین الملک نے حضرت کے بہت سے اوصاف بیان کئے۔ اکبر خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ اور دعا کی التجا کی۔ ان کی ارادت اور اعتقاد نے مدت تک پھول پھول دئے۔ یعنی حضرت کی دعا کی تاثیر سے شاہزادہ سلیم اور شاہزادہ مراد اور شاہزادہ دانیال پیدا ہوئے۔ اور خانقاہ جدید تعمیر ہو کر فتحپور کی آبادی شروع ہوئی۔ اسی عرصہ میں کہ محلات شاہی تعمیر ہو رہے تھے اور شہر آباد ہوتا جاتا تھا۔ شبِ پنجشنبہ ۲۹۔ رمضان ۹۷۹ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

علاوہ اس تاریخ کے جو روضہ مبارک کے دروازہ کی پیشانی پر تحریر ہے ایک تاریخ شیخ ہندی اور دوسری یہ تاریخ صاحب منتخب التواریخ نے لکھی ہے۔

تاریخ وفات شیخ اسلام	شیخ حکام و شیخ حکام
----------------------	---------------------

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ میں اول ۹۷۹ھ میں شیخ اعظم بدایونی (نواب) سے مفصل حال باب اول میں اور باب دوم میں رنگ محل کے حال میں ملاحظہ کیے۔

قطب الدین خان کو کلتاسش کے والد تھے) کے وسیلہ سے جو شیخ کے ہم جذبہائی اور دامن
تھے ملازمت میں حاضر ہوا تھا۔ اثنائے گفتگو میں شیخ ممدوح نے مجھ سے دریافت کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی قبروں کی صورت حدیث میں کیا لکھی ہے۔ میں نے
دو قول بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا کہ سہروردی نے واقعہ صاعقہ میں تینوں قبروں کی صورت
لکھی ہے اور اُس میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ میں دو روز تک حضرت کے ارشاد کے
بموجب خانقاہ قدیم کے حجرے میں مقیم رہا۔ اس کے بعد بیچم میں کئی مرتبہ ملاقات
ہوئی۔ میں نے جو اُن کی کرامات دیکھیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ چارے کے موسم
میں پتھور جیسے ٹھنڈے مقام میں جہاں بہت سردی ہوتی ہے خاصے کا کرتا اور ململ کی
چادر کے سوا کچھ اور لباس نہ ہوتا تھا۔ شیخ ممدوح وصال کے روزے رکھا کرتے تھے۔
غذا آدھا تر بوز بلکہ اس سے بھی کم تھی۔ شریعت کے بموجب عبادت کا سبب لانا۔ درونا
ریاضتیں اور سخت مشقتیں اٹھا کر منازل فقر کو طے کرنا اُن کا عمل اور طریقہ کا اصول
تھا اور یہ بات اُس عہد کے مشائخ میں کسی کو کم حاصل ہوئی۔ نماز پنجگانہ غسل کر کے
جماعت سے پڑھتے تھے۔ اور یہ وظیفہ تھا کہ کبھی فوت نہیں ہوا۔ جب شیخ خان بانی پتی
اُن کی صحبت میں آئے تو اُنہوں نے پوچھا۔ ”طریق شما با استدلال است یا بکشف“
جواب دیا۔ ”طور ما دل بردل است“

صاحب جواہر فریدی اور سلسلہ الاسلام نے حضرت کے بہت سے خوارق عادت
نقل کئے ہیں جنہیں بخوف طوالت قلم انداز کر کے صرف ایک روایت جو جہانگیر نے
اپنی توزک میں تحریر کی ہے لکھتا ہوں۔ ”ایک دن کسی تقریب سے میرے والدین
پوچھا کہ آپ کی کیا عمر ہوگی۔ اور آپ کب ملک بقا کو انتقال فرماؤ گئے۔ فرمایا کہ عالم الغیب
خدا ہے۔ جب بہت اصرار سے پوچھا تو مجھ نیاز مند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ جب شاہزادہ
اتنا بڑا ہوگا۔ کہ کسی کے یاد کروانے سے کچھ سیکھ لے۔ اور آپ کہے۔ جانتا کہ ہمارا وصال
نزدیک ہے۔ والد بزرگوار نے یہ سن کر تاکید کر دی کہ جو لوگ خدمت میں ہیں۔ نظم و نشر
کچھ نہ سکھاویں۔ اسی طرح دو برس اور سات مہینے گزرے۔ محلہ میں ایک عورت رہتی تھی

وہ نظر گذر کے لئے روزانہ اسپند جلا جاتی تھی۔ اس بہانہ سے اُسے صدقہ اور خیرات مل جاتی تھی۔ اُسے اس بات کا علم نہ تھا۔ ایک دن اُس نے مجھے تنہا پا کر یہ شعر یاد کروادیا۔

الہی غنچہ امیر بکشا | گلے از روضہ جاوید بنما

مجھے پہلے پہل یہ کلام موزوں ایک عجیب چیز معلوم ہوا۔ اُسی وقت شیخ کے پاس گیا اور یہ شعر اُن کو سنایا۔ وہ مارے خوشی کے اُچھل پڑے۔ اُسی وقت والد بزرگوار کے پاس گئے۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اتفاق یہ کہ اُسی رات اُنہیں بخار ہوا۔ دوسرے دن آدھی بھیجک تائیں کلانوت کو کہ بے نظیر گویا تھا بلا بھیجا۔ اُس نے جا کر گانا شروع کیا۔ پھر والد مرحوم کو بلوایا۔ جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ وعدہ وصال قریب ہے۔ تم سے رخصت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اپنے سر سے دستار اُتار کر میرے سر پر رکھ دی۔ اور کہا کہ سلطان سلیم کو ہم نے اپنا جانشین کیا۔ اور اُسے خدائے حافظ و ناصر کو سونپا۔ وہ ہم صنف بڑھتا جاتا تھا۔ اور مرنے کے آثار ظاہر ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ محبوب حقیقی کا وصال ہوا“ لے

خلفائے شیخ

صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں ”کہ بہت سے مشائخ حضرت کی صحبت سے فیض پا کر درجہ تکمیل کو پہنچے اور اُن کے قائم مقام ہو گئے۔ اُنہیں میں ایک شیخ کمال الوری تھے جن کے دل میں عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔ ایک شیخ پیرائے بنگالی ہیں جو بنگالہ کے شہروں میں بہت مشہور ہیں۔ ایک شیخ فتح اللہ ترین سنبھلی ہیں۔ ایک شیخ حاجی حسین ہیں جو اُن کے سب خلیفوں میں عمدہ اور فقیہ ہیں اُن کی خانقاہ کے خادم تھے۔“

ان کے علاوہ آپ کے مشہور خلفائے عرب میں سید محمود مغربی۔ شیخ محمود۔ شیخ رجب چلی ستولی روضہ مقدسہ حضرت رسول مقبول صلعم ہندوستان میں شیخ طہ گجراتی۔ شیخ محمد شروانی۔ شیخ محمد بخاری۔ شیخ سید جی۔ شیخ کبیر ابن شیخ عبدالغفور بنی اسرائیل سارنگپوری۔ شیخ محمد غوری۔ شیخ حسین ابن شیخ ابراہیم حشتی۔ شیخ حسین کنوہ

لے توڑک جاگیر صفر ۲۶۱۔ دربار اکبری صفر ۷۹۵ لے صاحب منتخب التواریخ لکھتے ہیں کہ ان کا نام شیخ حسین اور تخلص حبشی و صوفی دہلوی اور حضرت شیخ سلیم حبشی م کے مرید تھے اور اسی وجہ سے اُنہوں نے اپنا تخلص حبشی مقرر کیا تھا قجرو کی خانقاہ میں صوفیوں کے زمرہ میں رہتے تھے ان کا ایک دیوان اور بہت سی کتابیں تصنیف سے ہیں۔ ایک کتاب

دل و جان ہندوستانیوں کے طرز پر نظم میں لکھی ہے ۱۲

شیخ حسین تپنی - شیخ ولی ابن شیخ یوسف چشتی ساکن قصبہ سہو - شیخ حماد بن شیخ معروف چشتی
گو الیاری - شیخ زکریا ابن شیخ عجائب - شیخ بھکاری بنی اسرائیل - شیخ سدرھاری
بنی اسرائیل - سید حسین دہلوی - شیخ عبدالواحد دہلوی - شیخ جلال سرہندی - حافظ امام
سرہندی - شیخ ابراہیم صوفی سرہندی -

حضرت شیخ الاسلام کے چہ بیہیوں سے ۲۲ لڑکے اور ۱۴ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے بہت سے بچوں نے خود رسالی میں انتقال کیا۔ جن کے نام رکھے گئے وہ حسب ذیل ہیں
پسران - شیخ محمد - شیخ احمد - شیخ بدر الدین - شیخ تاج الدین - شیخ نصر الدین - شیخ محمود
شیخ معروف - شیخ منور و خیران - بی بی مریم - بی بی خدیجہ بزرگ - بی بی فاطمہ -
بی بی عائشہ بزرگ - بی بی عائشہ خور - بی بی زیبا - بی بی سائرہ - بی بی خدیجہ خور -
بی بی رقیہ - بی بی رابعہ - لڑکیوں میں بی بی زیبا بہت مشہور ہیں۔ ان کی شادی
شیخ کبیر (نواب شجاعت خاں) سے ہوئی تھی۔ یہ رابعہ عصر نہایت عابدہ اور زاہدہ بی بی
تھیں زہد و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ بارہوں میں سے روزہ رکھا کرتی تھیں۔ ہر صفر کو جبکہ
کسی قسم کی بیماری نہ تھی اپنی والدہ ماجدہ بی بی جیانی سے کہا کہ ہنگام سفر قریب ہے
تم سے رخصت ہوتی ہوں۔ اس کے بعد خود سامان تجمیز و تکفین مہیا کر کے تھوڑی دیر
بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ مزار موضع جوتانہ میں ہے جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔
بی بی عائشہ کی شادی شیخ جنید سے اور بی بی خدیجہ کی شادی شیخ اعظم ابن شیخ حسین
بدایونی سے اور بی بی فاطمہ کی شادی شیخ فیروز ابن شیخ عبدل گو الیاری سے ہوئی تھی
جہا نکیر نے بی بی خدیجہ کا دودھ پیا تھا۔

صاحبزادوں میں مرت چار جوانی تک پہنچے۔ بقیہ نے خود رسالی میں انتقال کیا۔
سب سے بڑے شیخ محمد تھے۔ ان کا مفصل حال کسی جگہ نظر سے نہیں گذرا۔ ان کے بیٹے
شیخ خواجہ اسمعیل تھے جن کی نسبت صاحب منتخب التواریخ نے لکھا ہے کہ ۲۹ - شوال
۹۹۳ھ کو شیخ جمال بختیاری نے لدھیانہ میں۔ اور خواجہ اسمعیل نیرہ شیخ الاسلام نے
جوڑا خوبصورت جوان تھا تھا نیرہ میں انتقال کیا۔ اُس کے وفات کی یہ تاریخ ہوئی۔

ع رفت زیبا گلے زباغ جہاں + اسی طرح شیخ معروف کا حال بھی سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں کہ اُن کے دو بیٹے تھے جن کا نام شیخ عارف اور شیخ اسماعیل تھا۔ دو بیٹے شیخ احمد اور شیخ بدر الدین صاحب نام و نشان ہوئے جن کا حال علیحدہ علیحدہ تحریر کیا جاتا ہے

شیخ احمد

آپ منجھلے بیٹے شیخ سلیم چشتی رحمہ کے تھے۔ منصب پانصدی (تخواہ ۲۸۰۰ روپیہ ماہوار) پرفراز اور اکثر مہمات میں شریک تھے۔ شیخ ابوالفضل اکبر نامہ میں لکھتے ہیں۔ شیخ احمد منجھلے بیٹے شیخ سلیم فقیہوری کے ہیں۔ دنیا داروں میں بہت سی عمدہ خصلتیں اُن کے چہرہ پر اُبٹنے لگتی تھیں۔ لوگوں کی شکایت سے زبان آلودہ نہ کرتے تھے۔ خلاف طبع بات پر غم سے مغلوب نہ ہوتے تھے۔ متانت و وقار سے مصاحبت رکھتے۔ دستگیری عقیدت اور خوبی عبادت سے جگرہ اُمرا میں داخل ہوئے۔ ان کی بی بی کا سلیم نے دودھ پیا تھا مالوہ کی مہم میں بد پرہیزی کی۔ سمجھایا تو نہ مانا۔ آخر دار الخلافہ (فقیہور) میں آکر فالج کی نوبت پہنچی۔ ۹۸۵ھ میں جس دن کہ بادشاہ اجمیر جاتے تھے۔ انہیں حضور میں لائے سجدہ عجز کر کے آخری رخصت حاصل کی۔ گھر میں جا کر آخری سانس نے منزل گاہ نیستی کا راستہ دکھایا ۱۵

نواب معظم خاں

شیخ احمد کے بیٹے شیخ بایزید تھے۔ ان کی شادی شیخ ابوالفضل کی لڑکی بی بی صالحہ سے ہوئی تھی۔ اکبر کے عہد میں اوّل منصب چار صدی پرفراز ہوئے۔ لیکن اپنی عقلی اور کارگذاری سے بہت جلد ترقی پا کر منصب دو ہزاری سے مفتخر ہوئے۔ جہانگیر نے تخت نشین ہو کر سہ ہزاری کا منصب دیا۔ اپنی توڑک میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے مجھ شیخ بایزید کی ماں نے دودھ پلایا لیکن صرف ایک دن۔ اس کے بعد اسی سال معظم خاں کا خطاب مرحمت ہوا۔ ۱۰۰۰ روپیہ ماہوار) چار ہزاری منصب (۲۴۰۰ روپیہ ماہوار) پر

پر ترقی ہوئی۔ ^{۱۰۲۰} ۱۱۱۱ جلوس انتقال کیا ان کے بیٹے شیخ عبد الصمد تھے جو مکرم خاں کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ان کا حال علیحدہ علیحدہ قلمبند کیا جائیگا۔

شیخ بدر الدین

حضرت شیخ سلیم چشتی ^{۹۵۸} ۱۱۱۱ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ^{۹۵۸} ۱۱۱۱ میں پیدا ہوئے۔ شیخ نے انہیں کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین مقرر کیا تھا۔ ابتدا میں شاہی ملازمت میں داخل تھے۔ اس کے بعد ملازمت ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ ^{۹۸۳} ۱۱۱۱ میں ایک رات اکبر نے انہیں عبادت خانہ میں بلایا۔ یہ تشریف لے گئے مگر وہ ادب آداب جو ایام ملازمت میں بجالاتے تھے بچانہ لائے۔ اکبر کو یہ بات ناگوار گزری۔ باتوں باتوں میں کچھ بد مزگی بھی پیدا ہوئی۔ چند مدت بعد یہ بادشاہ کی بغیر اجازت اجیر تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے کجرات کے راستہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں عبادتیں اور سخت ریاضتیں کرنا شروع کیں۔ اکثر طے کار روزہ رکھتے اور گرمی میں ننگے پاؤں خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ ^{۹۹۰} ۱۱۱۱ میں ایک مرتبہ سات دن کا طے کار روزہ رکھا۔ گرم موسم۔ مکہ کی گرم ہوا۔ اور وہ ننگے پاؤں طواف کعبہ کر رہے تھے۔ اسی حالت میں پاؤں میں آبلے پڑ کر تپ محرقہ ہو گئی۔ اور عید الضحیٰ کے دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ ^{۹۹۹} ۱۱۱۱ کو ساقی لطف ازلی کے ہاتھ سے شہادت قتل فی سبیل اللہ کا شربت پیا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام شیخ علاؤ الدین (نواب اسلام خان) اور چھوٹے کا نام شیخ قاسم (نواب مختار خاں) تھا دونوں کا حال علیحدہ علیحدہ قلمبند کیا جاتا ہے۔

اعتقاد الدولہ نواب اسلام خان چشتی فاروقی

اصلی نام شیخ علاؤ الدین تھا۔ شیخ بدر الدین کے بڑے بیٹے اور حضرت شیخ سلیم چشتی کے پوتے تھے۔ ^{۹۹۰} ۱۱۱۱ میں پیدا ہوئے۔ ۱۴ برس کی عمر میں خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے پایا۔ اخلاق حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے سبب سے خاندان کی برکت تھے

جہانگیر سے چونکہ کوکلتاس کا رشتہ ملا ہوا تھا۔ لہذا اعتقاد الدولہ اسلام خاں کا خطاب اور منصب چہار ہزاری مرحمت ہو کر بہار کا صوبہ عنایت ہوا۔ سٹہ جلوس میں جہانگیر قلی خاں صوبہ دار بنگالہ کے مرنے کے بعد بنگالہ بھی مرحمت ہوا۔ سٹہ جلوس میں منصب پنج ہزاری پر ترقی پائی۔ باوجودیکہ اکبر کے عہد میں بنگالہ میں لاکھوں آدمیوں کا خون بہ چکا تھا۔ پھر بھی گزشتہ حکمران پٹھانوں کی کھرجن کناروں میں لگی پڑی تھی۔ ان میں عثمان خاں قتلو لوہانی کا بیٹا بڑا بہادر اور نامور سردار تھا کہ باوجود کئی معرکوں کے اُس کی جڑا بھی تک نہ اکھڑی تھی۔ انہوں نے اپنے عہد حکومت میں خوزیر لڑائیوں سے اُس کا کام تمام کیا۔ اور اس کا رگزاری میں سٹہ جلوس میں منصب شش ہزاری (تنخواہ ۸۲۰۰ روپیہ ماہوار) سے مفتخر ہوئے۔ اس موقع پر جہانگیر نے لکھا ہے ”کہ جب میں نے اسلام خاں کو بنگالہ کی صوبہ داری پر نامزد کیا۔ تو اس خدمت بزرگ کے تعین پر اکثر بندگان دولت بوجہ خور دسالی اور نا تجربہ کاری اسلام خاں کے میری رائے کے خلاف تھے۔ لیکن چونکہ میرے نزدیک اُس کے جوہر ذاتی اور استعداد قطری اس صوبہ کے انتظام کے واسطے کافی تھی لہذا میں نے اپنی رائے کے موافق اُسے بنگالہ کی صوبہ داری سے اعزاز بخشا اُس نے اس خوبی اور عہدگی سے وہاں انتظام کیا کہ آج تک کسی تجربہ کار امیر نے بھی ایسا نہ کیا تھا۔ قرب و چوار کے تمام ملک ممالک محروسہ میں شامل ہو گئے اور سب سے بڑا کار نمایاں عثمان خاں افغان کا قلع و قمع تھا جو اس سے ظہور میں آیا۔“

سٹہ جلوس میں جمعرات کے دن ۵۔ رجب ۱۰۲۲ھ کو اس دارنا پادار سے کوچ کر کے فچپور کی درگاہ میں خواب آرام کیا۔ مرنے کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ مرنے سے پہلے ایک دن بھی بیمار نہ پڑے۔ میں اُس زمانہ میں اجمیر میں بیمار تھا۔ اس کی خبر بنگالہ میں ہنوز نہ پہنچنے پائی تھی کہ ایک دن اسلام خاں کو خلوت میں پیچودی پیدا ہوئی۔ جب ہوش آیا۔ اپنے ایک محرم راز سے جس کا نام شیخ بھیکن تھا کہا۔ کہ عالم غیب سے مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ بادشاہ سلامت بیمار ہیں اور اُس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ سب سے زیادہ عزیز چیز خدا کی جائے۔ اول

میرے دل میں گذرا کہ فرزند ہوشنگ کو ولی نعمت کے فرق مبارک پر فدا کروں۔ لیکن چونکہ خور و سال ہے اور ہنوز زندگی کا کوئی لطف اُس نے نہیں اٹھایا لہذا اُس کی حالت پر مجھے رحم آتا ہے اب اپنے آپ کو اپنے صاحب اور مربی پر فدا کرتا ہوں۔ چونکہ یہ دعا صمیم قلب اور صدق باطن سے ہے۔ اُمید ہے کہ ضرور مقبول بارگاہ ایزدی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فی الفور ضعف پیدا ہوا اور تھوڑی دیر بعد انتقال کیا۔ اور شافی مطلق نے شفا خانہ غیب سے صحت کا ملہ اس نیاز مند کو عطا فرمائی۔ اگرچہ والد بزرگوار اولاد و احفاد حضرت شیخ الاسلام پر خاص توجہ رکھتے تھے۔ اور ہر شخص پر اُس کی قابلیت اور استعداد کے مطابق تربیت اور رعایت فرماتے تھے۔ لیکن جب نوبت سلطنت اور خلافت اس نیاز مند کی پہنچی بخیال ادا سے حقوق اُن بزرگوار کے رعایت ہائے عظیم پائے لگے۔ اور اکثر امارت کے رتبہ پر پہنچ کر صوبہ داری کے اعلیٰ منصب پر سرفراز ہوئے۔

مورخین نے ان کی سخاوت اور دریا دلی کی بہت تعریفیں کی ہیں۔ اپنے خاص دسترخوان کے علاوہ ایک ہزار طبق طعام اور اُس کے لوازمات ملازموں کے لئے ہوتے تھے۔ گراں بہا زیور اور قیمتی کپڑوں کے توان نوکر لئے کھڑے رہتے تھے۔ جس کی قیمت ہوتی تھی انعام دیتے تھے۔ جھروکہ درشن۔ دیوان عام۔ دیوان خاص وغیرہ مکانات دربار کے لوازم سلاطین ہیں۔ انہوں نے بھی آراستہ کر رکھے تھے۔ ہاتھی بھی بادشاہوں کی طرح لڑاتے تھے۔ باوجودیکہ نہایت مستحق پرہیزگار اور کمال زہد سے زندگی بسر کرتے تھے اور کسی قسم کا نشہ یا امر ممنوع عمل میں نہ لاتے تھے۔ لیکن بنگالہ کی تمام کمپنیاں سرکاری نوکر تھیں۔ اسی ہزار روپیہ ماہوار جس کا ۹ لاکھ ۶۰ ہزار روپیہ سال ہوا فقط اُن کی تنخواہ کی رقم تھی۔ اپنے خاص لباس میں ذرا بھی تکلف نہ کرتے تھے۔ دستار کے نیچے موٹے کپڑے کی ٹوپی اور قبا کے نیچے ویسا ہی کرتہ پہنتے تھے۔ دسترخوان پر خود بدولت کے سامنے مکئی اور یاجرے کی روٹی۔ ساگ کی بھجیا۔ اور سٹھی چاولوں کا خشک آتا تھا۔ لیکن بہت سخاوت میں حاتم کومات کرتے تھے۔ بنگالہ میں ۱۲۰۰ ہاتھی اپنے منصب پر

اور ملازموں کو دئے۔ ۲۰۰۰۰ سوار اور پیادے اپنے فرقہ شیخ زادوں سے نوکر رکھے تھے۔ ان کی شادی شیخ ابوالفضل کی بہن لاڈلی بیگم سے ہوئی تھی۔ اُن سے تین بیٹے تھے جن کا نام شیخ فضل اللہ، شیخ معظم، شیخ مودود تھا۔ شیخ فضل اللہ اکرام خاں کے خطاب سے موصوف ہوئے۔ اُن کا حال جداگانہ لکھا جائیگا۔ شیخ مودود نے خور دسالی میں انتقال کیا۔ شیخ معظم ۲۴ سالہ جلوس شاہجہانی میں اپنے بڑے بھائی کے انتقال کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ۲۶ سالہ جلوس میں منصب ہزاری سے مفتخر ہو کر فچپور کی فوجداری پر مامور ہوئے۔ ۱۰۶۹ھ کی جنگ سموگڈھ میں داراشکوہ کے ساتھ تھے اور اسی لڑائی میں مارے گئے۔

اولاد

شیخ معظم

نواب اسلام خاں کے چوک۔ حمام اور محلات کے علاوہ جن کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے فچپور میں ایک محلہ بھی اُن کے نام سے موسوم ہے جو انہیں کا آباد کیا ہوا اور اسلام گنج کے نام سے موسوم ہے۔ مشہور ہے کہ بنگالہ میں بھی اُن کی اولاد موجود ہے۔

نواب محشم خاں

اصلی نام شیخ قاسم تھا۔ نواب اسلام خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ابتدا میں نواب موصوف کے ساتھ بنگالہ میں متعین تھے۔ جب بھائی سے نہ بنی دربار میں بلائے گئے۔ ۲۵ سالہ جلوس میں منصب ہزار و پانچصدی پر سرفراز ہو کر پھر بنگالہ بھیجے گئے۔ جہاں نواب اسلام خاں نے سرکار منگیہ کی حکومت پر متعین کیا۔ نواب موصوف کے انتقال کے بعد بنگالہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ لیکن انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکا لہذا ۲۵ سالہ جلوس میں وہاں سے دربار میں بلائے گئے۔ ۲۷ سالہ جلوس میں صوبہ دکن میں متعین ہوئے۔ ۲۸ سالہ جلوس میں دوہزاری منصب ملا۔ ۲۹ سالہ جلوس میں خطاب محشم خاں کے ساتھ منصب پنہزاری (تنخواہ ۳۰۰۰۰ روپیہ ماہوار) مرحمت ہو کر صوبہ الہ آباد کی صوبہ داری پر متعین ہوئے۔ ۳۰ سالہ جلوس میں سرکار کاپلی جاگیر میں مرحمت ہوئی۔ شاہجہاں کے عہد

میں انتقال کیا۔ مزار فقیہ کی درگاہ میں نواب اسلام خاں کے روضہ میں واقع ہے جس کا حال لکھا جا چکا ہے۔

ان کے حسب ذیل نو بیٹے تھے۔ شیخ نور۔ شیخ موسیٰ۔ شیخ منور۔ شیخ محمد۔ شیخ افضل۔ شیخ فرید۔ شیخ انور۔ شیخ احمد۔ شیخ ہاشم۔ اب حضرت شیخ الاسلام کی اولاد ذکر کا سلسلہ انہیں کی اولاد سے جاری ہے۔ سجادہ نشینی کا سلسلہ حضرت شیخ کے بعد سے اس وقت تک اس طرح چلا ہے۔ حضرت شیخ کے بعد شیخ پیر الدین اُن کے بعد شیخ علاؤ الدین (نواب اسلام خاں) اُن کے بعد شیخ فضل اللہ (نواب کراخاں) اُن کے بعد اُن کے بھائی شیخ معظم۔ اُن کے بعد نواب محشم خاں کے پوتے اور شیخ نور کے بیٹے دیوان اسلام محمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے شیخ ولی محمد اُن کے بعد اُن کے بڑے بیٹے شیخ عبدالصمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے شیخ احمد۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے شیخ علی احمد۔ اُن کے بعد اُن کے بھائی شیخ محمد باقر کے بیٹے شیخ کاظم علی اور اُن کے بھائی شیخ فضل الدین حسین اور اُن کے بعد شیخ کاظم علی کے بیٹے شیخ عبدالحی اُن کے بعد شیخ فضل الدین حسین کے بیٹے شیخ تفضل حسین۔ اُن کے بعد شیخ عبدالحی کے بیٹے شیخ عبدالعزیز سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد اب اُن کے بیٹے شیخ فضل رسول صاحب سجادہ نشین ہیں۔ پہلے سجادہ نشین کا تقرر دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ اب منجانب کبھی اہل اسلام کیا جاتا ہے۔

نواب مکرم خاں

اصلی نام شیخ عبدالصمد تھا۔ نواب معظم خاں (شیخ یانیرید) کے بیٹے اور شیخ احمد کے پوتے تھے۔ ابتدا میں نواب اسلام خاں کی ماتحتی میں صوبہ بنگالہ میں تعینات تھے اُن کے انتقال کے بعد نواب محشم خاں بنگالہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ اُنہوں نے ان سے کچھ بدسلوکی کی۔ یہ ناراض ہو کر دربار میں چلے آئے۔ اس کے بعد اڈیسہ کی حکومت پر فخر ہوئے۔ ۱۴ سالہ جلوس جمائگیری میں صوبہ دہلی کی صوبہ داری اور

سجادہ نشینی کا
سلسلہ

میوات کی فوجداری سے سرفراز ہوئے۔ سلسلہ جلوس میں منصب سہ ہزاری عطا ہوا۔ اس کے بعد ملک کوچ کی حکومت پر تبدیل ہوئے۔ سلسلہ جلوس میں بنگالہ کی صوبہ داری سے اعزاز پایا۔ لیکن چند ہی روز حکومت کرنے پائے تھے کہ کشتی حیات لبریز ہو کر دریائے فانی میں غوطہ کھا گئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ دربار سے ایک فرمان ان کے نام صادر ہوا۔ اس کے استقبال کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر آگے بڑھے۔ اتفاقاً ایک ایسے مقام پر جہاں دریا میں ایک تالہ گرتا تھا نماز عصر کا وقت ہوا۔ نواب موصوف نے ملاحوں کو حکم دیا کہ کشتی کو کنارے پر لگاویں تاکہ نماز عصر ادا کر کے آگے روانہ ہوں۔ ملاحوں نے کشتی کو کنارے پر لگانا چاہا۔ اسی عرصہ میں ہوا زور سے چلنے لگی۔ اور پانی کے تلاطم سے کشتی ڈوب گئی۔ نواب مدوح مع کل ہمراہیوں کے غریقِ بحر فنا ہوئے۔ پھر نہ معلوم کس طرح لاش دریا سے نکال کر فچپور لائی گئی۔ مزار ایک حجر کے اندر اسلام خاں کے روضہ میں واقع ہے جس کے دروازہ کی پیشانی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

چو خان مکرم ز طوفان دنیا	فرورد کشتی بدریا سئے وحدت
بفرمود در خواب تاریخ خود را	کہ سال و صیلم شفاء و رحمت

نواب اکرام خاں

اصلی نام شیخ فضل اللہ تھا۔ جہانگیر نے ہوشنگ نام لکھا ہے۔ نواب اسلام خاں کے بڑے بیٹے تھے۔ ابتدا میں اپنے باپ کے ساتھ بنگالہ میں تعینات تھے۔ سلسلہ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی پر سرفراز ہوئے۔ اسی سال اکرام خاں کے خطاب سے اعزاز پایا۔ اور فچپور اور میوات کی فوجداری پر متعین ہوئے۔ سلسلہ جلوس میں جہانگیر نے ان کی نسبت یہ فقرہ تحریر کیا ہے۔ ”الحال سپر اسلام خاں کہ بک خطاب اکرام خاں سرفرازی دارد و صاحب سجادہ است و آثار سعادت مندی از احوال او ظاہر و خاطر بہ تربیت او متوجہ بسیار است“۔ سلسلہ جلوس میں منصب دو ہزاری (تختواہ ۱۲۰۰۰ روپیہ ماہوار) پر ترقی ہوئی۔ شاہجہاں کے عہد میں ہم دکن میں تعیناتی ہوئی۔ پھر اسیر کی حکومت پر سرفراز

ہوئے۔ ۲۱۔ رجب ۱۲۵۳ھ کو ۷۰۰۰ روپے انعام میں مرحمت ہوئے۔ اس کے بعد
 نہ معلوم کیا قصور سرزد ہوا کہ منصب سے معزول ہو کر نقدی مقرر ہو گئی۔ ۹ شعبان
 ۱۲۵۴ھ کو قصور معاف ہو کر پھر منصب سابق پر بحال ہو گئے اور پھر باگیر میں مرحمت
 ہوا۔ ۱۰ شعبان ۱۲۵۴ھ میں لا ولد انتقال کیا۔

نواب قطب الدین خاں کو کلکاش

اصلی نام شیخ خوں تھا۔ شیخ اعظم ابن شیخ حسین بدایونی کے بیٹے اور حضرت شیخ الاسلام
 شیخ سلیم چشتیؒ کے نواسے تھے۔ اکبر کے عہد میں منصب سہ صدی و پنجاہی کے منصبدار
 تھے۔ ۹ شعبان ۱۲۵۴ھ میں جب جہانگیر باپ سے باغی ہو کر الہ آباد میں مقیم ہوا۔ اور بہار و
 اودھ وغیرہ اس پاس کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر کے ہر جگہ اپنے حاکم مقرر کئے۔ تو
 صوبہ بہار کے خزانہ پر کہ ۳۰ لاکھ سے زیادہ تھا اپنا قبضہ کیا۔ اور صوبہ مذکور کی حکومت
 پر انہیں سرفراز کر کے قطب الدین خاں کا خطاب دیا۔ اس کے بعد جب خود تخت نشین
 ہوا تو منصب پنجہزاری (تنخواہ ۳۰۰۰۰ روپیہ ماہوار) مقرر کر کے صوبہ داری بنگالہ
 واڈیسہ سے مفتخر کیا۔ اور رخصت کے وقت خلعت اور شمشیر مرصع۔ اور اسب خاصہ
 مع زین مرصع۔ اور دو لاکھ روپیہ نقد مرحمت کیا۔

ذیقعد ۱۲۵۴ھ میں نواب قطب الدین خاں کی ماں نے انتقال کیا۔ جہانگیر نے
 انہیں کا دودھ پیا تھا اور انہیں کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی۔ انہیں جہانگیر
 سے اور جہانگیر کو اُن سے بچہ رحمت تھی۔ چنانچہ جہانگیر کو اُن کے مرنے کا سخت رنج ہوا
 خود ان کے جنازہ کو چند قدم کندھا دیا۔ چند روز کثرت رنج و الم سے کھانا کھانے کو
 دل نہ چاہا۔ اور کپڑے نہ بدلے۔ خود لکھا ہے۔ ”والدہ اولین ازاں مقولہ است کہ
 چوں در ایام طفولیت بر عایت و تربیت او پرورش یافتہ ام۔ اس مقدار اُنس کہ مرا
 با دست بوالدہ حقیقی خود ندارم والدہ قطب الدین خاں بجائے والدہ مہربان من است
 و خودش را از برادران و فرزندان حقیقی کمتر دوست نمی دارم۔ از کو کہا کسیکہ قابلیت کو لگی

بن دارد قطب الدین خاں است۔ وفات کے حال میں لکھا ہے۔ ”دراہ ذی قعد
 والدہ قطب الدین خاں کو کہ مرا شیر دادہ بجائے والدہ من بود۔ بلکہ از مادر مہربان
 مہربان تر۔ و از خوردی باز در کنار تربیت او پرورش یافتہ بودم برحمت ایزدی ہوتا ہوں۔“
 جب خاں خاں عبد الرحیم خاں بھٹکر کی مہم پر متعین تھے تو طہماسپ قلی بیگ
 ایک بہادر نوجوان شریف زادہ ایران سے آیا تھا اور مہم مذکور میں کار نمایاں کر کے اُس کے
 مصاحبوں میں داخل ہو گیا تھا۔ خاں خاں نے حضور میں اُس کی خدمتیں عرض کر کے
 دربار میں داخل کرادیا۔ اکبر نے اُس کی شجاعت و دلاوری دیکھ کر شیر افکن خاں
 خطاب دیا۔ اور مرزا غیاث سے کہہ کر نور جہاں بیگم سے اُس کی شادی کر دی۔ ہنگالہ
 میں اُس کی جاگیر تھی۔ نور جہاں بیگم پر جہانگیر عاشق تھے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے
 کہ قطب الدین خاں سے چلتے وقت جہانگیر نے کہہ دیا تھا۔ کہ شیر افکن خاں کو جس طرح
 سے ہو سکے شکار کر لو۔ اور نور جہاں کو لے آؤ۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ میں نے اُس کی شہادت
 اور فتنہ جولی کا حال سن کر قطب الدین خاں کو لکھا تھا کہ اُسے دربار میں بھیج دو۔ اور اگر
 تعمیل حکم نہ کرے تو سزا کو پہنچاؤ۔ غرض کچھ ہی سبب ہو۔ قطب الدین خاں بردوان میں
 جہاں اُس کی جاگیر تھی پہنچے۔ اُس نے نہایت تپاک سے استقبال کیا اور دو آدمیوں
 کے ساتھ قطب الدین کے لشکر میں چلا آیا۔ یہ بھی اُس سے ملنے کو تنہا آگے بڑھے۔
 اُس نے موقع پا کر تلوار سے دو تین زخم کاری ان کے پہنچائے۔ انہ خاں کشمیری ان کا
 ایک نمک حلال سردار قریب کھڑا تھا۔ اُس نے جب یہ حال دیکھا۔ تلوار کھینچ کر شیر افکن خاں
 پر دوڑا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا۔ اول انہ خاں زخم کھا کر گرا۔ یہ حال دیکھ کر
 اور لوگ دوڑ پڑے انہوں نے شیر افکن خاں کا بھی کام تمام کر دیا۔ قطب الدین خاں
 نے بھی اُسی دن یعنی ۳۔ صفر ۱۶۱۶ء کو اس واقع کے چار پہر بعد انتقال کیا۔ جہانگیر کابل
 میں تھا۔ جب یہ حال سنا نہایت رنجیدہ ہوا۔ لکھا ہے کہ اس خبر ناخوش سے جس قدر رنج و
 صدمہ پہنچا ہے۔ لکھ نہیں سکتا۔ قطب الدین خاں کو کہ میرا یار و فادار بہنزلہ فرزند عزیز۔ اور
 برادر مہربان کے تھا۔ مشیت ایزدی میں جائے دم زدن نہیں۔ بعد رحلت پدر بزرگوار اور

اُس کی والدہ کے اُس کی شہادت سے بڑھکر کوئی صدمہ مجھے نہیں پہنچا۔
 نواب قطب الدین خاں کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے کا نام شیخ ابراہیم تھا۔ یہ جلسہ جلوس
 جہانگیری میں منصب ہزاری پر سرفراز ہو کر خطاب کشور خاں سے موصوف ہوئے۔
 جلوس میں رہتاس کے قلعدار۔ اور جلسہ جلوس میں منصب دو ہزاری سے مفتخر ہوئے۔
 ۱۲۱۹ھ جلسہ جلوس میں ۲۹ ذالحجہ کو مہم عثمان خاں میں نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہوئے۔
 ان کے بیٹے شیخ المدینہ جانشین ہوئے۔ ۱۲۲۰ھ جلسہ جلوس شاہجہانی میں مہم جہانگیر سنگ بنید
 میں متعین ہوئے۔ ۱۲۲۱ھ جلسہ جلوس میں منصب ہزار و پانصدی پر سرفراز ہو کر کالج کے قلعدار
 مقرر ہوئے۔ ۱۲۲۲ھ جلسہ جلوس میں مہم بلخ و بدخشاں میں متعین ہوئے۔ اور حسن کارگزاری
 میں خطاب اخلاص خاں سے مفتخر ہو کر منصب دو ہزاری سے سرفراز ہوئے۔ ۱۲۲۳ھ میں
 منصب دو ہزاری و پانصدی۔ اور ۱۲۲۴ھ میں منصب سہ ہزاری پر ترقی پائی۔ مہم قندھار
 و چٹوڑ و دکن میں شریک اور سرگرم خدمات شاہی تھے۔

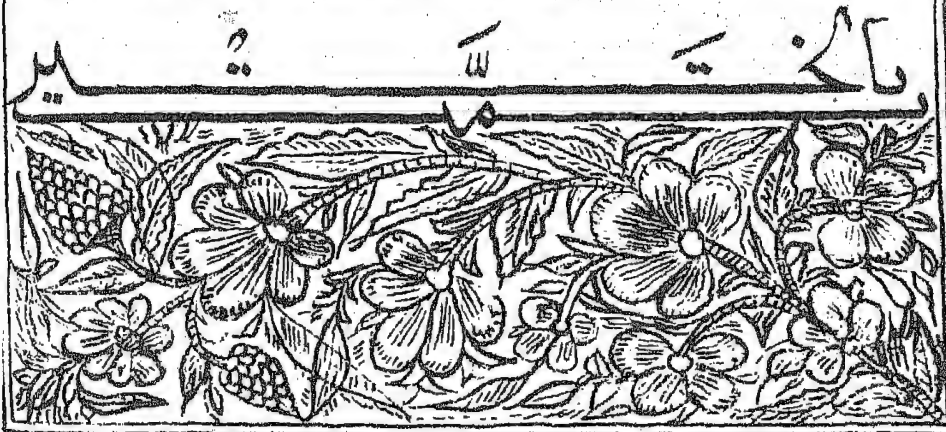
دوسرے بیٹے نواب قطب الدین خاں کے شیخ فرید تھے۔ یہ جہانگیری کے اخیر عہد تک
 منصب ہزاری پر سرفراز تھے۔ شاہجہاں کے عہد میں ۱۲۲۵ھ جلسہ جلوس میں کسی قصور پر منصب
 سے معزول ہو کر نقد وظیفہ مقرر ہو گیا۔ ۱۲۲۶ھ جلسہ جلوس میں قصور معاف ہو کر منصب سہ ہزاری
 کے ساتھ صوبہ داری پٹنہ اور خطاب اخلاص خاں مرحمت ہوا۔ عالمگیری کے عہد میں
 احتشام خاں کے خطاب سے اعزاز پایا۔ مہم بنگالہ و دکن میں شریک ہو کر ہمت و بہادری
 کے جوہر دکھائے۔ اس کے بعد پونا کی نظامت پر تعینات ہوئے۔ ۱۲۲۷ھ میں انتقال کیا۔
 ان کے بیٹے شیخ نظام ۱۲۲۸ھ جلسہ جلوس عالمگیری میں سموگڈھ کی لڑائی کے بعد منصب
 ہزاری پر سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد کچھ حال نظر سے نہیں گذرا۔

نواب ابراہیم خاں

اصلی نام شیخ ابراہیم تھا۔ حضرت شیخ سلیم چشتی رحمہ کے بھتیجے تھے۔ ان کے باپ شیخ موسیٰ
 حضرت شیخ کے بڑے بھائی اور مشائخ وقت سے تھے۔ اور ہمیشہ گوشہ تنہائی میں ریاضت

اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ اکبر کے عہد میں حضرت شیخ کے خاندان میں سب سے زیادہ نواب ابراہیم خاں ہی نے ترقی کی۔ جب دربار میں داخل ہوئے تو اپنی حسنِ وقتِ کارگزاری۔ مزاجِ مشناسی۔ اطاعت و فرمان سے اس طرح اکبر کا دل ہاتھ میں لیا کہ بڑے بڑے تجربہ کار اُمراء سے سبقت لے گئے۔ بادشاہ کے ہر حکم کو بڑی احتیاط اور عرق ریزی سے سرانجام دیتے تھے۔ ابتدا میں شاہزادوں کے ساتھ آگرہ میں متعین رہے۔ ۱۵۲۳ء جلوس میں کھانا داری لاڈلانی (راجپوتانہ) پر بھیجے گئے۔ وہاں اس خوبی سے انتظام کیا۔ کہ ۱۵۲۳ء جلوس میں دارالخلافہ فتحپور کی حکومت پر سرفراز ہوئے۔ ۱۵۲۴ء جلوس میں مہم بنگالہ میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ ۱۵۲۴ء میں جب بادشاہ مرزا حکیم کے آنے کی خبر سن کر پنجاب روانہ ہوئے تو انہیں شاہزادہ دانیال کے ساتھ فتحپور میں چھوڑا۔ ۱۵۲۵ء جلوس میں منصب دوہزاری (تنخواہ ۱۳۰۰۰ روپیہ ماہوار) پر سرفراز ہو کر دارالخلافہ آگرہ کے صوبہ وار مقرر ہوئے۔ ۱۵۲۹ء میں انتقال کیا۔ وفات کے وقت پچیس کروڑ روپیہ نقد اُن کے خزانہ سے برآمد ہوا۔ ماتھی۔ گھوڑے۔ اجناس اسی پر اندازہ پھیلا لو۔ شیخ ابوالفضل وفات کے حال میں لکھتے ہیں۔ ”درینو لاشیخ ابراہیم سپری شد از معاملہ دانی فراواں پرہ مند بود۔ و بدید بانی و کارشناسی او صوبہ دار الخلفہ آگرہ انتظام داشت چہارم شہر یور در گذشت۔ گیتی خداوند آمزش درخواست و پس ماندگان او نوازش یافتند۔“

نواب موصوف کا مقبرہ موضع رسول پور میں واقع ہے جس کا حال اوپر قلمبند ہو چکا ہے



Maulana Azad Library, Aligarh Muslim University

حیات خسرو

ہندوستان میں کون شخص حضرت امیر خسرو دہلویؒ کے نام نامی سے ناواقف ہوگا۔ آپ کی سوانح عمری بڑی محنت اور عرق ریزی سے چالیس مختلف کتابوں سے مضامین اخذ کر کے تالیف کی گئی ہے۔ جس میں ولایت۔ ظرافت۔ شعر گوئی۔ حاضر جوابی۔ بذلہ سنجی۔ ایجاد و اختراع۔ تصنیف و تالیف محفل وجد و سماع کے مفصل حالات کے علاوہ فارسی ہندی غزلوں۔ مکرنیوں۔ پسلیوں وغیرہ کا انتخاب دیکر کتاب کو اور بھی دلچسپ بنایا گیا ہے۔ نہایت خوشخط اور عمدہ کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ حجم ۱۹۲ صفحہ قیمت ۷۰ علاوہ محصول ڈاک۔ مشتر سے ملیگی۔

حیات صالح

علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم شہنشاہ شاہجہاں کی دلچسپ سوانح عمری کا نام ہے جسے دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ کس طرح پنجاب کے ایک گاؤں کا ایک غریب مگر شریف والدین کا بیٹا محض اپنی ذاتی قابلیت اور محنت سے کس قدر جلد سلطنت مغلیہ کا سب سے بڑا رکن بن گیا۔ لکھائی۔ چھپائی۔ کاغذ اعلیٰ درجہ کا حجم ۸۶ صفحہ قیمت ۶۰ علاوہ محصول ڈاک۔ مشتر سے ملیگی۔

اعلان

واضح ہو کہ اس کتاب کی رجسٹری حسب قانون بستم ۱۸۹۷ء ہو گئی ہے کوئی صاحب بلا اجازت مشتر کے ارادہ چھاپنے یا چھپوانے کا نہ فرماوے ورنہ بجائے نفع کے نقصان ہوگا۔

حقر

المش

محمد سعید احمد اہلحد کچہری کلکٹری آگرہ

Maulana Azad Library, Aligh Muslim University

1
7222
7222

DUE DATE 910520

MADE IN INDIA

LIBRARY

Align

19.4
 19.4
 19.4
 19.4

DATE	No.	DATE	No.
		27 JUN 08	
28	127		
17	11		